مفتی مکہ مکرمہ، شیخ المحدثین، حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ کی عظیم الشان
تاریخی کتاب- اَلدُّرَرُ السَّنِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَھَّابِیَّۃِ- کا سلیس و رواں اور وضاحت
آمیز اردو ترجمہ بنام

ردِّ وہابیت میں دلائل و براہین کے

تابناک موتی

ترجمہ و تعلیق، تحقیق و تخریج

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی
صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی ممبئی

ناشرین
بزم فیضان رضا و نور ایمان اسلامک آرگنائزیشن

مفتی مکہ مکرمہ، شیخ المحدثین، حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ کی
عظیم الشان تاریخی کتاب "اَلدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ" کا
سلیس وروان اور وضاحت آمیز اردو ترجمہ بنام

رد وہابیت میں دلائل وبراہین کے

تابناک موتی

ترجمہ و تعلیق، تحقیق وتخریج

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی ممبئی

{ناشرین}

بزمِ فیضانِ رضا و نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : اَلدُّرَرُ السَّنِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَھَابِیَّۃِ

مصنف : شیخ المحدثین مفتی مکہ حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ

مترجم : سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی، عفی عنہ

صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی۔

9029249679/7977962766

نظرِ ثانی : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا صاحب مصباحی۔

صدر شعبۂ افتا دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئی

حضرت علّامہ مفتی محمد فیروز خان صاحب، استاذ و مفتی ادارہ ہٰذا

کمپوزنگ : بدستِ خود

پروف ریڈنگ : حضرت مولانا محمد صدرِ عالم صاحب سبحانی، استاذ ادارہ ہٰذا

تزئین وسیٹنگ : حضرت مولانا محمد رفیق صاحب نظامی سبحانی، استاذ ادارہ ہٰذا

صفحات : ۳۸۲

اشاعتِ اول : فروری ۲۰۱۵ء [فقط اردو ترجمہ]

اشاعتِ دوم : دسمبر ۲۰۲۳ء

قیمت : ۳۰۰

ملنے کا پتہ : دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

فہرستِ مضامین

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	۱۵
۲	تقدیم	۱۶
۳	حضرت علامہ مفتی سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ، حیات وخدمات	۳۷
۴	حالاتِ مترجم، ایک نظر میں	۵۰
۵	احادیثِ ضعیفہ، ایک اصولی جائزہ	۵۳
۶	تقریظ جلیل: حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا صاحب مصباحی دام ظلہ	۸۴
۷	نوازشاتِ ابن رقم مصباحی، دام ظلہ	۸۸
۸	دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے!	۹۳
۹	خطبۂ کتاب	۹۴
۱۰	روضۂ اقدس کی زیارت کا جواز	۹۵
۱۱	آیاتِ قرآنیہ سے ثبوت	//
۱۲	قیاسِ شرعی سے ثبوت	۱۰۱
۱۳	اجماعِ امت سے ثبوت	۱۰۵
۱۴	زیارت کو واجب کہنے والوں کی دلیل	//

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵	اس دلیل کا جواب	۱۰۶
۱۶	احادیثِ کریمہ سے روضۂ اقدس کی زیارت کا ثبوت	۱۰۷
۱۷	انبیا، شہدا اور صالحین کی قبروں کی زیارت کا ثبوت	۱۱۲
۱۸	سفرِ زیارت وسیلۂ قربتِ الٰہی	۱۱۳
۱۹	عبادت کا وسیلہ بھی عبادت	۱۱۵
۲۰	ایک خیالِ فاسد کا جواب	۱۱۶
۲۱	دو انتہائی اہم چیزوں کی وضاحت	۱۱۷
۲۲	انکار کرنے والوں کی دلیل کا علمی محاسبہ	۱۱۸
۲۳	احادیثِ کریمہ سے وسیلے کا ثبوت	۱۲۰
۲۴	منکرینِ توسل کی چال بازی اور اس کا جواب	۱۳۰
۲۵	وصالِ اقدس کے بعد توسل کے جواز کا ثبوت	//
۲۶	ایک شبہ کا ازالہ	۱۳۳
۲۷	ولادتِ اقدس سے پہلے وسیلے کا ثبوت	۱۳۵
۲۸	حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مشورہ	۱۳۸
۲۹	حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی جانب منسوب افترا کا جواب	۱۴۱
۳۰	توسل کے جواز پر مزید دلائل	//
۳۱	حدیثِ توسل کے راوی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان	۱۴۵

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۲	مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مقام	۱۴۷
۳۳	خلفائے ثلاثہ کی حقانیت کی انتہائی مضبوط دلیل	۱۴۸
۳۴	حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال	۱۴۹
۳۵	ایک اعتراض اور اہلِ سنت کی طرف سے اس کا جواب	۱۵۰
۳۶	وہابیوں کی طرف سے جواب	۱۵۱
۳۷	وہابیوں کے جواب کے مردود ہونے پر دلائل	//
۳۸	حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کی وجہ	۱۵۳
۳۹	حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ	//
۴۰	عقیدۂ توسل کی تنقیح	۱۵۴
۴۱	لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا	۱۵۵
۴۲	توسل، تشفع اور استغاثہ کا ترادف	۱۵۶
۴۳	حیاتِ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ثبوت پر دلائل	//
۴۴	ایک وہم کا ازالہ	۱۶۴
۴۵	مجازِ عقلی کا کثرتِ استعمال	۱۶۵
۴۶	مومنوں کے اقوال کو مجازِ عقلی پر محمول کرنا واجب	//
۴۷	توسل کو حرام یا شرک کہنا باطل	۱۶۷
۴۸	مسلمانوں کا حرام یا شرک پر متفق ہونا ناممکن	//

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹	انکار کرنے والوں کی دلیل	۱۷۰
۵۰	اس دلیل کا علمی جواب	۱۷۲
۵۱	حقیقی مستغاث بہ اللہ رب العزت ہی ہے	۱۷۲
۵۲	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجازاً مستغاث بہ ہیں	۱۷۳
۵۳	حقیقت ومجاز کا اجتماع	۱۷۷
۵۴	مسئلہ توسل واستغاثہ ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے	۱۷۹
۵۵	توسل کا ایک دوسرا معنی	۱۸۲
۵۶	توسل سے روکنے والوں کا خیالِ فاسد	۱۸۴
۵۷	وہابیوں کا اعتقادِ باطل	//
۵۸	حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی تعظیم کے مظاہر	۱۸۶
۵۹	جمادات کی تعظیم کا شرعی مطالبہ	۱۸۷
۶۰	توحید ورسالت دونوں کی رعایت ضروری	۱۸۸
۶۱	آیاتِ قرآنیہ سے مجازِ عقلی کا ثبوت	۱۹۰
۶۲	احادیثِ کریمہ سے مجازِ عقلی کا ثبوت	۱۹۲
۶۳	کلام عرب سے مجازِ عقلی کا ثبوت	۱۹۳
۶۴	وہابیوں کا عقیدۂ باطل کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے	۱۹۴
۶۵	توسل کے جواز پر مزید دلائل	۱۹۵

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۶۶	اہلِ مدینۂ منورہ کا دستور	۱۹۶
۶۷	ایک دیہاتی عاشق کا واقعہ	۱۹۸
۶۸	ایک وہم کا ازالہ	۲۰۰
۶۹	روضۂ رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر ایک دیہاتی صحابی کی فریاد	۲۰۱
۷۰	رسولِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات و وفات امت کے لیے باعثِ خیر	۲۰۳
۷۱	روضۂ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کا مسنون طریقہ	۲۰۴
۷۲	ایک عاشقِ صادق کی پر سوز دعا	۲۰۵
۷۳	دعا کے وقت روضۂ اقدس کی جانب رخ کرنے کا استحباب	۲۰۶
۷۴	روضۂ رسول کی جانب رخ کرنے کے استحباب پر عقلی دلیل	۲۰۷
۷۵	حضرتِ امام مالک علیہ الرحمہ کی نصیحت	۲۰۸
۷۶	حضراتِ ائمۂ اربعہ علیہم الرحمہ کا نظریہ	۲۱۰
۷۷	علمائے حنابلہ کے نزدیک توسل کی شرعی حیثیت	۲۱۱
۷۸	مخالفین کی نقل کا اعتبار نہیں	۲۱۲
۷۹	روضۂ رسول پر ایک اعرابی کی گزارش	۲۱۳
۸۰	روضۂ رسول پر حضرتِ حاتم اصم علیہ الرحمہ کی دعا	۲۱۴
۸۱	قضائے حاجات کا نسخۂ کیمیا	۲۱۵
۸۲	دعا ایسے مقبول ہوتی ہے	۲۱۷

صفحہ نمبر	مضامین	شمار نمبر
۲۲۱	ابنِ جابر کے وجد آفریں اشعار	۸۳
۲۲۲	حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارانِ رحمت کا نزول	۸۴
۲۲۶	وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو	۸۵
۲۲۷	اممِ سابقہ میں وسیلے کی مشروعیت	۸۶
۲۳۱	توسل سے روکنے والوں کی حماقت	۸۷
۲۳۳	صحابیِ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے والہانہ اشعار	۸۸
۲۳۴	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا حسنِ اعتقاد	۸۹
۲۳۵	حضرتِ امام شافعی علیہ الرحمہ کا عمل	۹۰
۲۳۶	حضرتِ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا عمل	۹۱
۲۳۷	حضرتِ امام مالک اور حضرتِ امام غزالی علیہما الرحمہ کا وسیلہ	۹۲
//	اہلِ بیتِ اطہار علیٰ جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کا توسل	۹۳
۲۳۸	حضرتِ امام ترمذی علیہ الرحمہ کا خواب	۹۴
۲۴۰	قبولیتِ دعا کے لیے فرشتوں کے توسل کا حکم	۹۵
۲۴۱	امام ابوالحسن احمد بن احمد شاذلی علیہ الرحمہ اور بعض عارفین کا عمل	۹۶
۲۴۲	اسلافِ کرام سے توسل کا انکار ثابت نہیں	۹۷
۲۴۳	سوادِ اعظم کی پیروی لازم وضروری	۹۸
۲۴۹	شفاعتِ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ثبوت	۹۹

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۰	وہابیوں کا مکر و فریب	۲۵۴
۱۰۱	وہابیوں کی توضیح اور اس کا رد	۲۵۸
۱۰۲	وفات یافتگان کو پکارنے کا جواز	۲۵۹
۱۰۳	ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواز	۲۶۱
۱۰۴	جمادات سے مخاطِب ہونے کا جواز	۲۶۴
۱۰۵	جوازِ ندا پر مزید دلائل	۲۶۵
۱۰۶	حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال	۲۶۸
۱۰۷	حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اندازِ تخاطب سے استدلال	۲۶۹
۱۰۸	حضرتِ خاتونِ جنت اور حضرتِ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ندا	۲۷۲
۱۰۹	تلقینِ میت سے جوازِ ندا پر استدلال	۲۷۴
۱۱۰	مقتولینِ بدر سے خطاب بھی جوازِ ندا پر دال ہے	۲۸۰
۱۱۱	مومن کو "اے کافر" کہنا کفر ہے	۲۸۱
۱۱۲	جہالت وحماقت کی انتہا	۲۸۴
۱۱۳	توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ الوہیت کا اتحاد	۲۹۸
۱۱۴	وہابیوں کی تقسیمِ توحید اور اس کا بطلان	۲۹۰
۱۱۵	وہابی احمقوں کا اللہ عزوجل پر افترا	۲۹۱
۱۱۶	مشرکوں کا اعتقادِ صحیح بھی انھیں کفر سے کیوں نہ بچا سکا	۲۹۲

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۷	مسلمان اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی مستحق عبادت نہیں سمجھتے	۲۹۳
۱۱۸	وہابیوں کے ایک اور عقیدے کا بطلان	۔۔
۱۱۹	آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت	۲۹۶
۱۲۰	ابنِ عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کی جہالت	۳۰۴
۱۲۱	ابنِ عبدالوہاب نجدی کی بولتی بند	۳۰۶
۱۲۲	بانیِ وہابیت کے سیاہ کارنامے	۳۱۱
۱۲۳	شانِ رسالت میں ابنِ عبدالوہاب نجدی کی گستاخیاں	۳۱۴
۱۲۴	ابنِ عبدالوہاب نجدی کا بچپن	۳۱۶
۱۲۵	بدبختی کے آثار	۔۔
۱۲۶	ابنِ عبدالوہاب نجدی اپنے والد اور سگے بھائی کی نظر میں	۔۔
۱۲۷	ابنِ عبدالوہاب کی خودساختہ توحید	۳۱۷
۱۲۸	محمد بن سعود کی نصرت وحمایت	۳۱۸
۱۲۹	ابنِ عبدالوہاب اپنے پیروکاروں کی نظر میں	۳۱۹
۱۳۰	وہابیوں کا علمائے حرمین شریفین سے پہلا مناظرہ	۔۔
۱۳۱	شریفِ مکہ مکرمہ مسعود بن سعید کا انتقال	۳۲۱
۱۳۲	شریف احمد بن سعید کا دورِ اقتدار	۳۲۲
۱۳۳	وہابیوں کی ایک اور ناکام کوشش	۔۔

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۴	آلِ سعود اور خلافتِ عثمانیہ کے مابین جنگ کا آغاز	۳۲۳
۱۳۵	نجدی بدبختوں کی فتوحات کا سلسلہ	//
۱۳۶	نجدیوں کی بے رحمی اور شقاوتِ قلبی	۳۲۴
۱۳۷	مکۂ مکرمہ سے وہابی حکومت کا خاتمہ	۳۲۵
۱۳۸	محمد بن سعود کا طریقۂ کار	۳۲۶
۱۳۹	نجدی فتنہ سب سے بڑا فتنہ	۳۲۷
۱۴۰	نجدیوں کی دعوتِ توحید کی حقیقت	۳۲۸
۱۴۱	ابنِ عبدالوہاب نجدی کی دلی آرزو	۳۲۹
۱۴۲	ائمۂ تفاسیر کے اقوال سے انحراف	۳۳۰
۱۴۳	اجماع اور قیاسِ شرعی کا صاف انکار	۳۳۱
۱۴۴	تکفیرِ مسلمین کا جنون	//
۱۴۵	ابنِ عبدالوہاب کے مقلدین کا مکروفریب	۳۳۳
۱۴۶	اِن نجدیوں کے خلاف اہلِ حق کا جہاد	۳۳۴
۱۴۷	ابنِ عبدالوہاب نجدی کا علمی قد	۳۳۷
۱۴۸	اِن خارجیوں کے بارے حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی پیش گوئیاں	۳۴۶
۱۴۹	ابنِ عبدالوہاب نجدی کی ذریتِ خبیثہ	۳۶۸
۱۵۰	لطیفہ	۳۶۹

فہرستِ حواشی

شمار نمبر		صفحہ نمبر
۱	حدیثِ صحیح کی تعریف اور اس کی شرطیں	۹۸
۲	رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کے مرتبے سے نیچے کرنے والے کا حکم	۱۱۷
۳	حدیثِ حسن کا معنیٰ ومفہوم	۱۱۹
۴	تابعی کسے کہتے ہیں	۱۲۴
۵	راویِ حدیث میں طعن کا مفہوم	۱۴۰
۶	اسبابِ طعن کی توضیح	؍؍
۷	آیاتِ قرآنیہ سے حیاتِ انبیا علیہم السلام کا روشن ثبوت	۱۵۶
۸	مجازِ عقلی کی تعریف مع امثلہ	۱۶۴
۹	علمِ بیان، علمِ معانی اور علمِ بدیع کی تعریفات	۱۶۶
۱۰	کعبۂ مقدسہ، حجرِ اسود، مقامِ ابراہیم اور رکنِ یمانی کی تعریفات	۱۸۷
۱۱	مستجاب، ملتزم اور میزابِ رحمت کنھیں کہتے ہیں	۱۸۸
۱۲	حضور علیہ الصلاۃ والسلام، یا آپ کی جانب منسوب کسی بھی شے کی توہین کفر ہے	۱۸۹
۱۳	قومِ نوح علیہ السلام کے معبودانِ باطلہ ''وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر'' کی تحقیق	۱۹۱
۱۴	روایت بالمعنیٰ کب جائز، کب ناجائز	۲۰۱
۱۵	حدیثِ شفاعتِ کبریٰ کے انوار	۲۱۷

شمار نمبر		صفحہ نمبر
۱۶	تین نوجوانوں کا قصہ عجیب	۲۲۹
۱۷	حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی کی نظر میں	۲۳۶
۱۸	شرک کا معنیٰ، علمِ کلام کی معتبر کتب کی روشنی میں	۲۵۵
۱۹	شرک باللہ کا مدار تین باتوں پر	۲۵۷
۲۰	تشہد میں مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر سلام بھیجنے کا صحیح طریقہ	۲۶۱
۲۱	تلقین کا لغوی اور شرعی معنیٰ	۲۷۴
۲۲	حالتِ نزع میں تلقین کا ثبوت	؍؍
۲۳	بعدِ تدفین تلقین کا ثبوت	۲۷۵
۲۴	تلقین کا طریقہ، حدیثِ پاک کی روشنی میں	۲۷۶
۲۵	وہابیوں کی جاہلانہ تفسیر	۲۸۹
۲۶	سید التابعین حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ کی شان، بزبانِ سید الانس والجان	۲۹۴
۲۷	حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا لعابِ دہن اور صحابہ کرام کا جنونِ عشق	۲۹۶
۲۸	آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے موہائے مبارک اور صحابہ کرام کی عقیدت	۲۹۸
۲۹	سرورِ دوجہاں ﷺ کا خونِ مبارک پینے والے خوش نصیب	۲۹۹
۳۰	آپ علیک الصلاۃ والسلام کا بولِ شریف نوش کرنے والے سعادت مند	۳۰۱
۳۱	مقام درعیہ کی تعیین	۳۰۴
۳۲	الہام کی تعریف مع اقسام	۳۰۸

شمار نمبر		صفحہ نمبر
۳۳	شریفِ مکہ کا منصب اور اس کی ذمے داریاں	۳۲۰
۳۴	فرائض کے بعد اجتماعاً و انفراداً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت	۳۳۴
۳۵	حقیقت کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۳۳۸
۳۶	حقیقت کی قسمیں، مع امثلہ	//
۳۷	مجازِ مرسل کسے کہتے ہیں	۳۳۹
۳۸	استعارہ کا معنیٰ و مفہوم	//
۳۹	استعارہ کی قسمیں، مع تعریفات	۳۴۰
۴۰	تشبیہ کی قسمیں، مع تعریفات	۳۴۱
۴۱	ایجاز، اطناب اور مساوات کے معانی	//
۴۲	اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی کی توضیح	۳۴۲
۴۳	وضع الضمیر موضع الظاہر و عکسہ کا مطلب	۳۴۳
۴۴	ضمیرِ شان اور ضمیرِ قصہ کی وضاحت	//
۴۵	التفات کی تعریف اور اس کی قسمیں	//
۴۶	فصل و وصل کے معانی اور ان کے مقامات	۳۴۴
۴۷	ایجازِ قصر اور ایجازِ حذف کے معانی اور ان کے مابین فرق	۳۴۵
۴۸	احتراس اور تتمیم کی تشریح	//

شرفِ انتساب

بانیٔ دارالعلوم محبوبِ سبحانی عالمِ ربانی حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب قبلہ نوری مصباحی علیہ الرحمہ کے نام

جنھوں نے علم وفضل کا ایک زبردست قلعہ تعمیر فرما کر صوبۂ مہاراشٹرا کے سنی مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔

اور اپنے والدینِ کریمین اور جملہ اساتذۂ کرام دامت فیوضھم الکاملۃ کے نام

جن کی تربیت ونگاہِ توجّہ نے اس ذرّۂ ناچیز کو کسی قابل بنایا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

خاکسار : سیّد محمد اکرام الحق قادری مصباحی

خادم دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

۲۷/ ذوقعدہ ۱۴۳۵ھ

تقدیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

❁ ممبئی عظمیٰ (صوبہ مہاراشٹر، ہند) میں دار العلوم محبوبِ سبحانی، مسلکِ حق اہل سنت و جماعت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی کرنے والا ایسا معروف ادارہ ہے، جو اپنے مستحکم نظامِ تربیت، بلند معیارِ تدریس اور عصرِ جدید سے ہم آہنگ نصاب تعلیم کی بنیاد پر اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔

❁ کوئی ۴۶ ربرس قبل، فاضلِ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، تلمیذِ حضور حافظِ ملت، حضرت علامہ **مفتی شاہ عبد الرحیم صاحب** قبلہ ساحلؔ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفّٰی ۲۷ر مئی ر۲۰۰۵ء) نے سرزمینِ کرلا ویسٹ ممبئی میں بالکل لب روڈ اِس ادارے کی بنیاد ڈال کر تعلیم و تدریس کا آغاز فرمایا تھا۔ شروع ہی سے یہ ادارہ معیاری تعلیم اور عمدہ نظم و نسق کے سبب عوام و خواص کے مابین متعارف رہا، اور اب چار دہائیاں گزر جانے کے بعد، اِس کا علمی، تعلیمی، تربیتی، تبلیغی اور اشاعتی منہج اِس قدر منظم، مستحکم اور پائے دار ہو چکا ہے کہ پورے ملک میں اِسے ایک کامیاب ادارے کی شکل میں دیکھا جا رہا ہے۔ اگر اس کے ارکین و منتظمین کی مساعیِ جمیلہ اور اساتذہ و مدرسین کی پیہم کاوشیں یوں ہی جاری رہیں تو مستقبل قریب میں یہ ادارہ ایک عظیم الشان جامعہ بن کر اُبھرے گا۔ ان شاء اللہ تبارك و تعالیٰ۔

❁ ویسے تو یہ ادارہ صوبہ مہاراشٹر میں کسی تعارف و تذکرے کا محتاج نہیں؛ مگر چوں کہ

آج سائنس وٹکنالوجی کی ترقی نے پوری دنیا کو ایک شہر، بلکہ ایک چھوٹے سے محلے میں تبدیل کر دیا ہے اور انٹرنیٹ کے اِس زمانے میں، نیٹ پر دستیاب کتابوں کا مطالعہ کسی بھی ملک وشہر سے کیا جا سکتا ہے۔ اِس لیے پوری دنیا کے علمی حلقوں میں متعارف و مانوس کرانے کے لیے ادارہ اور اِس کے متحرک وفعال طلبہ کی انجمن ''**بزمِ فیضانِ رضا**'' کا مختصراً تعارف کر دینا مناسب معلوم ہو رہا ہے۔

دارالعلوم محبوبِ سبحانی، ممبئی، مہاراشٹر، ہند:

ایک صحیح اندازے کے مطابق ۱۹۴۹ء کے آس پاس چند دین دار حضرات نے ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ کر سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے اسے ''محبوبِ سبحانی مسجد'' کے نام سے موسوم کیا۔ تلاشِ بسیار کے باوجود یقین سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن سعادت مندوں کے ہاتھوں اِس کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۶ء تک اِسی مسجد کے احاطے میں اہلِ محلہ کے نونہالوں کے لیے دینیات و ناظرہ کی تعلیم ہوتی رہی۔ ۱۹۷۶ء کے اواخر میں اِس خطے کا اقبال بلند ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ، پروردۂ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ، زاہدِ بے ریا، عمدۃ الأصفیا، زبدۃ الأتقیا حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم صاحب قبلہ ساحلؔ مصباحی —رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ— کی آمد سے اِس کی رونقِ ظاہری و باطنی دو بالا ہوئی۔ حضورِ والا مرتبت کی اَن تھک کوششوں کا ثمرہ یوں برآمد ہوا کہ ۱۹۷۷ء ہی سے حفظ و درسِ نظامی کی تعلیم کا باضابطہ آغاز ہو گیا اور ۱۹۹۵ء تک مسجد ہی کی عمارت میں یہ سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔

۱۹۹۵ء تک حضرتِ موصوف اپنی مخلصانہ وداعیانہ کوششوں کی بدولت ارا کین و منتظمین کے دلوں کو دین ومذہب کی خدمت کے جذبۂ صادق سے لبریز کر چکے تھے، چناں چہ حضرتِ ممدوح کی تحریک پر آپ ہی کی سرپرستی میں اربابِ حل وعقد نے ادارے کی تعمیر نو کا منصوبہ بنایا، سرمایہ جمع کیا اور خانوادۂ مارہرہ کے عظیم روحانی پیشوا، حضور احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ سے سنگِ بنیاد رکھنے کی التجا کی۔ حضور اپنی علالت کے سبب خود تو نہ آسکے؛ لیکن اپنے شہزادے حضرت سید محمد اشرف میاں مارہروی مدظلہ العالی کو سنگِ بنیاد کے لیے ایک اینٹ دے کر بھیجا، اور اِس طرح سے حضرت سید محمد اشرف صاحب دام ظلہ اور پیرِ طریقت حضرت علامہ سید کمیل اشرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے ادارے کی تعمیر نو کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور چار منزلہ نہایت مضبوط، شان دار، زلزلہ پروف، سنگ مرمر سے مرصع بہت خوب صورت عمارت کی تعمیر عمل میں آئی۔ ساتھ ہی مسجد سے بالکل متصل ”زبیدہ“ نامی ایک وسیع وعریض تین منزلہ ہوٹل خرید کر ادارے کے نام وقف کیا گیا۔ تادمِ تحریر انھی دونوں عمارتوں میں ادارے کی تعلیمی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

اِس برقی دور میں سائنسی علوم وفنون کی اہمیت وافادیت سے کسی بھی صاحبِ عقل کو انکار نہیں ہوسکتا، پھر طلبۂ اسلام کو کامیاب داعی بنانے کے لیے جدید آلاتِ تبلیغ سے لیس کرنا اور ان میں دینی وعصری علوم کا امتزاج پیدا کرنے کے لیے ٹیکنیکل کورسز کے ادارے اور انسٹی ٹیوٹس قائم کرنا بھی انتہائی ضروری ہے؛ اس لیے طالبانِ علوم شرعیہ کے لیے بالخصوص اور مسلمانانِ اہلِ سنت کے بچوں کے لیے بالعموم **”ٹیکنکل اور میڈکل کالجز“** نیز قوم کو فنِ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے والی معلمات ومبلغات عطا کرنے کے لیے ایک

بڑے " کلیۃ البنات" (گرلس کالج) کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہوئی؛ لیکن ان اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے اس کی موجودہ عمارت کافی تنگ ثابت ہو رہی ہے اور تشنگانِ علومِ نبویہ کی کثرت وہجوم نے بھی اِسے ناکافی بنا دیا ہے۔

اس لیے کرلا ممبئی سے تقریباً ۷۰ کلومیٹر دور بیرونی شہر مہاپولی، بھیونڈی میں تقریباً آٹھ ایکڑ (چالیس بیگھا) پر مشتمل نہایت وسیع وعریض ہموار زمین کی خریداری چندسال قبل عمل میں آچکی ہے۔ اگر اہلِ ثروت حضرات نے توجہ مبذول فرمائی تو جلد ہی تعمیری کام کا آغاز ہوگا اور اِس کی فلک بوس اور پرشکوہ عمارتیں دیکھ کر اہلِ سنت کو قلبی مسرت حاصل ہوگی۔ اِن شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

موجودہ اراکین ومنتظمین میں یہ حضرات اہم ہیں:

[۱] الحاج جناب محمد عارف نسیم خان صاحب قبلہ (صدرِ اعلیٰ)۔

[۲] الحاج جناب محمد یعقوب خان صاحب قبلہ برکاتی (نائب صدر)۔

[۳] الحاج جناب کلیم اللہ صاحب قبلہ نظامی (سیکریٹری)۔

[۴] الحاج جناب عنایت اللہ صاحب قبلہ برکاتی (خزانچی)۔

[۵] الحاج جناب اظہار الحسن صاحب قبلہ (نائب سیکریٹری)۔

اساتذۂ کرام، شعبۂ درسِ نظامی:

[۱] راقم الحروف سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی: صدر المدرسین۔

[۲] حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب قبلہ مصباحی: شیخ الحدیث۔

[۳] حضرت علامہ مفتی سید محمد شاکر صاحب سیفی مصباحی : مفتی ادارہ۔

[۴] حضرت علامہ محمد شمیم صاحب مصباحی : نائب شیخ الحدیث۔

[۵] حضرت علامہ مفتی محمد وسیم صاحب مصباحی : استاذ و نائب مفتی۔

[۶] حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب امجدی: استاذ درسِ نظامی۔

[۷] حضرت علامہ محمد رضا صاحب قادری علیمی ازہری: استاذ درسِ نظامی۔

[۸] حضرت علامہ محمد فیروز احمد صاحب قادری مصباحی : استاذ و نائب مفتی۔

[۹] حضرت علامہ بشیر اسلم صاحب قبلہ سبحانی: استاذ درسِ نظامی۔

[۱۰] حضرت علامہ ذوالفقار علی صاحب قبلہ برکاتی سبحانی: استاذ درسِ نظامی۔

[۱۱] حضرت علامہ مفتی محمد طاہر حسین صاحب مصباحی : استاذ درسِ نظامی۔

[۱۲] حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مصباحی۔نگراں و استاذ درس نظامی۔

[۱۳] حضرت علامہ ماسٹر عالم گیر صاحب مصباحی۔استاذ انگلش۔

[۱۴] حضرت مولانا منصور احمد صاحب۔استاذ انگلش۔

[۱۵] حضرت علامہ محمد رفیق صاحب سبحانی۔استاذ کمپیوٹر۔

[۱۶] حضرت ماسٹر حسین صاحب۔استاذ انگلش۔

اساتذۂ کرام، شعبۂ تجوید و تحفیظ:

[۱] حضرت مولانا قاری محمد مزمل حسین صاحب جامعی

[۲] حضرت حافظ و قاری محمد حبیب الرضا صاحب نوری ضیائی

[۳] حضرت مولانا حافظ وقاری غلام احمد رضا صاحب سبحانی

[۴] حضرت حافظ وقاری سید محمد حسن صاحب قادری

[۵] حضرت مولانا حافظ وقاری ارشاد احمد صاحب سبحانی

[۶] حضرت حافظ وقاری ہارون صاحب مجیدی

[۷] حضرت حافظ وقاری اسرار احمد صاحب حنفی

[۸] حضرت مولانا حافظ وقاری محمد کلیم احمد صاحب سبحانی

اساتذہ ومعلمات شعبہ دینیات :

[۱] حضرت مولانا حافظ وقاری محمد رفیق صاحب سبحانی

[۲] حضرت مولانا حافظ وقاری معین الدین صاحب سبحانی

[۳] حضرت حافظ وقاری محمد شریف احمد صاحب سبحانی

[۴] حضرت مولانا قاری غلام غوث صاحب سبحانی

[۵] حضرت مولانا قاری شکیل احمد صاحب سبحانی

[۶] حضرت مولانا حافظ وقاری صدر عالم صاحب سبحانی

[۷] حضرت مولانا حافظ وقاری رئیس احمد صاحب سبحانی

[۸] حضرت مولانا محمد خورشید رضا صاحب سبحانی

[۹] حضرت حافظ وقاری عبد المتین صاحب قادری

[۱۰] حضرت مولانا محمد عتیق اللہ صاحب سبحانی

[۱۱] حضرت مولانا حافظ وقاری محمد مختار احمد سبحانی

[۱۲] حضرت مولانا حافظ وقاری محمد احمد صاحب سبحانی

[۱۳] حضرت مولانا قاری عبد المعید صاحب قادری

معلمات برائے طالبات:

[۱] محترمہ عالمہ فاضلہ فرحانہ صاحبہ

[۲] محترمہ عالمہ فاضلہ علیم النساء صاحبہ

[۳] محترمہ عالمہ فاضلہ زینب صاحبہ

[۴] محترمہ عالمہ فاضلہ شبینہ صاحبہ

تعلیمی شعبے:

[۱] درسِ نظامی از اعدادیہ تا فضیلت: تعدادِ طلبہ تقریباً پونے تین سو

[۲] تحفیظ بالحدر : تعدادِ طلبہ تقریباً پونے دو سو

[۳] قراءت بروایتِ حفص: از طلبۂ ثانیہ تا رابعہ لازم

[۴] مشق و ترتیل: برائے طلبۂ حفظ، اعدادیہ اور اولی لازم

[۵] قراءت بروایتِ سبعہ، برائے جماعتِ فضیلت

[۶] شعبۂ دینیات بالتجوید: تعدادِ طلبہ وطالبات سات سو سے زائد

[۷] انگلش: از اعدادیہ تا فضیلت لازم

[۸] کمپیوٹر: از سادسہ تا فضیلت لازم

[۹] اسکول از کے۔جی تا ہائی اسکول

[۱۰] شعبۂ نشرو اشاعت

[۱۱] شعبۂ صناعت وحرفت

[۱۲] شعبۂ ریاضتِ بدنیہ

۞ خلاصہ یہ کہ دارالعلوم محبوبِ سبحانی اپنی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیوں کے باعث مہاراشٹر کی سرزمین پر ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ سرکارِ غوثِ اعظم –رضی اللہ تعالی عنہ– کے فیضانِ کرم اور مشائخ کرام کی دعاؤں سے روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اس کے تعلیمی وتعمیری، علمی وتحریری شعبے ہنوز ترقی پزیر ہیں۔ ادارے سے اب تک ڈیڑھ ہزار سے زائد طلبہ فارغ ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں مسلکِ اہلِ سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اس ادارے کی تعلیمی ترقی کا راز یہ ہے کہ یہاں ازہرِ ہند "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور، اعظم گڑھ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے متعلمین "جامعہ اشرفیہ" و "جامعہ علیمیہ" جیسے ملک کے مایۂ ناز اداروں میں نہ صرف یہ کہ داخلہ لینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں؛ بلکہ ششماہی و سالانہ امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے، فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذٰلك۔

بزمِ فیضانِ رضا:

۞ دارالعلوم محبوبِ سبحانی کے متحرک وفعال، حوصلہ منداور باذوق طلبہ کی انجمن کا نام

"بزمِ فیضانِ رضا" ہے، یہ انجمن بانیِ ادارہ حضرت علامہ عبد الرحیم خان صاحب قبلہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی سرپرستی میں ۱۹۸۳ء میں قائم ہوئی۔ یوم قیام سے لے کر اب تک اِس بزم پر مجدد اعظم امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کا فیضِ کرم ابرِ بارندہ بن کر برس رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک برستا رہے گا۔

۞ یہ بزم درحقیقت ان شاہین صفت طلبہ کا ترویجی، اشاعتی، تربیتی اور تبلیغی ادارہ ہے، جن کا مقصد اگر ایک طرف مطبوعہ درسی وغیر درسی کتب ورسائل وجرائد کی ذخیرہ اندوزی ہے تو دوسری طرف یہ بھی ہے کہ دنیاے سنیت کے اربابِ فکر ودانش، سنجیدہ اسلوب بیان کے ماہر قلم کاروں بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی قلمی خدمات کو سلیس اندازِ بیان اور خوش اسلوبی سے مزین کر کے طباعت کے مرحلے سے گزار کر ان کی اشاعت وترسیل کا منظم انتظام کیا جائے اور ملک کی اہم دانش گاہوں اور معروف لائبریریوں میں انھیں ارسال کیا جائے، نیز عوام وخواص میں اُنھیں تقسیم کیا جائے۔

۞ یہ بزم بحمد اللہ تعالیٰ اپنے اغراض ومقاصد میں صد فی صد کامیاب وکامران ہے۔ ادارے پر اپنی کفالت کا بار نہ ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ذاتی فنڈ سے نہ صرف یہ کہ اپنی مستقل لائبریری قائم کر کے اس میں لاکھوں روپے کی کتابیں مہیا کرائیں ہیں؛ بلکہ خطیر رقم خرچ کر کے ایک بڑے ہال میں جملہ سہولیات سے لبریز ایک دیدہ زیب **"حافظِ ملت دار المطالعہ"** بھی قائم کیا ہے۔ اراکین بزم کی کارکردگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یومِ تاسیس سے لے کر اب تک یہ انجمن تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی اہم کتاب منتخب کر کے اپنے صرفہ خاص سے اس کی ترسیل واشاعت کا بوجھ برداشت کرتی آئی ہے۔

اگست ۱۹۸۶ء مطابق ۱۴۰۶ھ میں بزم فیضانِ رضا نے پہلی کتاب "اظہار الحق الجلی" (مصنف: امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شائع کر کے، اسے مفت تقسیم کرنے پر عوام وخواص سے خوب دادِ تحسین وصول کی۔ اس کتاب کی طباعت کے بعد اس بزم

پر، فیضِ رضا کی ایسی برکھا برسی کہ اس کی جانب سے علمی، تحقیقی، قیمتی اور معیاری کتب کی طباعت واشاعت کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ کل بھی جاری رہے گا۔

اِس سال بزم کے اہم ارکان:

[۱] محمد خلیل اللہ بن محمد مصطفیٰ۔ جماعتِ فضیلت (صدر)

[۲] افضل خان بن نظام احمد خان۔ جماعتِ سابعہ (نائب صدر)

[۳] محمد راشد بن احمد علی شیخ۔ جماعتِ سادسہ (سکریٹری)

[۴] شیخ مشرف بن مظاہر الحق۔ جماعتِ خامسہ (نائب سکریٹری)

[۵] عبد المطلب بن جمیل۔ جماعتِ سابعہ (خزانچی)

[۶] محمد کمال بن محمد اسرائیل۔ جماعتِ سادسہ (نائب خزانچی)

بزمِ فیضانِ رضا سے اب تک شائع ہونے والی کتابیں:

[۱] اظہار الحق الجلی : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۲] برکات الامداد : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۳] میلادِ مصطفیٰ: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۴] سید المرسلین: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۵] گستاخ رسول کی شرعی سزا: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۶] الحجۃ الفائحۃ : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ۔

[۷] دس عقیدے: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

[۸] اکرامِ امام احمد رضا: از حضرت مفتی برہان الدین جبل پوری علیہ الرحمہ

[۹] کتاب التراویح: از غزالی دوراں علامہ سعید کاظمی ،علیہ الرحمہ

[۱۰] فاضل بریلوی اور امورِ بدعت: از سید فاروق القادری صاحب۔

[۱۱] اندھیرے سے اجالے تک: از علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

[۱۲] مسائل سبعہ : از مفتی رضوان الرحمٰن صاحب مالوی

[۱۳] مدارِ نجات : از مولانا رضوان احمد صاحب شریفی

[۱۴] رضا کوئیز بک: از پروفیسر حافظ شکیل پاکستان

[۱۵] ذوقِ حسن: از استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ

[۱۶] قیامت : از پروفیسر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ

[۱۷] جشنِ بہاراں : از پروفیسر مسعود صاحب علیہ الرحمہ

[۱۸] عظمتِ نماز: از علامہ ساجد علی صاحب مصباحی

[۱۹] بولتی تصویریں: از ڈاکٹر جابر شمس صاحب مصباحی

[۲۰] ادلۂ ایمانیہ شرح قصیدۂ نعمانیہ : از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

[۲۱] تابناک موتی (صرف اردو ترجمہ: الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیہ)

از: سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

[۲۲] عقائد و نظریات: از علامہ عبد الحکیم شرف القادری علیہ الرحمہ

[۲۳] حقیقتِ محمدی (اردو ترجمہ الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف)

از: سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

[۲۴] تجلیاتِ امام احمد رضا

[۲۵] داستانِ غم یعنی یادِ اختر ازہری (الیکٹرانک ایڈیشن)

از: مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

[۲۶] امام احمد رضا اور تصوف: (الیکٹرانک ایڈیشن)

از: مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

[۲۷] اجالوں کا سفر: از حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ

[۲۸] اشرف السیر:

از شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ

[۲۹] مختصر سیرتِ شمس الضحیٰ: از سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

[۳۰] راویانِ بخاری کے مختصر حالات:

ترتیب و تقدیم سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

یہ ۳۰ ر کتابوں کی وہ فہرست ہے جو بزمِ فیضانِ رضا کی طرف سے شائع ہو کر مقبولِ عام و خاص ہو چکی ہیں۔ کتابوں کی طباعت و اشاعت و تقسیم کے علاوہ بھی طلبہ کی

دیگر سرگرمیاں ہیں، جو قابلِ تحسین بھی ہیں اور لائق تقلید بھی۔ ان کی تعلیمی سرگرمیوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

- دعوتی، فکری اور معلوماتی مضامین سے آراستہ پندرہ روزہ چار جدارہ پابندی کے ساتھ منظرِ عام پر لانا۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

- (۱) المصباح : عربی (۲) خیابانِ حرم : فارسی (۳) پیغامِ ساحلِ ملت : اردو (۴) Edify of Sahil e Millat: انگلش

اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہفتہ واری چار بزموں کا انعقاد۔ یہ کیف آفریں اور روح پرور بزمیں درج ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔

[۱] بزموں کا انعقاد بروزِ پنج شنبہ از: صبح سوا دس سے ساڑھے بارہ تک، چار بڑے ہالوں میں ہوتا ہے۔

[۲] ہر بزم میں چار طلبہ کی خطابت، چار کی نعت خوانی اور چار کی قراءت ہوتی ہے۔ جب کہ چار چار طلبہ مختلف عناوین پر تین تین احادیثِ کریمہ اور دیے گئے مسائلِ فقہیہ حفظ کر کے باحوالہ پیش کر کے دادِ تحسین حاصل کرتے ہیں۔

- عقائد و معمولات اور احکامِ فقہیہ پر وقتاً فوقتاً کوئیز کونٹسٹ کرانا۔

- نعت و خطابت اور قراءت کی خصوصی مزاولت کے لیے طلبہ کے مابین مسابقۂ نعت و خطابت و قراءت کرانا۔

- اپنے موقر اساتذۂ کرام کے زیرِ سایہ رہ کر ہر سال ایک عظیم الشان محفل بنام ''جشنِ امام احمد رضا'' منعقد کر کے، ملک کے مایۂ ناز علما اور خطبا کو بلا کر اُن کے مقدس

ہاتھوں سے مطبوعہ کتاب کی رونمائی کرانا۔

❁ مطبوعہ کتاب کو مدارسِ اسلامیہ کی لائبریریوں، مشائخِ کرام اور ائمۂ مساجد کی بارگاہوں تک مفت پہنچانا۔

❁ تحفظِ ناموسِ رسالت، تشہیرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت اور فکرِ امام احمد رضا کی اشاعت کے لیے ٹھوس ومضبوط اقدام کرتے رہنا۔

❁ یہ بات بھی قابلِ ذکر وستائش ہے کہ طلبہ، بزم کی سرگرمیوں کے نتیجے میں سال بھر خرچ ہونے والی رقم کا انتظام واہتمام خود ہی کرتے ہیں۔ سرمایہ کے بوجھ سے اراکین و منتظمین کی پشتوں کو گراں بار نہیں کرتے۔ اِس بزم پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فیض و برکات کی برکھا ایسی برس رہی ہے کہ انھیں قلتِ سرمایہ کی شکایت کبھی نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال بزم کے جملہ اقدامات بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں. فالحمد للہ علی ذٰلك۔

❁ طلبۂ کرام کی پیہم تگ و دو اور مسلسل کاوشیں اب بھی جاری ہیں اور آج بھی یہ نونہالانِ اسلام اپنے خونِ جگر سے ملکی سطح پر علمی ودینی گل بوٹے اگا رہے ہیں۔

کچھ کتاب کے بارے میں:

❁ زیرِ نظر کتاب کوئی مستقل تصنیف نہیں؛ بلکہ تیرہویں صدی ہجری کی ایک تاریخی عربی کتاب ''اَلدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ '' کا اردو ترجمہ ہے۔ اِس میں صاحبِ کتاب سند المحدثین زین الحرم حضرت علامہ سید احمد زین دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے بڑے اختصار وایجاز کے ساتھ آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ سلف سے استفادہ کرتے ہوئے معمولات وعقائدِ اہلِ سنّت وجماعت کا اِثبات واظہار اور وہابیوں کی بدعات وخرافات کا ردّ وابطال فرمایا ہے۔

۞ اِس جامع رسالے میں مصنف علیہ الرحمہ نے ناقابلِ انکار دلائل وبراہین کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے کہ **"حضورِ ساقیِ کوثر منوّرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ، آپ علیک الصلاۃ والسلام کو خدائے بزرگ وبرتر کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرنا، بوقتِ حاجت آپ کو صیغۂ ندا کے ساتھ پکارنا اور بوقتِ زیارت ودعا آپ کی مزارِ پاک کی جانب رخ اور قبلہ کی جانب پشت کرنا"** نہ صرف یہ کہ جائز؛ بلکہ مستحسن اور کارِ ثواب ہے اور مذکورہ امور پر جملہ اسلافِ کرام کا عمل بھی رہا ہے۔

۞ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآنِ مقدّس اور عربی محاورات میں مجازِ عقلی کے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے **"ثبوتِ شفاعت"** پر بھی سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے اور آخر میں وہابی تحریک کے بانی **محمد بن عبد الوہاب نجدی** کے عقائد ومعمولات اور اس کی جہالت وحماقت کو بھی خوب آشکارا کیا ہے۔

۞ خلاصۂ کلام یہ کہ کتاب مذکور انتہائی عمدہ اور متعدد خوبیوں کی جامع ہے۔ چودھویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبِ کتاب سے سندِ حدیث حاصل کی ہے۔ چناں چہ اپنی لاجواب کتاب "اِقامة القیامة علی طاعنِ

القیامِ لنبیّ تہامۃ" میں اِسی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہوئے صاحبِ کتاب کو "خاتمۃ المحدثین، زین الحرم، عین الکرم" جیسے گراں قدر الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ نیز اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر موصوف کا تذکرہ "حضرت علامۃ الوریٰ، علم الہدیٰ، مولانا وشیخنا وبرکتنا، سید سند احمد زینی دحلان شافعی" جیسے بھاری بھرکم القاب کے ساتھ کیا ہے۔

❁ جس شخصیت کو اپنے وقت کے امامِ مطلق نے "علامۃ الوریٰ، خاتمۃ المحدثین اور سید المحققین" جیسے گراں قدر القاب سے یاد کیا ہو اس کی عظمت وشان اور اس کے علمی جاہ وجلال کا صحیح اندازہ لگا پانا عام علما کی قدرت سے باہر ہے۔

❁ وہابی تحریک کے ردّ وابطال میں، اس کے یومِ پیدائش سے لے کر آج تک یوں تو بے شمار کتب ورسائل لکھے جا چکے ہیں، خود سرکارِ اعلیٰ حضرت مقتداے اہلِ سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ردّ وہابیت میں دفتر کے دفتر لکھ کر، اہلِ عالَم کو اس طاغوتی جماعت کے باطل افکار ونظریات سے بچانے کی حتی المقدور کوشش فرمائی ہے، آپ کے سبھی رسائل دلائلِ قاطعہ وبراہینِ ساطعہ سے لبریز اور اہلِ باطل کے لیے موت کے پیغام کی طرح ہیں۔ دیگر علماے اہلِ سنت نے بھی ردّ وہابیت میں بڑی سرگرمی کے ساتھ بھرپور حصہ لیا ہے۔ (فجزاھم اللہ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین)

❁ مگر ان سب میں حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "اَلدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ" کو تاریخی حیثیت حاصل ہے؛ کیوں کہ جس وقت سرزمینِ عرب میں آلِ شیخ وآلِ سعود مل کر تلوار کے زور پر وہابی تحریک کو پروان چڑھا رہے تھے، اسی وقت مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین سے حضرت علامہ موصوف ردّ وہابیت میں کلمۂ

حق (حق کی آواز) بلند فرمارہے تھے۔

اِس کتاب کے تاریخی پس منظر کو اگر مدِّ نظر رکھا جائے تو امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہمارے مخالفین نے جو پروپیگنڈہ پھیلایا ہے وہ یقیناً تارِ عنکبوت (مکڑی کے جالے) کی طرح کمزور و بے حقیقت ثابت ہوگا۔

بہر حال یہ کتاب متعدد خوبیوں کی حامل ہے۔ عربی زبان میں ہونے کے سبب صرف علما و عربی داں حضرات ہی اس سے استفادہ کر سکتے تھے۔ اِفادۂ عام کے لیے اسے سلیس و رواں اردو زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاکہ سبھی حضرات اس ابلیسی جماعت کے مکر و فریب اور قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ، اجماعِ امت اور اسلافِ کرام کے افکار سے متصادم اس کے نظریاتِ فاسدہ و خیالاتِ کاسدہ سے آشنا ہوسکیں۔ اِس دینی و علمی کام میں ناچیز مترجم نے کچھ اس طرح کی کدو کاوش کی ہے:

- اس نے انتہائی سلیس و رواں؛ بلکہ وضاحت آمیز ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کہیں مشکل الفاظ یا جملے آئے بھی ہیں تو قوسین ''()'' میں اُن کی توضیح و تشریح کردی ہے۔
- جہاں آیاتِ قرآنیہ یا احادیثِ نبویہ تھیں، وہاں ترجمہ کے ساتھ نظمِ قرآنی اور متن حدیث کو بھی درج کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔
- عوام الناس کی سہولت کے پیشِ نظر زیادہ تر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ عمدۃ المفسرین حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی علیہ الرحمہ کی ''تبیان القرآن'' سے لیا ہے؛ لیکن کہیں کہیں ''کنز الایمان'' سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔

- حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے اکثر مقامات پر آیتِ کریمہ اور حدیث پاک کا مستدل بہ حصہ ہی ذکر کیا تھا، مترجم غفرلہ نے، اصل اور اضافے کے فرق کا خیال رکھتے ہوئے، قوسین "()" میں پوری آیتِ مجیدہ اور حدیثِ مبارک کو درج کر دیا ہے۔
- جملوں کی سلاست اور روانی کو برقرار رکھنے کے لیے قوسین میں سابقہ اور لاحقہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔
- جو واقعات اشارتاً مذکور تھے یا جو احادیثِ کریمہ ضمناً درج تھیں، اُن کی تکمیل پر خصوصی توجہ دی ہے۔
- حتّی المقدور علمی اصطلاحات کی توضیح وتشریح کر دی ہے، اِسی طرح مخصوص علاقوں کے ناموں بھی وضاحت کر دی ہے۔
- جہاں محدث/راوی/مصنف کا صرف نام/لقب تھا وہاں قوسین میں مکمل نام کی تصریح کر دی ہے۔
- تمام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی تخریج کر دی ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ کے ذکر کردہ حوالوں کے ساتھ، حاصل شدہ جملہ مراجع کو بھی ذکر کر دیا ہے اور آخری راوی کا نام بھی درج کر دیا ہے۔
- تمام عربی عبارتوں پر اعراب کا التزام کیا ہے۔
- کہیں کہیں تعلیقات وحواشی کا بھی افادہ کیا ہے اور ظاہری عبارت سے پیدا ہونے والے شبہات کو بھی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔
- کمپوزنگ میں جدید اردو رسم الخط کی خوب رعایت کی ہے۔

۞ اب یہ معرکۃ الآرا، عظیم الشان کتاب دار العلوم محبوبِ سبحانی کے سعادت مند و نیک بخت طلبۂ کرام کی بزم "**بزم فیضانِ رضا**" اور تقریباً دس سالوں سے اہلِ سنت و جماعت کی اصلاح وتربیت اور بدمذہبوں کے ردوابطال کا فریضہ انجام دینے والی عظیم الشان تنظیم "**نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن**" کے باہمی اشتراک سے، زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کی نگاہوں کو نور اور قلب وجگر کو سرور فراہم کر رہی ہے۔ دعا گوہوں کہ اللہ رب العزت ان طالبانِ علوم نبویہ اور نورِ ایمان کے جملہ ارکان کو زیورِ علم سے آراستہ فرمائے اور انھیں دین و دنیا کی برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبك سید المرسلین ﷺ۔

۞ یہ ہیچ مداں اپنی بے مائیگی اور کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے اہلِ علم کی بارگاہ میں گزارش کرتا ہے کہ اگر انھیں ترجمہ، اعراب، تحقیق، تخریج اور تعلیق وغیرہ میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ذرہ نوازی فرماتے ہوئے فقیر کو مطلع فرمائیں؛ تاکہ اس کا ازالہ کیا جاسکے، نیز احقر کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اسے پختہ کار بنائے اور اس کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔

۞ آخر میں مَیں سراپا سپاس بن کر استاذِ گرامی حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد اختر رضا صاحب قبلہ مصباحی** کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوں، کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر، نہایت گہرائی کے ساتھ، نہ صرف یہ کہ کتاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا؛ بلکہ دعائیہ کلمات لکھ کر اسے قابلِ اعتبار واستناد بنایا۔ محبِّ گرامی قدر خلیفۂ حضور قائدِ ملت حضرت علامہ **مفتی محمد فیروز خان صاحب علیمی مصباحی** کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ انھوں نے نظرِ ثانی فرما کر کمپوز کی

غلطیوں کا ازالہ فرمایا۔ اِسی طرح پیکرِ خلوص ومحبت، ادیب شہیر، استاذ الادباء **حضرت علامہ مفتی محمد نور القمر** (ابن رقم) مصباحی دامت برکاتہ العالیہ کا بھی ممنون ہوں کہ حضرت نے تشجیعی کلمات لکھ کر ناچیز کے حوصلوں کو جلا بخشی۔

۞ عزیز سعید مولانا **محمد صدرِ عالم صاحب** سبحانی اور عزیزم مولانا **محمد عبد اللہ صاحب** سبحانی مصباحی أسعدھما اللہ تعالی فی الدارین کا بھی مشکور ہوں کہ ان نوجوان فضلا نے، اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود میرا لحاظ رکھا اور دیے گئے عنوان پر لکھ کر نہ صرف یہ کہ اپنی بیداری کا ثبوت دیا؛ بلکہ احقر کے لیے کافی حد تک آسانیاں بھی فراہم کیں۔ **فجزاھم اللہ أحسن الجزاء ورزقھم اللہ خیرا کثیرا فی الدنیا والآخرۃ۔**

۞ دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ "**بزمِ فیضانِ رضا**" اور "**نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن**" کے جملہ اراکین و منتظمین کی اِس دینی وعلمی کاوش کو مقبولیت کا جوہر بخش کر اِنھیں وہ جزا عطا فرمائے جو اس کی شانِ کریمی کے لائق ہو، مستقبل میں بھی اِن حضرات کو، علمائے عظام ومشائخِ کرام کی قلمی خدمات کو متعارف کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دینی کتب ورسائل کی اشاعت وترسیل کے لیے ان کی عقل وفکر کو دوآتشہ بنائے! آمین یارب العالمین بوسیلۃ سیدنا و مولانا محمد الصادق الامین امام الانبیاء و المرسلین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد النبی الامی و علی آلہ و صحبہ وبارك وسلم

یکے از عاشقانِ خاکِ مدینہ

احقر الزمن **سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی**، عفی عنہ

صدر مدرس: دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی ۷۰

حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حیات و خدمات

حضرت مولانا صدرِ عالم صاحب رضوی سبحانی

استاذ ادارۂ ہٰذا

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده و على آله و صحبه الذين سلكوا نهجه۔

فضلِ الٰہی:

❁ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے، اس خاندانِ گیتی پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام و مرسلین عظام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مبعوث فرمایا اور انھیں ایسے معجزات وکمالات اور اوصاف وجمالات سے سرفراز فرمایا جو خلق خدا کی رشد و ہدایت کا سبب بن سکیں، چناں چہ اُن کے معجزات وتصرفات اور اخلاق و کردار کے ذریعے بے شمار خوش نصیبوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نجات اور فلاحِ اُخروی کی سوغات ملی۔ وہ نیک بخت ایمان و اسلام کے اجالوں میں آ کر رضائے الٰہی کے حق دار اور

رحمتِ خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔

❁ اللہ ربُّ العزت نے سب سے آخر میں ہمارے آقا حضور خاتم النبیین ، رحمتِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو مبعوث فرما کر سلسلۂ نبوت ورسالت کو ہمیشہ کے لیے موقوف فرما دیا۔ آپ علیک الصلاۃ والسلام کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نبی نہیں آسکتا؛ لیکن چوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم صبحِ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے ہادی ورہبر ہیں، اس لیے اللہ عزوجل نے نبوت کے سلسلے کو بند کرنے کے بعد لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے ''وارثینِ انبیا'' کا سلسلہ جاری فرمایا، جو کہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔

❁ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب علیہ الصلاۃ والسلام کی امتِ مرحومہ اور نسلِ پاک میں، ہر زمانے میں اولیا واقطاب، ابدال واغواث، علما وصلحا اور فقہا ومحدثین پیدا فرمائے، جنھوں نے پوری ذمے داری کے ساتھ دینِ متین کی خدمات سر انجام دیں اور اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی پیغام دنیا والوں تک پہنچایا۔ اُن نفوسِ قدسیہ کی خدماتِ جلیلہ کے حیرت انگیز اثرات آج بھی جاری وساری ہیں، ان کے علمی سرمائے آج بھی لاکھوں لوگوں کو ہدایت دے کر انھیں حقیقی کامیابی سے شادکام کر کے ان کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور فراہم کر رہے ہیں۔

❁ ان ہی نفوسِ مطہرہ میں، شہزادۂ سرکارِ غوث اعظم سیدنا شاہ عبد القادر جیلانی ، زین العرب والعجم، شیخ الاسلام والمسلمین ، امام الحرمین الطیبین حضرت علامہ مفتی سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی علیہ الرحمہ کی ذاتِ ستودہ صفات بھی ہے۔

ولادتِ باسعادت:

آپ علیہ الرحمہ کی ولادتِ باسعادت سن ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں عظمت و حرمت والے شہر مکۂ مکرمہ میں ہوئی۔

نسب پاک:

۞ آپ علیہ الرحمہ حسنی سادات میں سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب پندرہویں پشت میں حضور سیدی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ستائیسویں پشت میں خلیفۂ راشد، جگر گوشۂ بتول، راکبِ دوشِ عزت حضرت سرکار امامِ حسنِ مجتبیٰ علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام سے جاملتا ہے۔ سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے:

۞ شیخ احمد بن دحلان بن نعمت اللہ بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ بن عثمان بن عطایا بن فارس بن مصطفیٰ بن احمد بن احمد بن محمد بن زکریا بن یحییٰ بن محمد بن سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بن موسیٰ جنگی دوست بن عبد اللہ جیلی بن یحییٰ زاہد بن محمد مدنی بن داؤد بن موسیٰ ثانی بن عبد اللہ رضا بن موسیٰ جون بن عبد اللہ محض بن حسنِ مثنیٰ بن امام حسنِ مجتبیٰ بن امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، زوج حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء بتول بنت سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

تعلیم وتربیت اور علم وفضل:

۞ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ حفظِ

قرآنِ کریم کی تکمیل فرمائی؛ بلکہ متعدد علوم وفنون کی کتابوں کے متون یاد کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس کے بعد علمِ فقہ وافتا سمیت جملہ مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارتِ تامہ حاصل کر کے علم وفضل اور سلوک وتصوف کے افق پر نیرِ تاباں کے مانند اس طرح چمکے کہ اہلِ عالم آپ کی علمی جولانیت اور روحانی تجلیات دیکھ کر حیرت وششدر رہ گئے۔ کسی نے شیخ الاسلام کہا تو کسی نے امام الحرمین، کسی نے امام المحدثین کا لقب دیا تو کسی نے شیخ العرب والعجم کا۔

غرض یہ کہ آپ ایسے یکتائے روزگار ہوئے کہ اس زمانے کے آسمانِ علم وفضل کے نہ جانے کتنے آفتاب وماہتاب نے آپ سے انوار کی خیرات مانگی، حتیٰ کہ امام اہلِ سنت، مجددِ دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے اپنے پہلے سفرِ حج بیت اللہ کے موقع پر اپنے والدِ بزرگوار امام المحققین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان علیہ رحمۃ المنان کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں نہ صرف یہ کہ حاضری دی؛ بلکہ حصولِ برکت کے لیے ان سے علمِ حدیث میں سندِ اجازت بھی حاصل کی۔

حیرت انگیز یادداشت:

آپ علیہ الرحمہ کی وسعتِ علمی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ سائل کے پوچھے گئے سوالوں کے جوابات مذاہب اربعہ کے مطابق دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ عمر کے آخری ایام میں آپ کی علمی شہرت ومقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ اس زمانے کے علما وفضلا، امرا وحکما، اہلِ سیاست واقتدار اور اربابِ حل وعقد بھی حضرات درپیش مسائل میں شرعی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ کی جانب رجوع کو باعثِ فخر سمجھا کرتے تھے۔

۞ اللہ رب العزت نے آپ کو مثالی ذہانت وفطانت سے نوازا تھا، کسی کتاب کو یاد کرنے کے لیے اسے ایک دوبار دیکھ لینا کافی ہوتا تھا۔ آپ کی صحبتِ بافیض سے مشرف ہونے والے آپ کی قوتِ حافظہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کو پوری صحیح بخاری، سورۂ فاتحہ کی طرح یاد تھی اور بوقتِ ضرورت آپ احادیثِ کریمہ کی قراءت اس انداز سے کیا کر تے تھے جیسے کوئی حافظِ قرآن، قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ اکبر۔

اساتذہ وشیوخ:

۞ جن اساتذہ کرام ومشائخ عظام سے آپ نے مختلف علوم وفنون میں اکتسابِ فیض کیا ہے، ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

(۱) شیخ محمد سعید مقدسی (۲) شیخ علی سرور (۳) شیخ عبداللہ سراج حنفی (۴) شیخ بشری جبری (۱) شیخ محمد سعید مقدسی (۲) شیخ علی سرور (۳) شیخ عبداللہ سراج حنفی (۴) شیخ بشری جبری (۵) شیخ حامد عطار (۶) شیخ احمد مرزوقی (۷) شیخ عثمان بن حسن دمیاطی ازہری (۸) قاضی علی خان مدراسی ہندی (۹) شیخ یوسف صاوی (۱۰) شیخ محمد شنواطی ازہری (۱۱) شیخ محمد امیر کبیر ازہری (۱۲) شیخ عبداللہ شرقاوی ازہری۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[۱]

---

[۱] فہرس الفہارس والاثبات، ج۱، ص۳۹۰ — نفحۃ الرحمن فی بعض مناقب الشیخ السید احمد بن السید زینی دحلان، ص۲۲ تا۲٤ دحلان، ص۲۲ تا۲٤

تلامذہ وخوشہ چیں:

آپ کے چشمۂ علم وفضل سے تشنگانِ علوم خوب سیراب ہوئے ،آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے والوں اور حصولِ برکت کے لیے اجازتیں حاصل کرنے محدثین وفقہا کی ایک طویل فہرست ہے۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) شیخ ابوبکر بن محمد شطا بکری دمیاطی (۲) شیخ ادریس بن عبدالہادی علوی (۳) شیخ قاضی عبداللہ بن ہاشمی (۴) شیخ عبدالملک بن عبدالکبیر فاسی (۵) شیخ محمد طیب تونسی (۶) شیخ أحمد بن محمد بنانی (۷) شیخ ابوجیدۃ فاسی (۸) شیخ مکی بن عزوز (۹) شیخ سید حسین حبشی باعلوی (۱۰) شیخ محمد سعید بابصیل مکی (۱۱) شیخ سید سالم بن عیدروس باعلوی (۱۲) شیخ سید عمر شطا مکی (۱۳) شیخ احمد بن عثمان عطار (۱۴) شیخ نور علی بن ظاہر مدنی (۱۵) شیخ شہاب أحمد بن اسماعیل برزنجی (۱۶) شیخ محمد بن محمد مرغینانی اسکندری (۱۷) شیخ محمد الامام بن ابراہیم سقا مصری (۱۸) شیخ حسین بن محمد طرابلسی (۱۹) شیخ محمد شریف دمیاطی (۲۰) شیخ شہاب احمد بن حسن عطاس (۲۱) شیخ نور الحسنین بن محمد حیدر حیدرآبادی (۲۲) شیخ الاسلام امام احمد رضا خان بریلوی (۲۳) امام المحققین مفتی نقی علی خان بریلوی (۲۴) شیخ سید ابوبکر بن عبد الرحمن باعلوی (۲۵) شیخ عباس بن جعفر بن عباس حنفی مکی (۲۶) شیخ عبدالحمید بن علی بن عبدالقادر قدس مکی شافعی (۲۷) شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب حنفی مکی۔ شیخ سید علوی بن احمد بن عبدالرحمن سقاف مکی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔[۱]

---

[۱] نثر الجواہر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر، ص: ۱۱۹

تصنیفات وتالیفات:

۞ آپ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً تین درجن قلمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں :

(۱) فتنۃ الوہابیۃ

(۲) الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ

(۳) خلاصۃ الکلام فی بیان امراء بلد الحرام

(۴) اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب

(۵) تیسیر الاصول لتسہیل الوصول

(۶) منہاج العطشان علی فتح الرحمن

(۷) الفتوحات الاسلامیۃ بعد الفتوحات النبویۃ

(۸) السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ

(۹) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین واہل البیت الطاہرین

(۱۰) فضائل العلم

(۱۱) فضائل الجمعۃ والجماعات

(۱۲) بیان المقامات وکیفیۃ السلوک

(۱۳) انوار السنیۃ بفضائل ذریۃ خیر البریۃ

(۱۴) النصائح الایمانیۃ للامۃ المحمدیۃ

(۱۵) تاریخ الدول الاسلامیۃ بالجداول المرضیۃ

(۱۶) طبقات العلماء

(۱۷) متن الشاطبية الجامع بكل المرام في القراءت

(۱۸) تاريخ الأندلس

(۱۹) متن الألفية

(۲۰) تلخيص منهاج العابدين للامام الغزالي

(۲۱) تلخيص أسد الغابة

(۲۲) تلخيص الاصابة في معرفة الصحابة

(۲۳) حاشية على الزبد لابن رسلان

(۲۴) فتح الجواد المنان بشرح فيض الرحمان

(۲۵) رسالة جليلة في مباحث البسملة

(۲۶) رسالة عن فضائل الجمعة

(۲۷) رسالة الشكر للامام الغزالي

(۲۸) رسالة في البعث والنشور

(۲۹) ارشاد العباد في فضائل الجهاد

(۳۰) شرح الاجرومية في النحو

(۳۱) تقريرات على تفسير البيضاوي

(۳۲) شرح على الألفية

(۳۳) تقريرات على الأشموني والصبان

(۳۴) تقریرات علی السعد

(۳۵) حاشیۃ البنانی

وہابیوں کی ناپاک کوشش:

آپ علیہ الرحمہ وہابیوں کو فرقۂ ضالہ یعنی گمراہ سمجھتے تھے۔ ان کے باطل عقائد و نظریات کے رد میں آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں سوادِ اعظم اہلِ سنت کا دفاع کرتے ہوئے ان کے عقائد و معمولات کو ناقابلِ انکار دلائل و براہین سے ثابت فرمایا ہے، نیز وہابیوں کے بیہودہ ہفوات و اعتراضات کا دنداں شکن جواب دے کر اہلِ اسلام کے روبرو ان کی حقیقت سے نقاب کشائی فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے وہابیت کے نمائندوں نے آپ کا انتہائی جاہلانہ رد لکھا، آپ کی ذاتِ مقدسہ پر کیچڑ اچھالا، مغلظات بکے اور علمی جواب دینے کے بجائے اپنے گالی ناموں کے ذریعے حضرت کی شخصیت کو داغ دار کرنے کی ناپاک کوششیں کی؛ مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔[۱]

تصنیفات کا مختصر تعارف:

آپ کی بعض مشہور کتابوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

(۱) فتنۃ الوھابیۃ:

اس کتاب میں شیخ نے وہابیت کی حقیقت واضح کر کے اس کے نقیبوں کی خوب دھلائی کی ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

---

[۱] صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، ص: ۵۰۳

"وہابیت ایک بہت بڑی مصیبت ہے جس کا اہلِ اسلام شکار ہو گئے اور یہ سب کچھ اس کے بانی (محمد بن عبد الوہاب نجدی) کے توحید و شرک، زیارت، استمداد از اولیا، توسل اور شفاعت کے بارے میں غلط نظریے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کے افکارِ باطلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی معاشرے میں دینی اصلاح کی بجائے بہت ساری مشکلات پیدا ہوئیں اور اس کے متشدد نظریات مسلمانوں کی پریشانی کا سبب بن گئے"

(۲) الدرر السنية في الرد على الوهابية :

زیرِ نظر کتاب اسی عظیم الشان رسالے کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں شیخ نے بعض عقائد و معمولاتِ اہلِ سنت کو ثابت فرمایا ہے اور مخالفین کے شکوک کے مدلل جواب ارشاد فرمائے ہیں، نیز وہابیوں کے افکارِ خبیثہ کی خوب خبر لی ہے اور ان کے سیاہ کارناموں کو طشت از بام کر کے امتِ مسلمہ کو ان کے مکر و شر سے بچانے کی حتی المقدور کوشش فرمائی ہے۔

(۳) تيسير الأصول لتسهيل الوصول:

یہ کتاب تزکیۂ نفس، نفس سے مربوط مسائل، مکاشفاتِ علما اور تصوف پر مشتمل ہے۔ یہ علامہ کی آخری تصنیف ہے، جسے آپ نے عمر کے آخری پڑاؤ پر لکھا اور بوقتِ وصال مریدین و متوسلین کو اس کتاب کے پڑھنے کی خاص وصیت بھی فرمائی۔

(۴) منهل العطشان على فتح الرحمن:

یہ کتاب علومِ بلاغت پر مشتمل ہے، مؤلف علیہ الرحمہ نے علمِ معانی و بیان کے مباحثِ جلیلہ کو بڑے انوکھے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

(۵) الفتوحات الاسلامية بعد الفتوحات النبوية :

اس کتاب میں خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت سے لے کر، عثمانی بادشاہ سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک کے مسلمانوں کی فتوحات کا تذکرہ ہے۔ کتاب کے خاتمے میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفائے اربعہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم اجمعین کی حیاتِ مبارکہ اور ان کے مکارمِ اخلاق پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۶) رسالۃ جلیلۃ فی مباحث البسملۃ:

یہ رسالہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے بسم اللہ شریف کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اس میں مختلف علوم وفنون مثلاً علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ منطق، علمِ معانی، علمِ بدیع، علمِ فقہ اور تصوف کی روشنی میں بسم اللہ کی شاندار تفسیر کی ہے۔ یہ عظیم الشان رسالہ حضرت کی وسعتِ علمی ودقتِ نظری اور متعدد علوم وفنون میں آپ کی امامت کا واضح اعلان کر رہا ہے۔

(۷) کیفیۃ المناظرۃ مع الشیعۃ والرد علیہم:

یہ اُن افادات کا مجموعہ ہے جو علامہ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ شیخ عثمان دمیاطی سے سنا اور انھیں کتاب کی شکل میں مرتب فرمایا۔ آغازِ کتاب میں مناظرے کے کچھ بنیادی اصول وضوابط لکھے ہیں، خاص طور پر روافض کے ساتھ مناظرے کے طریقۂ کار پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

غیروں کا اعترافِ حقیقت:

کسی نے سچ کہا ہے: حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ وہابی مولوی اگرچہ علامہ زینی دحلان سے بغض رکھتے تھے، مگر وہ آپ کے علمی مقام ومرتبے کا انکار نہ کر سکے، چناں چہ

وہابی مولوی زرکلی، علامہ کے بارے میں لکھتا ہے:

"فقیہِ مکہ، مکے میں پیدا ہوئے اور فتویٰ و تدریس کی مسند پر متمکن ہوئے"[۱]

کتانی نے لکھا ہے:

"مکہ کے مفتی زینی دحلان علامہ اور نیک تھے اور ان شخصیات میں سے تھے جن کے ذریعے اللہ تعالی نے اسلام کو نفع پہنچایا"[۲]

حسن سقاف اور بغدادی نے آپ کو "مفتی، رئیس العلماء اور شیخ الخطباء" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اعترافِ حقیقت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"علامہ زینی دحلان اپنے زمانے کے مشہور علما میں سے تھے، یہاں تک کہ علامہ لکنوی نے اپنے مکہ کے سفر کے دوران علامہ زینی دحلان سے ہدایہ شریف کی تمام اسانید کی اجازت لی اور انھیں «الشیخ الفقیۃ الکامل النبیۃ مفتی الشافعیۃ» سے تعبیر کیا۔[۳]

عقائد و نظریات:

آپ کے عقائد و نظریات وہی تھے جو سلفاً و خلفاً تمام علمائے اہلِ سنت و جماعت کے ہیں، البتہ بعض فرعی امور میں آپ کا موقف جمہورِ اہلِ سنت سے الگ تھا، مثلاً آپ ابو

---

[۱] خیر الدین زرکلی، الأعلام، دار العلم للملايين، ج:۱، ص:۱۳۰

[۲] فہرس الفہارس والأثبات، ج:۱، ص:۳۹۰

[۳] الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل، محقق: عبد الفتاح ابو غدۃ، ناشر: مكتب المطبوعات الاسلامیۃ، ج:۳، ص:۲۹

طالب کے ایمان اور ان کی نجات کے قائل؛ بلکہ مبلغ تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے ''أسنى المطالب في نجاة أبي طالب'' نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ اسی طرح آپ یزیدِ پلید پر لعنت کو جائز سمجھتے تھے۔ ان کی کتابوں میں یزید پر لعن وطعن مذکور ہے۔

وصالِ اقدس:

۞ علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصالِ پر ملال ۱۳۰۴ھ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا اور تدفین مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں ہوئی۔ لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔[۱]

صدرِ عالم رضوی سبحانی

استاذ: دار العلوم محبوب سبحانی

کرلا ویسٹ ممبئی

۷ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ

مطابق ۲۳ اکتوبر ۲۰۲۳ء

---

[۱] حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر، ص: ۱۸۳

حالاتِ مترجم............ایک نظر میں

نام مع ولدیت: سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی ابن مولانا سید محمد نشاط حسین مرحوم

تاریخ پیدائش : ۱۲ر ستمبر ۱۹۸۵ء

وطن : محلہ سنگروسی، شہر اناؤ، یو۔ پی۔ ہند۔

تعلیم : [۱] ناظرہ، حفظ، اعدادیہ : مدرسہ فیض عام، شہر اناؤ، یو۔ پی

[۲] اولی، ثانیہ : دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ، یو۔ پی

[۳] از ثالثہ تا فضیلت وقراءتِ حفص : باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یو۔ پی

فراغت : جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یو۔ پی

[۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء]

تعلیمی اسانید : حافظ۔ عالم۔ فاضلِ درس نظامی۔ قراءتِ حفص۔ فاضلِ دینیات [عربی وفارسی بورڈ، الہ آباد، یو۔ پی]

تدریس : دار العلوم محبوب سبحانی، امام احمد رضا چوک، نیوملِ روڈ، کرلا ویسٹ ممبئی، مہاراشٹر ۰۷۔ از ۲۰۰۹ء تا حال بحیثیت صدر المدرسین۔

بعض اساتذۂ کرام : صدر العلما، عمدۃ المحققین خیر الاذکیا، حضرت علامہ مولانا محمد احمد

صاحب مصباحی۔ سراج الفقہا محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب مصباحی۔ سند المحدثین حضرت علامہ عبد الشکور صاحب مصباحی۔ نصیرِ ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین صاحب مصباحی۔ زینتِ تدریس شمس العلما، شارحِ مؤطا امام مالک حضرت علامہ مفتی محمد شمس الہدیٰ صاحب مصباحی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب مظہر صاحب علیہ الرحمہ۔ ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا نفیس احمد صاحب مصباحی۔ صدر العلما حضرت علامہ صدر الوریٰ صاحب مصباحی۔ ماہرِ علم وفن حضرت علامہ محمد ناظم علی صاحب مصباحی۔ نازشِ لوح وقلم حضرت مولانا ساجد علی صاحب قادری مصباحی۔ وغیرھم من نوابغ الدھر و اعلام العصر حفظھم اللہ تعالیٰ فی الدارین عن کل فتنۃ و شر۔

تالیفات وتراجم:

[۱] ادلۂ ایمانیہ شرح قصیدۂ نعمانیہ ۔[مطبوع]

[۲] آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نورانیت وبشریت کے جلوے۔[مطبوع]

[۳] صلح کلی کون؟۔[غیر مطبوع]

[۴] غیر مقلدین سے چند سوالات۔[غیر مطبوع]

[۵] اردو ترجمہ الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ بنام تابناک موتی، اردو، ہندی۔[مطبوع]

[۶] اردو ترجمہ الجزأ المفقود من مصنف عبد الرزاق بنام حقیقتِ محمدی۔[مطبوع]

[۷] اردو ترجمہ نور البدایات وختم النھایات۔[غیر مطبوع]

[۸] سبحانی دینی نصاب، پانچ حصے۔ [مطبوع]

[۹] تاج دارِ ختمِ نبوت۔ [مطبوع]

[۱۰] دوستی کے پیمانے، اردو، ہندی۔ [مطبوع]

[۱۱] مختصر سیرتِ شمس الضحیٰ۔ [مطبوع]

[۱۲] مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح کے محاسن و کمالات۔ [مطبوع]

[۱۳] عدالتِ صحابہ، تحقیق و انصاف کے آئینے میں۔ [مطبوع]

[۱۴] اسلام ہی دینِ برحق کیوں؟ [غیر مطبوع]

[۱۵] راویانِ بخاری کے مختصر حالات۔ [مطبوع]

[۱۶] وافية النحو اردو ترجمہ كافية النحو، بحثِ اسم۔ [غیر مطبوع]

[۱۷] قصیدۂ نعمانیہ کا تحقیقی جائزہ۔ [غیر مطبوع]

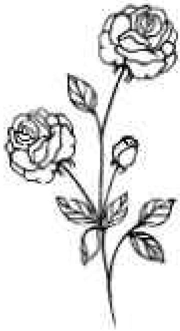

احادیثِ ضعیفہ: ایک اصولی جائزہ

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سبحانی مصباحی

استاذ: جامعۃ المدینہ فیضانِ سید افضل الدین حیدر، درگ چھتیس گڑھ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

حضور تاجدارِ کائنات، فخرِ موجودات، جنابِ احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار خصوصیات اور بے نظیر کمالات سے مالامال فرمایا۔ اپنا نائب مطلق وخلیفۂ اعظم ٹھہرا کر اپنی ذات وصفات کا مظہرِ اتم وعکسِ جمیل بنایا۔ اپنی شانِ جمال و وصفِ جلال سے حصۂ وافر عطا فرما کر عزت وعظمت، سطوت وہیبت اور شان وشوکت کی انتہا پر فائز فرمایا اور مخلوق تک اپنا پیغام پہنچانے، ان کی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دینے، انھیں جادۂ مستقیم پر گامزن کرنے، رذائل کی تاریکیوں سے نکال کر فضائل کا نور بخشنے اور ان کی حاجت روائی وداد رسی کے لیے نبی رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن بقولِ ڈاکٹر اقبال:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ہر دور میں کچھ ایسے گروہ وافراد جنم لیتے رہے جنھوں نے اپنی ازلی شقاوت وابدی

بدبختی کا ثبوت دیا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی سازشوں اور مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے تنقید و تنقیص کا ہدف بناتے ہوئے آپ کی عظمت و شان گھٹانے کی کوشش کی۔ کسی نے ذات بابرکات پر نشانہ سادھا تو کسی نے معجزات و کمالات کی نفی کی۔ نیز آپ کے خصائص و فضائل کو ثابت و محقق کرنے والے ہر حوالے کو نامعتبر اور ہر ماخذ کو ناقابلِ اعتماد بنانے کی بھی سعیِ نامحمود جاری رکھی۔

❁ اسی تناظر میں قرآنِ حکیم کے بعد دوسرے سب سے اہم مصدر و ماخذ اور معتمد و مستند اسلامی حوالے کی حیثیت رکھنے والی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کو آشکار کرنے والی احادیثِ طیبہ بھی ان کی دست درازی سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ احسان فراموش قوم نے ان کی نسبت و تعلق اور حجیت و معنویت کو پرے رکھتے ہوئے صحت و ضعف کے نام پر کثیر ذخیرۂ احادیث کو بلا تحقیق و تفصیل ناقابلِ اعتماد و استدلال اور غیر معمول قرار دے دیا۔ اور اس طرح حیاتِ انبیا، امتناعِ نظیر، علمِ غیب، حاضر و ناظر، معراج و دیدارِ الٰہی، عیدِ میلادالنبی، استغاثہ و استعانت، ندائے یارسول اللہ، توسل و زیارت، قیامِ تعظیمی، تقبیلِ ابہامین غرضے کہ ہر اس مسئلہ و معمول کو متنازع بنا دیا گیا جو مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان و عظمت اور آپ کے عشق و محبت کے حوالے سے مشہور ہے۔

❁ بقولِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے   پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

❁ فرقۂ وہابیہ ضالہ کے نام سے موسوم و مشہور اس گروہ نے احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے مابین فرقِ مراتب کا اعتبار نہ کرتے ہوئے محض خواہشِ نفس کی پے روی

میں، صحیح کو ضعیف اور ضعیف کو موضوع کہا۔ نیز لفظی و معنوی تحریف و تبدیل کو شیوۂ جاں بنا کر وہ طوفان بد تمیزی بپا کیا کہ ''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' کا مصداق ٹھہرے۔

چوں کہ تاریخی کتاب ''اَلدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ، تصنیفِ لطیف: محدثِ جلیل حضرت علامہ مفتی سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ، اردو ترجمہ بنام ''تابناک موتی'' مع تخریج و تعلیق و تحقیق: از استاذنا المکرم حضرت علامہ سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ'' میں کئی معمولات و عقائدِ اہل سنت کو آیات و احادیث سے مبرہن و مزین کیا گیا ہے؛ گوکہ بعض روایتیں عند المحدثین ضعیف ہیں؛ لیکن احادیثِ ضعیفہ کا فضائلِ اعمال و اشخاص اور امورِ مستحبہ میں مقبول ہونا اتفاقی مسئلہ ہے۔ پھر بھی اہلِ توہّب کی جانب سے انھیں اس طرح رد کیا جاتا ہے، جیسے احادیثِ ضعیفہ سرے سے حدیث ہی نہیں اور اُن سے کسی قسم کا کوئی حکم شرعی وابستہ نہیں۔ اس لیے سرِ دست اس جماعت کے ذریعے احادیثِ طیبہ میں ضعیف روایات کے حوالے سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا استاذِ محترم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے، ذیل میں احادیثِ ضعیفہ کی استنادی حیثیت و حجیت اور ان کے مقامِ اعتبار و استدلال خصوصاً بابِ فضائل و استحباب میں ان کی قبولیت کے حوالے سے مختصر سی گفتگو پیش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے یہ جاننا اہم ہے کہ مختلف النوع مطالب و مسائل کے ثبوت و تحقق کے لیے درجات و مراتب کے اعتبار سے کس قسم کی حدیث ضروری ہے؟ مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اکابرینِ امت کی تنقیحات و تصریحات کی روشنی میں اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیثِ مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگرچہ کیسے ہی قوتِ سند ونہایتِ صحت پر ہوں، اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیثِ آحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار"۔ (کیوں کہ ان عقائد کے تسلیم وانکار کی بنیاد پر کسی کے کفر و ایمان کا فیصلہ ہوتا ہے۔ لہذا اتنے سخت فیصلے کے لیے دلیل بھی اسی درجے کی ضروری ہے)

"دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہٖ خواہ لغیرہٖ یا حسن لذاتہٖ یا کم سے کم لغیرہٖ ہونا چاہئے، جمہور علما یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے"۔ (کیوں کہ ان احکام کی پامالی یا بجا آوری کی بنا پر ایک مسلمان پر صلاح وتقویٰ یا فسق وفجور کا حکم لگایا جاتا ہے۔ جو اگرچہ کفر واسلام کے برابر نہیں؛ مگر انتہائی اہتمام واحتیاط اور بے حد شفافیت کا متقاضی ہے۔ لہذا اسی اعتبار سے ورودِ حدیث بھی لازمی ہے)

"تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے۔ یہاں باتفاقِ علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے"۔ (یہاں حدیثِ صحیح یا حسن کا مطالبہ کرنا بے جا تشدد وتعنت اور مخالفتِ جمہور ہے)[۱]

---

[۱] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج: ۵، ص: ۴۷۷، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

حدیثِ ضعیف کسے کہتے ہیں؟:

لغوی تعریف: لغت میں ضعیف وہ ہے جو قوی کا مقابل ہو۔ ضعف کبھی حسی ہوتا ہے اور کبھی معنوی۔ یہاں ضعفِ معنوی مراد ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں ضعیف وہ حدیث ہے جس کے اندر حسن کی صفات نہ پائی جائیں اور اس کی شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔

❁ علامہ بیقونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وکل ما عن رتبۃ الحسن قصر　　فھو الضعیف وھو أقسام کثر

ترجمہ: ہر وہ حدیث جس کا رتبہ حسن سے کم ہو، ضعیف ہے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں۔[۱]

حدیثِ ضعیف کے رد وقبول میں اختلاف اور مذہبِ جمہور:

❁ احادیثِ ضعیفہ کی قبولیت وحجیت کے بارے میں علمائے کرام وائمۂ اسلام کے کئی ایک مذاہب منقول ومسطور ہیں۔ بعض کے نزدیک احکام ہوں یا فضائل، مطلقاً نامقبول و غیر معمول، بعض کے بقول محلِ احتیاط میں مقبول ومعمول اور بعض کے یہاں قیاس پر مقدم ہوں گی۔ لیکن جمہور علمائے اصول ومحدثین فحول کے نزدیک احادیثِ ضعیفہ فضائل اعمال و اشخاص میں مطلقاً مقبول ومعتبر اور قابلِ حجیت واستدلال ہیں۔

---

[۱] تیسیر مصطلح الحدیث، ابوحفص محمود بن احمد طحان حلبی، ص: ۴۴، مطبوعہ، مکتبۃ المدینۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، دہلی

مذہب جمہور کی تائید اقوالِ ائمہ سے:

جمہور کے مذہب کی تائید میں چند اساطینِ امت وعلماے ملت کے ارشادات تحریر کیے جاتے ہیں:

فقیہِ مجتہد امامِ اہلِ عراق ابو عبد اللہ سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لا تأخذوا هذا العلم في الحلال والحرام إلا من الرؤساء المشهورين بالعلم، الذين يعرفون الزيادة والنقصان، ولا بأس بما سوى ذلك من المشايخ.

ترجمہ: حلال وحرام میں حدیث انہی سے حاصل کرو جو اس فن میں ماہر ومشہور ہو۔ نیز کمی بیشی سے آگاہ ہو۔ رہے دیگر مسائل وفضائل تو ان میں اور مشائخ سے حدیث کے اخذ و روایت میں کوئی حرج نہیں۔[۱]

محدثِ حرم مکی امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

لا تسمعوا من بقية ما كان في سنة واسمعوا منه ما كان في ثواب وغيره.

بقیہ (ایک راوی) سے سنن واحکام کے بارے میں حدیث نہ سنو۔ البتہ ثواب و فضیلت وغیرہ میں سننے کی اجازت ہے۔[۲]

---

[۱] الکفایۃ فی علم الروایۃ، ابو بکر احمد بن مہدی خطیب بغدادی، ص: ۱۳۳، مطبوعہ، جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن

[۲] نفس الکتاب، ص: ۱۳۴

❁ مجتہدِ مطلق محدث الدنیا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

إذا روینا عن رسول الله ﷺ فی الحلال والحرام والسنن والأحکام تشددنا فی الأسانید، وإذا روینا عن النبی ﷺ فی فضائل الأعمال وما لا یضع حکما ولا یرفعه تساهلنا فی الأسانید.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حلال وحرام اور سنن و احکام میں روایت کرتے ہوئے شدت برتتے ہیں اور فضائل اعمال وغیرہ میں نرمی سے کام لیتے ہیں۔[۱]

❁ امامِ اجل شیخ العلماء والعارفین ابو طالب محمد بن علی حارثی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والأحادیث فی الترغیب فی الآخرة والتزهید فی الدنیا والترهیب لوعد الله تعالى وفی فضائل الأعمال وتفضیل الأصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لا تعارض ولا ترد .... کذلك کان السلف یفعلون.

ترجمہ: ترغیب وترہیب، زہد وورع، فضائلِ اعمال اور تفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں وارد ہونے والی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں۔ خواہ مقطوع ہوں یا مرسل۔ نہ ان کی مخالفت کی جائے گی نہ انھیں رد کیا جائے گا۔ ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔[۲]

---

[۱] نفس الکتاب ونفس الصفحۃ

[۲] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، ابو طالب محمد بن علی حارثی مکی، ج:۱، ص:۳۰۱، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حافظ المغرب امام ابوعمرو یوسف بن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رقم طراز ہیں:

وأهل العلم بجماعتهم يتساهلون في الفضائل فيروونها عن كل وإنما يتشددون في أحاديث الأحكام.

ترجمہ: محدثین کرام فضائل میں نرمی سے کام لیتے ہیں اور ہر ایک سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ جب کہ احکام کی حدیثوں میں سختی برتتے ہیں۔[۱]

امام موفق الدین عبد اللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں:

وإن فعلها إنسان فلا بأس، فإن النوافل والفضائل لا يشترط صحة الحديث فيها.

ترجمہ: اگر کوئی (صلاۃ التسبیح) پڑھ لے تو حرج نہیں؛ کیوں کہ نوافل وفضائل کے ثبوت کے لیے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔[۲]

شیخ الاسلام والمسلمین امام محی الدین ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وكلاهما ضعيف لكن أحاديث الفضائل يتسامح فيها.

ترجمہ: (عیدین کی شب بیداری والی مذکورہ) دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ لیکن فضائل کی حدیثوں میں درگزر سے کام لیا جاتا ہے۔[۳]

---

[۱] جامع بیان العلم وفضلہ، ابوعمرو یوسف بن عبد البر مالکی مغربی، ج:۱، ص: ۱۰۳، رقم الحدیث: ۹۳، مطبوعہ، دار ابن الجوزی، سعودی عرب

[۲] المغنی، ابو محمد موفق الدین بن قدامہ مقدسی حنبلی، ج:۲، ص:۹۸، مطبوعہ، مکتبۃ القاہرۃ، قاہرہ

[۳] الأذکار المنتخبۃ من کلام سید الأبرار، ابوزکریا محی الدین یحیٰی بن شرف نووی، ص:۱۷۱، مطبوعہ، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت

۞ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ويجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف، والعمل به من غير بيان ضعفه في غير صفات الله تعالى والأحكام كالحلال والحرام، ومما لا تعلق له بالعقائد والأحكام۔

ترجمہ: محدثین وغیرہ اہل علم کے نزدیک موضوع کے علاوہ ضعیف حدیثوں کی سند و روایت میں نرمی سے کام لینا اور ان پر عمل کرنا جائز ہے۔ ان کا ضعف بیان کرنا ضروری نہیں ۔ البتہ صفات باری تعالیٰ، احکامِ حلال وحرام اور عقائد کے باب میں اس طرح کی حدیثوں پر عمل جائز نہ ہوگا۔[۱]

۞ امام نور الدین علی بن سلطان محمد قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذہب جمہور کی تائید میں فرماتے ہیں:

الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال اتفاقا.

ترجمہ: علما کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال کے باب میں وارد حدیثِ ضعیف قابل عمل ہے۔[۲]

۞ نیز امام ابو سعید عبد الرحمٰن بن مہدی عنبری، ابو زکریا یحییٰ بن معین مری، ابو عبد

---

[۱] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، ص: ۲۵۸، مطبوعہ، دار الحدیث، قاہرہ۔

[۲] الأسرار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ، ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان قاری حنفی، ص: ۳۱۵، مطبوعہ، دار الأمانۃ/مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک مروزی، ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری، ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، ابوعمرو عثمان بن صلاح شہرزوری، عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی، شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، ابوالفضل زین الدین عبد الرحیم عراقی، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، ابوعبد اللہ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی، ابوعبد اللہ بدر الدین بن جماعہ حموی، شرف الدین حسین بن محمد طیبی، ابوحفص سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی، ابوالعباس شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی اور ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی جیسے ائمہ ذی شان کا موقف بھی یہی ہے کہ ''**فضائل اعمال، ترغیب وترہیب اور سیر ومغازی**'' کے باب میں احادیث ضعیفہ مطلقاً مقبول ہیں۔ اس حوالے سے کسی قسم کے رد وقدح کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

❁ بلکہ نفسِ جواز وقبول تو در کنار، علمائے محققین ومحدثین نے احادیثِ ضعیفہ پر عمل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

❁ امام محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعاً.

ترجمہ: علمائے محدثین وفقہائے معظمین وغیرہ نے فرمایا: فضائل اور ترغیب وترہیب میں حدیثِ ضعیف پر عمل کرنا نہ صرف جائز؛ بلکہ مستحب ہے جب تک موضوع نہ ہو۔[1]

❁ محقق علی الاطلاق امام کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] الأذكار المنتخبة من كلام سيد الأبرار، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی، ص: ۸، مطبوعہ، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت۔

والاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع.

ترجمہ: حدیثِ ضعیف ہو اور موضوع نہ ہو تو اس سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔[۱]

بعینہ یہی الفاظ امام ابن الہام نے "العقد النضيد فی تحقيق كلمة التوحید" پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے "حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ" میں فرمائے۔[۲]

❁ فقیہ محدث علامہ اجل ابراہیم بن محمد حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

يستحب أن يمسح بدنه بمنديل بعد الغسل، لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كانت للنبي ﷺ خرقة ينشف بها بعد الوضوء. رواه الترمذي وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في الفضائل.

ترجمہ: غسل کرنے کے بعد بدن کو کسی رومال سے پونچھ لینا مستحب ہے؛ کیوں کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس کو آپ وضو کرنے کے بعد پانی سکھانے کے لیے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث کو امامِ ترمذی نے روایت کیا اور یہ ضعیف بھی

---

[۱] فتح القدير للعاجز الفقير على الہدایہ، کمال الدین محمد ابن ہمام حنفی سکندری، ج:۲، ص:۱۳۳، مطبوعہ مکتبۃ الحلبی، لبنان

[۲] العقد النضيد فی تحقیق کلمۃ التوحید، ابو العباس شہاب الدین احمد بن عماد الدین ابن الہائم مصری، الباب السادس، ص:۹۶، مخطوطات جامعۃ الملک سعود، ریاض

❁ الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ، عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی، ج:۱، ص:۳۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ہے،لیکن فضائل میں ضعیف پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔[۱]

۞ عظیم متکلم واصولی علامہ محقق جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افادہ فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیہ أن یقال إذا وجد حدیث فی فضیلۃ عمل من الأعمال لا یحتمل الحرمۃ و الکراھیۃ یجوز العمل بہ و یستحب لأنہ مأمون الخطر و مرجو النفع.

ترجمہ: قابلِ اعتماد موقف یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور اس میں حرمت یا کراہیت کا احتمال نہ ہو تو اس پر عمل کرنا جائز و مستحب ہے؛ کیوں کہ اس میں خطرے سے حفاظت اور فائدے کی امید ہے۔[۲]

۞ امامِ عظیم الشان جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

استحبہ ابن الصلاح و تبعہ النووی نظراً إلی أن الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الأعمال.

ترجمہ: (تلقینِ میت) کو امام ابن صلاح نے مستحب قرار دیا اور امام نووی نے ان کی پیروی کی؛ کیوں کہ فضائلِ اعمال کی حدیثوں میں درگزر اور تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔[۳]

---

[۱] غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی، ج:۱،ص:۱۰۷،مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۲] انموذج العلوم، جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی، ص:۹، مخطوطۃ، لم اعثر علی خزانتہا بعد

[۳] طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا ضمن الحاوی للفتاوی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، ج:۲،ص:۲۳۱،مطبوعہ، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت

❁ مجددِ دین وملت امامِ اہل سنت علامہ احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''بلکہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے۔ ورنہ نفسِ جواز تو اصالتِ اباحت و انعدامِ نہیِ شرعی سے آپ ہی ثابت۔ اس میں حدیثِ ضعیف کا کیا دخل ہوا؟ تو لاجرم ورودِ حدیث کے سبب جانبِ فعل کو مترجح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد محقق اور اس پر عمل ہونا صادق ہوا اور یہی معنیٰ استحباب ہے''۔

❁ ''اس (حدیثِ ضعیف) پر عمل کے معنیٰ نفسِ اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وہذا ظاہر لیس دونہ حجاب''۔[۱]

❁ مذکرہ بالا اقوالِ ائمہ وتصریحاتِ اصولیین سے معلوم ہوا کہ حدیثِ ضعیف کا قابلِ حجیت واستدلال ہونا اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

مذہب جمہور کی تائید احادیثِ طیبہ سے:

❁ خود مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اگر حدیثِ ضعیف کے ذریعے ہم تک کسی خیر، نیکی یا فضیلت کی بات پہنچے تو جب تک اس کے بطلان کا یقینی علم حاصل نہ ہو جائے، اس کو اپنانا چاہیے۔ یہی منشأ شریعت اور موقفِ جمہورِ امت ہے۔

❁ امامِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۴۸۳، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

حوالے سے انتہائی جامع و مانع کلام فرمایا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

جانِ برادر! اگر چشمِ بینا اور گوشِ شنوا ہے تو تصریحاتِ علما در کنار خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیثِ کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیقِ صحت و جودتِ سند میں تعمق و تدقق راہ نہ پائے۔ولکن الوهابية قوم يعتدون ۔بگوشِ ہوش سُنیے اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزو حدیثی اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارِ قطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخے میں اور عبد اللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبد البرکات کتاب العلم اور ابو احمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ شَيْءٌ فِيهِ فَضِيلَةٌ فَأَخَذَ بِهِ إِيمَاناً بِهِ ، وَرَجَاءَ ثَوَابِهِ أَعْطَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ .

ترجمہ: جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے۔اللہ تعالیٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے،اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں۔دیگر طرق کے الفاظ بھی اسی معنیٰ میں وارد ہوئے ہیں۔

امام احمد و ابن ماجہ و عقیلی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا جَآءَ كُمْ عَنِّيْ مِنْ خَيْرٍ قُلْتُهُ أَوْ لَمْ أَقُلْهُ فَإِنِّيْ أَقُوْلُهُ وَ مَا جَآءَ كُمْ عَنِّيْ مِنْ شَرٍّ فَإِنِّيْ لَا أَقُوْلُ الشَّرَّ۔

ترجمہ: تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔ الفاظ مسند امام احمد بن حنبل کے ہیں۔

۞ خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:

رأيت رسول الله ﷺ في النوم في الحجر فقلت بأبي أنت و أمّي يا رسول الله! إنه قد بلغنا عنك أنك قلت من سمع حديثاً فيه ثواب فعمل بذلك الحديث رجاء ذلك الثواب أعطاه الله ذلك الثواب وإن كان الحديث باطلا۔ فقال: أي ورب هذه البلدة إنه لمني و أنا قلته۔

ترجمہ: میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں حطیمِ کعبہ معظّمہ میں دیکھا۔ عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر باُمیدِ ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں قسم اس شہر کے رب کی! بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۞ ابو یعلی اور طبرانی معجمِ اوسط میں سیدنا ابو حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ بَلَغَهٗ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَضِیْلَۃٌ فَلَمْ یُصَدِّقْ بِھَا لَمْ یَنَلْھَا

ترجمہ: جسے اللہ تعالی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے، اس فضل سے محروم رہے۔

۞ ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحتِ حدیث و نظافتِ سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسنِ نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔ اقول: یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعدِ ثبوتِ بطلان رجاء وامید کے کوئی معنے نہیں۔[۱]

مذہب جمہور کی تائید دلالتِ عقلی سے:

۞ نصوص ونقول کے علاوہ ذہنِ ثاقب، عقلِ سلیم اور فکرِ صائب بھی اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ ایسے مقامات پر حدیثِ ضعیف معتبر ہے؛ کیوں کہ کسی بھی حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم ظاہر کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بہ ظاہر صحیح نظر آنے والی حدیث ،ضعیف ہو اور ضعیف، صحیح ہو۔ نیز ضعیف اپنے ضعف کے باوجود حدیث ہی ہے۔ اس کے ضعف ووہن اور بطلان ووضع میں انتہائی درجے کا فرق ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔

۞ امامِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایسی جگہ حدیثِ ضعیف معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان

---

[۱] ملخصاً من العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۴۸۶ تا ۴۸۸، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں ۔ فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

إذا قالوا فی حدیث أنه غیر صحیح فلیس ذلك قطعاً بأنه کذب فی نفس الأمر إذ قد یکون صدقا فی نفس الأمر و إنما المراد به أنه لم یصح إسناده علی الشرط المذکور.

ترجمہ: محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے۔ اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی۔

۞ تقریب و تدریب میں بھی امامین جلیلین نووی و سیوطی رحمہما اللہ نے یہی فرمایا ہے ۔علاوہ ازیں صاحب فتح القدیر محقق علی الاطلاق امام کمال ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: إن وصف الحسن و الصحیح و الضعیف إنما هو باعتبار السند ظناً أما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحة الضعیف.

ترجمہ: حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے۔ واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

۞ موضوعات کبیر میں حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

المحققون علی أن الصحة و الحسن و الضعف إنما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعاً و عکسه کذا أفاده الشیخ ابن حجر المکی.

ترجمہ: محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظرِ ظاہر ہیں۔ واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکّی نے افادہ فرمایا ہے۔[۱]

۞ اس اہم اور مفید نکتے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ائمہٗ عارفین وساداتِ مکاشفین مثلاً محی الملۃ والدین شیخ اکبر امام ابن عربی اور امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہما العزیز وغیرہم نے اپنے کشف سے ایسی بہت سی حدیثوں کی تحقیق وتصحیح فرمائی جو ائمہٗ اصول کے میزان پر ضعیف واقع ہوئی تھیں۔ اس حوالے سے مزید معلومات کے لیے ''الیواقیت والجواہر'' اور ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۞ آخر میں امامِ اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حوالے سے ختمِ سخن کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں، اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا۔ ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی، تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اس فعل کو بجالاتا ہے۔ دین ودنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں۔ پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے؟ کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان؟ **فافہم وتثبت ولا تکن من المتعصبین**[۲]

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۴۸۹، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

[۲] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۴۹۴، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

حدیثِ ضعیف احکام میں بھی مقبول:

ائمۂ امت نے جہاں اپنی اپنی تصریحات میں احادیثِ ضعیفہ کو فضائلِ اعمال میں مقبول و معتبر مانا، وہیں یہ بھی فرمایا کہ صرف اسی پر بس نہیں؛ بلکہ محلِ احتیاط ہو تو احادیثِ ضعیفہ احکام میں بھی قابلِ اعتماد و استناد ہیں۔ اُن کی حجیت و استدلالی حیثیت محض فضائلِ اعمال میں منحصر نہیں۔ جہاں بھی نفع کی امید ہو اور بے احتیاطی سے امان حاصل ہو، وہاں حدیث ضعیف کو بلا تردد قبول کیا جائے۔ کسی کام کے بجالانے کی بات کی گئی ہو تو استحباباً اس پر عمل کیا جائے اور کسی کام سے منع کیا گیا ہو تو اس پر عمل درآمد سے بچا جائے۔

مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی، جب کہ جانبِ احتیاط میں ہو، امام نووی علیہ الرحمہ نے اذکار میں بعد عبارتِ مذکور (پیچھے گزر چکی) پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

أما الأحكام كالحلال و الحرام و البيع و النكاح و الطلاق و غير ذلك فلا يعمل فيها إلا بالحديث الصحيح أو الحسن إلا أن يكون في احتياط في شيئ من ذلك كما إذا ورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع أو الأنكحة فإن المستحب أن يتنزه عنه ولكن لا يجب.

ترجمہ: یعنی محدثین و فقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال، حرام، بیع، نکاح، طلاق

وغیرہ احکام کے بارے میں صرف حدیثِ صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا؛ مگر یہ کہ ان مواقع میں سے کسی احتیاطی بات میں ہو، جیسے: کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیثِ ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

۞ امام جلیل جلال سیوطی علیہ الرحمہ تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف أیضاً فی الأحکام إذا کان فیہ احتیاط.

ترجمہ: حدیثِ ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

۞ علامہ حلبی علیہ الرحمہ غنیۃ میں فرماتے ہیں:

الأصل أن الوصل بین الأذان و الإقامۃ یکرہ فی کل الصلوۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال لبلال إذا أذنت فترسل وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک و إقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ فی غیر المغرب و الشارب من شربہ و المعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ۔ وھو وإن کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم.

ترجمہ: یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد، اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ یہ حدیث

اگر چہ ضعیف ہے؛ مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔[۱]

مزید برآں اہلِ علم نے ایسے بہت سے واقعات بھی نقل فرمائے ہیں کہ کسی نے احادیثِ ضعیفہ کے ظاہری ضعف پر نگاہ کرتے ہوئے ان کے احکام پر عمل نہ کیا تو اسے طرح طرح کی آزمائشوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً علامہ طحطاوی علیہ الرحمہ حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الأثار النھی عن قص الأظفار یوم الأربعاء فإنه یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل أنه ھم بقص أظفارہ یوم الأربعاء، فتذکر ذلك فترك ثم رای أن قص الأظفار سنة حاضرة. ولم یصح عندہ النھی فقصھا. فلحقه أی أصابه البرص. فرأی النبی ﷺ فی النوم فقال: ألم تسمع نھیی عن ذلك. فقال: یا رسول الله! لم یصح عندی ذلك. فقال یکفیك أن تسمع. ثم مسح ﷺ علی بدنه فزال البرص جمیعاً. قال ابن الحاج رحمه الله تعالی فجددت مع الله توبة أنی لا أخالف ما سمعت عن رسول الله ﷺ ابداً۔

ترجمہ: بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے اور صاحبِ مدخل علامہ ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نہی والی بات یاد دلائی گئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا، پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنّتِ ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت

---

[۱] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵،ص:۴۹۶، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ لہذا انھوں نے ناخن کاٹ لیے، تو انھیں برص عارض ہو گیا، تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی۔ تو آپ نے فرمایا: تیرا سُن لینا ہی کافی تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔[1]

۞ اس طرح کے بہت سے آثار و اخبار ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ محلِ احتیاط ہو تو احادیثِ ضعیفہ بابِ احکام میں بھی مقبول و معمول ہیں۔ حسبِ مقتضیٰ ان پر عمل کرنا چاہیے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایسے احکام میں قابلِ اخذ و استناد ہیں تو فضائل و مناقب میں بدرجہ اولیٰ قبول کی جائیں گی۔

حدیثِ ضعیف پر عمل درآمد کے لیے خاص اس باب میں کسی حدیثِ صحیح کا ورود لازمی نہیں:

۞ اہلِ سنت کو دھوکہ دینے کے لیے "وہابیہ زمانہ" یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں مسئلے میں

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی، ج:۱۱، ص:۱۹۲، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ایک بھی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔ بس ضعیف روایات کی بھرمار ہے۔ ایسی صورت میں ہم اس مسئلے کے اثبات یا نفی کے لیے محض حدیثِ ضعیف پر کیوں کر اعتماد کر سکتے ہیں؟

۞ یہ اعتراض بھی مبنی بر جہل اور آثارِ ائمہ وتصریحاتِ اصولیین سے غفلت یا دیدہ و دانستہ اِغماض کا شاخسانہ ہے۔

۞ مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بذریعۂ حدیثِ ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزہ ثابت کرنے کے لیے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیثِ صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکامِ استحباب وتنزہ کے لیے ذریعۂ کافیہ ہے۔[۱]

۞ امامِ اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جوابِ باصواب کی توجیہ میں مختلف تنبیہات ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے چند کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) علمائے کرام ومحدثینِ عظام کے کلمات وبیانات میں کہیں بھی اس قید کا ذکر نہیں کہ کسی حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کے لیے خاص اس باب میں کسی حدیثِ صحیح کا ورود بھی لازمی ہے۔ لہٰذا بلا دلیل اپنی طرف سے کسی مطلق کو مقید کر دینا یقیناً غلط فہمی ونادانی اور ناقابلِ قبول ہے۔

(۲) علمائے کرام کے ارشادات صراحت کے ساتھ اس بات سے انکاری ہیں کہ مقتضائے ضعیف پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایسی کسی شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان کے

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۵۰۱، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

نزدیک کسی مسئلے میں استحباب وتنزہ کے ثبوت کے لیے حدیثِ ضعیف ہی کافی ہے۔

(۳) علماے فقہ وحدیث کا صدیوں پر محیط عمل بھی اس قیدِ بے جا اور شرطِ لایعنی کے بطلان پر شاہدِ عدل ہے۔ نماز نصف شعبان المعظم، صلاۃ التسبیح، نماز میں اتقیٰ کی امامت، کافر رشتے دار کی تجہیز وتکفین، غسل کے بعد استعمالِ مندیل کا استحباب، استحبابِ مسح گردن، استحبابِ تلقین اور بدھ کو ناخن تراشنے جیسے بے شمار امور واحکام میں احادیثِ ضعیفہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ حالاں کہ ان کے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں۔[۱]

حدیثِ ضعیف کا ضعف ہلکا ہو یا شدید، وہ "غیر موضوع" کے تحت مندرج ہو کر قابلِ اخذ وعمل ہوگی:

❁ اب تک کی گفتگو میں منقول ومسطور تصریحاتِ ائمہ کا بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ اکثر نے فضائلِ اعمال واشخاص یا ترغیب وترہیب کے باب میں ان احادیث کو معتبر قرار دیا ہے جو موضوع نہ ہوں۔ "غیر موضوع" ہوں۔ یعنی صحیح ہوں، حسن ہوں یا کسی بھی قسم کی شدید سے شدید ضعیف ہوں۔ کیوں کہ "غیر موضوع" میں یہ تمام اقسام شامل ہیں۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب تک حدیث وضع وبطلان کی دسترس سے محفوظ ہو، ایسے مقامات پر مقبول ومعمول ہوگی۔

❁ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں:

---

[۱] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج: ۵، ص: ۵۰۱ تا ۵۰۳، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

جمہور علماء کے عامۂ کلمات مطالعہ کیجیے تو وہ مواقعِ مذکورہ میں قابلیتِ عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔ فتح القدیر والفیہ عراقی وشرح الفیہ للمصنف میں تھا "غیر الموضوع" (موضوع کے علاوہ ہو۔ت) مقدمہ ابن الصلاح وتقریب میں "ماسوی الموضوع" (موضوع کے سوا ہو۔ت) مقدمہ سید شریف میں "دون الموضوع" (موضوع نہ ہو۔ت) حلیہ میں الذی "لیس بموضوع" (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماعِ ائمہ نقل فرمایا کہ "مالم یکن موضوعا" (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماعِ محدثین ذکر کیا کہ یروونہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ت)... زرقانی شرح مواہب میں ہے:

عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الأحکام و العقائد مالم یکن موضوعاً.

ترجمہ: محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو۔[1]

❁ آگے امامِ اجل نے اس بات کے اثبات میں علامہ حلبی اور ان کے حوالے سے امام احمد بن حنبل و دیگر محدثین نیز شیخِ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عبارات نقل فرمائی ہیں۔

❁ علاوہ ازیں مختلف راویانِ حدیث ایسے ہیں جو اصحابِ حدیث اور ائمۂ جرح و

---

[1] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۵۲۴، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

تعدیل کے نزدیک شدید ضعیف، متروک اور غریب الاسناد ہیں۔ مثلاً محمد بن سائب کلبی اور بلال بن زید بن یسار بصری وغیرہ ۔ بلکہ جمہور اہل اثر کے نزدیک امام واقدی بھی مجروح ٹھہرتے ہیں۔ لیکن تفسیر، سیر و مغازی اور ترغیب و ترہیب میں عموماً ان کی روایات کو قبول کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کیسی ہی شدید ضعیف؛ بلکہ متروک کیوں نہ ہو، جب تک کذب و وضع سے محفوظ ہو، اس پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ بلکہ کم از کم استحباب و تنزہ کے ثبوت کے لیے کافی و وافی ہے۔

حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ یا کتب موضوعات سے ہونا ضعف یا وضع کو ثابت نہیں کرتا:

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ کسی مسئلے کے ثبوت میں ہمیشہ صحیحین کی احادیث کا مطالبہ کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ ان میں تمام احادیثِ صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ کثیر ہا کثیر احادیثِ صحاح کا ذخیرہ دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ یوں ہی غیر صحیحین یا صحاحِ ستہ یا محض طبقۂ رابعہ کی کتب مثلاً امام حاکم کی مستدرک یا امام ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا وغیرہ سے ہونا، اس حدیث کے ضعف کو مستلزم نہیں۔ کیوں کہ ان کتابوں میں صحیح، حسن، صالح اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ لہٰذا کسی کتاب یا طبقۂ کتب میں تواجدِ محض سے کسی حدیث کو ضعیف قرار دینا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ درست طریقہ کار یہ ہے کہ روایت کی تحقیق کی جائے اور حسبِ نتیجہ اسے اس کا مناسب مقام دیا جائے۔

یوں ہی موضوعات کی مخصوص کتابوں میں بھی کسی حدیث کے ورود سے اس کا

ضعف لازم نہیں آتا، چہ جائے کہ وضع و کذب کا اثبات کرے۔ یہاں بھی وہی طریقۂ تحقیق و تفتیش اختیار کیا جائے اور نتائج کے اعتبار سے ان احادیث کی درجہ بندی کی جائے۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

(ان کتب موضوعات سے) صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنّف میں موضوع ہے۔ بہ نظرِ واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا، نہ کہ ضعف، نہ کہ سقوط، نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیثِ ضعیفہ درکنار بہت احادیثِ حسان وصحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکمِ وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا...

مطالعۂ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار، خود صحاحِ ستہ ومسندِ امام احمد کی چوراسی ۸۴ رحدیثوں کو موضوع کہہ دیا، جن کی تفصیل یہ ہے: مسندِ امام احمد ۳۸ رصحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر ا رصحیح مسلم شریف ا رسنن ابی داؤد ۴ رجامع ترمذی ۲۳ رسنن نسائی ا رسنن ابن ماجہ ۱۶۔[۱]

خلاصۂ گفتگو یہ کہ جمہورِ علمائے اصول و اہلِ حدیث کے نزدیک احادیثِ ضعیفہ فضائلِ اعمال واشخاص اور ترغیب وترہیب میں مقبول ومعتبر ہیں۔ محض راویوں کے ضعف کی وجہ سے کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا عقل ونقل وعدل کے خلاف ہے۔ خواہ وہ مجہول ہو یا مبہم یا منکر یا متروک یا حدیث میں انقطاع ہو یا اضطراب یا ادراج۔ اگر تعددِ طرق موجود ہو اور متعلقہ روایت کئی سندوں سے مروی ہو تو وہ تقویت پاتی ہے اور ضعفِ شدید نہ ہو تو درجہ حسن تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۵۴۸، مطبوعہ، رضا اکیڈمی، ممبئی

حدیث موضوع کب ہوگی؟:

پھر کسی حدیث کی موضوعیت کے ثبوت وتحقق کے لیے کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟ اس حوالے سے امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں:

(۱) (حدیث موضوع ہوگی اگر) اس روایت کا مضمون قرآنِ عظیم، سنتِ متواترہ یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات یا عقلِ صریح یا حسِ صحیح یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل وتطبیق نہ رہے۔

(۲) یا معنیٰ شنیع وقبیح ہوں، جن کا صدور حضور پُر نور صلوات اللہ علیہ سے ممکن نہ ہو۔

(۳) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اوران میں احتمالِ کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(۴) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہوجاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۵) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اوراس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اوراس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

(۶) یا یوں حکمِ وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنیٰ کا نہ ہو۔

(۷) یا ناقل رافضی، حضراتِ اہلِ بیت کرام علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔

(۸) یا قرائنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے، جیسے حدیثِ سبق میں زیادتِ جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۹) یا تمام کتب وتصانیفِ اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے۔ یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۰) یا راوی خود اقرار وضع کر دے۔ خواہ صراحتاً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلۂ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت کرے، پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو، ملتقطاً۔[۱]

❁ اگر ان اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے تو اس سندِ خاص کے اعتبار سے وہ حدیث موضوع ہوگی۔ ممکن ہے کہ دوسری اسناد سے صحیح یا حسن یا کم از کم ضعیف ہو اور اگر کوئی حدیث ان امورِ قادحہ سے خالی ہو تو اس پر حکمِ وضع لگانے میں اختلاف ہے۔ مجددِ دین وملت اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

❁ اس باب میں کلماتِ علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکارِ محقق یعنی بے امورِ مذکورہ کے اصلاً حکمِ وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع، کذاب ہی پر اس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص:۴۶۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الكذاب بل الوضاع و لو كان بعد الاستقصاء فی التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلك بل لا بد معه من انضمام شیئ مما سیأتی.

ترجمہ: یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علمِ حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیشِ حدیث میں استقصاے تام کرے اور با ایں ہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے۔ تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی، جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افتراء کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریقِ ظن، نہ بروجہِ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اُس کی حدیث موضوع نہیں۔ اگرچہ مہتم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے۔

۞ نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن إما أن يكون لكذب الراوی بأن يروی عنه ما لم يقله ﷺ متعمداً لذلك أو تهمته بذلك. الأول هو الموضوع والحكم عليه بالوضع إنما هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع. إذ قد يصدق الكذوب. و الثانی هو المتروك. ملتقطا.

ترجمہ: طعن یا تو کذبِ راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی

جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔ پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں؛ بلکہ بطورِ ظن غالب ہے، کیوں کہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں، ملتقطاً۔

(۳) بہت علما جہاں حدیث پر سے حکمِ وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمتِ کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر موضوع ہو سکتی ہے حالاں کہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں، ملتقطاً۔[۱]

۞ خدائے وحدہ لاشریک کا بے پناہ کرم و احسان کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مقتضائے حال و مقال کے اعتبار سے گفتگو اپنے اختتام کو پہنچی۔ طالب حق کے لیے ان چند سطور ہی میں سامانِ ہدایت موجود ہے اور معاند و مکابر کے لیے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ مزید اضافۂ علمی کے لیے محولہ بالا کتابوں خصوصاً فتاویٰ رضویہ شریف کا براہِ راست مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایات و توفیقات سے نوازے۔

محمد عبد اللہ صاحب سبحانی مصباحی

استاذ: جامعۃ المدینہ فیضانِ سید افضل الدین حیدر،
درگ چھتیس گڑھ

۱۲؍ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ

۲۸؍اکتوبر ۲۰۲۳ء

---

[۱] العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، امام احمد رضا خان حنفی بریلوی، ج:۵، ص: ۴۶۲ تا ۴۶۶، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی

تقریظِ جلیل

مناظرِ اہلِ سنت، صاحبِ تصانیفِ جلیلہ، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، عالمِ باعمل حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد اختر رضا** صاحب قبلہ مصباحی

صدر شعبۂ افتا دار العلوم مخدومیہ، جوگیشوری ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً علی حبیبہ اشرف المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

❁ آج کے مغربیت زدہ، فیشن پرست، آوارہ اور خود سر ماحول نے اہل اسلام پر جو بھیانک اثرات مرتب کیے ہیں، اُن کا قبیح ترین اثر یہ ہے کہ عام مسلمان مذہب و اخلاق کے اصول و آداب سے آزاد ہوتا جا رہا ہے۔ اس آزادی نے بدمذہبیت بالخصوص غیر مقلدیت کے لیے بڑی تیزی کے ساتھ ماحول سازگار کرنا شروع کر دیا ہے۔ نتیجتاً اس کے خطرناک مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں؛ کیوں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مذہب ومسلک سے آزادی اور اپنے اسلاف کی روش سے دوری وبیزاری انسان کو خود بخود بد مذہبیت کی دہلیز پر پہنچا دیتی ہے۔

❁ اسی لیے قرآنِ حکیم نے اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ

سلفِ صالحین اور سوادِ اعظم کے طریقے پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اس راستے سے انحراف پر شدید ترین وعید سنائی ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ [سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۱۵]

ترجمہ: اور جو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اور اللہ عزوجل کے آخری پیغمبر ہادیِ عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے سوادِ اعظم (مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت) کی اتباع (پے روی) کا حکم دیتے ہوئے اس سے انحراف کو دخولِ جہنم کا سبب قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

[مشکاۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص: ۳۰]

ترجمہ: سوادِ اعظم کی پے روی کرو! کیوں کہ جو سوادِ اعظم سے الگ ہوا وہ الگ ہی جہنم میں گیا۔

لہٰذا اس (بدمذہبیت) کا مقابلہ نہایت بیدار مغزی و مستعدی اور جانفشانی کے ساتھ فکری و نظریاتی و عملی سطح پر کیا جانا وقت کا نہایت اہم تقاضہ ہے۔ ایسے حالات میں کتاب ''الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ'' کا شاندار اردو ترجمہ اسی تقاضے کے تکمیل کی ایک سعیِ مشکور ہے۔ یہ کتاب وحیدِ عصر، فریدِ دہر، عالمِ ربانی، حضرت علامہ سید احمد بن زینی

دحلان رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے، جس میں اہلِ سنت والجماعت کے عقائد ومعمولات مثلاً توسل، طلب شفاعت، اِستمداد، زیارتِ قبور اور حاضری بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وغیرہ موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑے انوکھے انداز میں بحث کی گئی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تناظر میں جگہ جگہ سلفِ صالحین اور سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے عقائد ونظریات کو بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ سپردِ قرطاس کیا گیا ہے، جو قاری (مطالعہ کرنے والے) کے لیے وجدانی طور پر شرحِ صدر کا سبب بنتا ہے۔

❁ پھر کتاب کے اخیر میں بڑی دیانت داری کے ساتھ وہابیت کے مکروہ چہرے سے سلفیت کا نقاب اتار کر تاریخی سچائیوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہابیت دراصل خارجیت ہی کا ایک نیا روپ اور اسی کے بطنِ خبیث کا ولدِ ذلیل ہے۔ غرض کہ پوری کتاب لا جواب معلومات پر مشتمل، علم وحکمت کا ایک بحرِ ذخار ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

❁ فقیر راقم الحروف نے پوری کتاب (اصل کتاب اور اس کے ترجمہ کی زیروکس کاپی) از اول تا آخر مطالعہ کیا۔ الحمد للہ بعض مقامات پر جزوی ترمیم کے علاوہ پوری کتاب کا ترجمہ سلیس بامحاورہ، محتاط اور بامقصد پایا۔ اس کتاب کے مترجم فاضل گرامی وقار حضرت مولانا سید محمد اکرام الحق صاحب مصباحی نصرہ اللہ المولیٰ تعالیٰ جماعتِ اہلِ سنت کے ابھرتے ہوئے مثالی عالمِ دین ہیں۔ اہلِ سنت کی عظیم ترین دینی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے فارغ التحصیل ہیں۔ اور فی الوقت عروس البلاد شہر ممبئی کی عظیم دینی درس گاہ دار العلوم محبوب سبحانی کرلا میں بحیثیتِ صدر المدرسین درس وتدریس اور امامت

وخطابت کے فرائض بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ بڑے باصلاحیت، فعال، متحرک، باذوق اور سنجیدہ، خوش مزاج، خوش اخلاق باوقار اور سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق رکھتے ہیں بڑی مختصر سی مدت میں آپ کے رشحاتِ قلم نے اپنی شاہکار تحریروں سے عوام وخواص کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔

۞ مولائے کریم مولانا کی اس کاوش کو بھی مقبولِ عوام وخواص بنا کر ان کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں پیدا فرمائے اور انھیں دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔

آمین آمین آمین یارب العالمین! بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ أفضل الصلوٰۃ وأکرم التسلیم۔

محمد اختر رضا مصباحی

خادم التدریس والافتاء دارالعلوم مخدومیہ وخطیب وامام مخدومیہ مسجد

اوشیورہ برج جوگیشوری ممبئی۔ ۸؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ مطابق

۸؍جون ۲۰۱۴ء بروز جمعہ

کلماتِ تشجیع

استاذ العلما حضرت علامہ **مفتی نور القمر ابن رقم مصباحی**، دام ظلہ

استاذ و مفتی: جامعہ اہلِ سنت فیض الرسول، کھاڑی نمبر ۳، ساکی ناکہ ممبئی

❁ محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوا۔ گھرانہ تو علمی اور خوش عقیدہ تھا؛ لیکن تحصیلِ علم کے بعد پتا نہیں اس کو کیوں لگنے لگا کہ ان کے ہم خیالوں کو چھوڑ کر پوری دنیا کے مسلمان کفر و شرک کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ اسی غلط مفروضے کی بنیاد پر، اُس نے حرمین شریفین کے مسلمانوں کا قتل عام کرایا۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے اسے اور اس کے متبعین کو باغی خارجیوں میں شمار کیا۔ (شامی ج:۶،ص:۴۱۳)

❁ امام صاوی علیہ الرحمہ نے حاشیۂ جلالین، سورۂ فاطر کی آیت نمبر چھ کے تحت، اس کے سیاہ کارناموں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ (تفسیر صاوی، ج:۳،ص:۳۰۸)

❁ مشہور محقق ابو الحسن زید فاروقی کے بقول اس فتنے نے جونہی سر اٹھایا حجازِ مقدس اور اطرافِ عالم سے حج کے لیے آئے ہوئے مقتدر علمائے کرام نے جمع ہو کر کعبۂ مقدسہ کے سائے میں اس کا پہلا رد لکھا۔ (مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان ص:۳۰)

❁ شیخ نجدی کے اساتذۂ کرام؛ بلکہ خود اس کے سگے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب نے وہابی تحریک کو سخت ناپسند کیا اور اس کے رد پر کتابیں لکھیں۔ تقویۃ الایمان

کی شکل میں یہ فتنہ ہندوستان پہنچا تو یہاں بھی ہر طرف اس کی مخالفت ہوئی اور عجب اتفاق کہ یہاں بھی جامع مسجد دہلی کے سایہ تلے اس کا سب سے پہلا رد لکھا گیا؛ بلکہ مولوی اسماعیل دہلوی کے اساتذہ، احبابِ درس، گھر کے موقر علما مثلاً ''عمِّ محترم علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، عمِّ محترم علامہ عبد القادر محدث دہلوی، عمِّ محترم شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، ابن عمِّ محترم شاہ مخصوص اللہ اور شاہ محمد موسیٰ'' وغیرہم، صاحبِ تقویۃ الایمان کے رد و تردید میں پیش پیش رہے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص: ۷۸، حکایت: ۷۳)

۞ زید فاروقی صاحب کے بقول اسی تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہندوستان میں آزاد خیالی اور مسلکی اختلافات کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا اور کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، ص: ۹)

۞ اسی لیے یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ امام احمد رضا خان رحمت اللہ علیہ نے ہندوستان میں مسلکی اختلافات کی بنیاد رکھی؛ کیوں کہ جب ۱۸۲۴ء میں پہلی بار تقویۃ الایمان کتاب چھپ کر آئی اور اسی سال علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی سرپرستی میں جامع مسجد دہلی کے اندر اس کے خلاف سب سے پہلا مناظرہ ہوا تو ''اس وقت اعلیٰ حضرت تو کیا، اعلیٰ حضرت کے والدِ گرامی علامہ نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے'' کیوں کہ اس مناظرہ دہلی کے چھ سال بعد ۱۸۳۰ء میں علامہ نقی علی خان، جب کہ ۳۲/ سال بعد ۱۸۵۶ء میں اعلیٰ حضرت کی ولادت ہوئی تھی۔

۞ **لہٰذا یہ ہرگز درست نہیں کہ وہابیت کے رد میں صرف اعلیٰ حضرت نے لکھا**

، یا سب سے پہلے اعلیٰ حضرت نے رد لکھا، یا مسلکی اختلافات کی بنیاد اعلیٰ حضرت نے رکھی؛ کیوں کہ اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے فتنۂ وہابیت نے مسلکی اختلاف کی آگ لگائی تھی اور اس وقت عرب وعجم کے علماے اہل سنت نے اس فتنے کا علمی محاسبہ فرما کر اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی تھی۔

۞ **الدرر السنیۃ فی الرد الوھابیۃ** اسی حقیقت کو اجاگر کرنے والی تاریخی کتاب ہے، جس کے مصنف حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ جیسی معتبر و مستند شخصیت ہیں، جو کسی بھی طرح تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ کتاب کئی حیثیت سے ہمارے لیے اہم ہے:

(۱) وہابیوں کی طرف سے شعائرِ اسلامی کی بے حرمتیوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما لینے کے بعد مصنف نے یہ کتاب لکھی ہے۔

(۲) مصنف نے یہ کتاب عرب میں، عربی زبان میں لکھی۔

(۳) علماے وہابیہ کے درمیان لکھی ہے۔

(۴) ہر اختلافی مسئلے میں مصنف نے بڑی شائستگی کے ساتھ مدلل گفتگو کی ہے۔

۞ ضرورت تھی کہ اس موضوع پر عرب دنیا میں جو کچھ لکھا گیا ہے ترجمہ ہو کر وہ گھر گھر پہنچے اور اس کام کے لیے ایسے افراد سامنے آئیں جو عربی اور اردو دونوں زبانوں پر یکساں گرفت رکھتے ہوں۔

۞ اللہ بھلا کرے ہمارے جماعت کے جواں سال محقق، فاضلِ اشرفیہ، جامعِ معقول و منقول حضرت علامہ سید **محمد اکرام الحق قادری مصباحی** دام فیوضہ کا، جنھوں نے حالات کی

نزاکت اور موضوع کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے "الدرر السنية" کا آسان اردو زبان میں ترجمہ کر دیا۔ اب ہم جیسے بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکیں گے۔

۞ کسی مفہوم کو وہ بھی جو علمی ہو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اس کے لیے دونوں زبانوں کی نزاکتوں پر مکمل حساس پکڑ رکھنے کے ساتھ وسیع تجربے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ نگاری میں تجربہ جتنا پختہ ہوگا ترجمہ اتنا ہی مرادِ مصنف کے قریب، سہل اور رواں ہوگا۔

۞ محبِّ گرامی علامہ سید محمد اکرام الحق صاحب مصباحی چوں کہ عربی اور اردو دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں، بلکہ کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم بھی ہیں، اس لیے الدرر السنية کا آپ نے بڑی عمدگی اور مہارت سے ترجمہ فرمایا ہے۔

۞ آپ ہماری جماعت کے ذمے دار اور باعمل عالمِ دین ہیں۔ اپنی ذمے داریاں نبھاتے ہوئے ان کے حقوق کی مکمل رعایت کرتے ہیں۔ ایک بڑے دینی ادارے میں صدر المدرسین ہیں۔ درس گاہی میدان میں بہترین افہام و تفہیم کے مالک ہیں۔ ہر فن کی کتاب بآسانی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔ محبوب سبحانی جامع مسجد میں خطابت و امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ یومیہ تفسیر قرآن اور ہفتہ واری درسِ حدیث کے ساتھ لوگوں میں مختلف طریقوں سے اصلاح و تبلیغ کا کام بھی کرتے ہیں۔ ملک کے مستند اداروں کے فقہی سیمیناروں اور دینی پروگراموں میں تحقیقی مقالات کے ساتھ شرکت فرماتے ہیں۔

۞ ان سب کے باوجود حیرت ہے کہ آپ تصنیف و ترجمہ کے لیے وقت بھی نکال لیتے

ہیں۔ یہ اپنے میں بڑے کمال کی بات ہے۔ یقیناً آپ نوجوان علما کے لیے آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مترجم موصوف کی علمی سرمایے کو عام قبولیت عطا فرمائے! آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔

محمد نور القمر ابن رقم مصباحی

جامعہ اہلِ سنت فیض الرسول ۳ نمبر کھاڑی، ساکی ناکہ ممبئی

۳۱/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز منگل

دشمنِ احمد پہ شدّت کیجیے

دشمن احمد پہ شدّت کیجیے ملحدوں کی کیا مروّت کیجیے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
کیجیے چرچا انھیں کا صبح و شام جانِ کافر پر قیامت کیجیے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے
حق تمھیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالمحبت کیجیے
اذن کب کا مل چکا اب تو حضور! ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے
ملحدوں کا شک نکل جائے حضور ! جانبِ مہ پھر اشارت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے
والضحیٰ، حجرات، الم نشرح سے پھر مومنو! اِتمامِ حجّت کیجیے
بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے التجاء و استعانت کیجیے
یارسول اللہ ! دہائی آپ کی گوشمالِ اہلِ بدعت کیجیے
میرے آقا حضرتِ اچھے میاں ! ہو رضا اچھا وہ صورت کیجیے

☆☆☆

(حدائقِ بخشش)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۞ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَائِرِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَ شَرَّفَ أُمَّتَهُ عَلٰى سَائِرِ الْأُمَمِ وَ أَعْلٰى لَهُمُ الدَّرَجَاتِ وَعَلٰى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ الْمُقْتَفِيْنَ آثَارَهُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فِي جَمِيْعِ الْحَالَاتِ.

ترجمۂ خطبہ: ہر طرح کی حمد اُس اللہ عز وجل کے لیے، جس نے ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ مخلوقاتِ عالَم پر فوقیت بخشی اوران کی امت کوتمام امتوں سے افضل قرار دے کراُس کے درجات بلند فرمائے اوران کی آل واصحاب پر رحمتیں نازل ہوں جوان کے نقشِ قدم کی پے روی کرنے والے ہیں اوران پر بھی جنھوں نے ہر حال میں ان نفوسِ قدسیہ کی اطاعت وفرماں برداری کی۔

۞ امّا بعد، مسجدِ حرام میں علم حاصل کرنے والوں کا خادم، بڑا گناہ گار، سیاہ کاراوراپنے ربِّ کریم کا نیاز مند محتاج بندہ فقیر احمد بن زینی دحلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) عرض کرتا ہے: (رب تبارک وتعالیٰ اس کی، اس کے والدین ومشائخ کی، اس سے محبت کرنے والوں اورتمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے) کہ مجھ سے ایسی محبت کرنے والوں نے درخواست کی، جن کی مخالفت کرنا میرے بس سے باہر ہے کہ

۞ "میں ان کے لیے آیاتِ قرآنیہ اوراحادیثِ نبویہ سے اُن دلائلِ قاطعہ اورحججِ قاہرہ (انتہائی مضبوط اورزبردست دلیلوں) کوجمع کروں جنھیں علمائے اہلِ سنت نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و

صحبہ وبارک وسلم سے توسل کے بارے میں بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں اور اُن اقوال کو بیان کر دوں جو اس سلسلے میں علمائے سلف وخلف اور ائمۂ مجتہدین سے منقول ہیں؛ تا کہ انکار کرنے والوں کا انکار باطل ومردود ہو جائے''

اُن کی اِس درخواست کو قبول کر کے، بہت سی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے میں نے اِس رسالے کو مرتب کیا ہے۔ علمائے اخیار کی کتابوں میں موجود تفصیلی دلیلوں پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے اِس میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ فَأَسْتَعِیْنُ اللہَ وَ أَقُوْلُ۔

روضۂ اقدس کی زیارت کا جواز:

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ جان لیں کہ ہمارے نبی حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا جائز و مستحسن ہے۔ (اس کا جائز ومستحب ہونا) آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

آیاتِ قرآن سے ثبوت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

(۱) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آ

[۱] سورۂ نساء، آیت نمبر: ۶۴

جاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتے۔

یہ آیتِ مبارکہ امتِ مرحومہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں آنے اور ان سے بخشش چاہنے پر برانگیختہ کر رہی ہے اور خود رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو آنے والوں کے لیے استغفار کرنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد یہ حکم منسوخ رختم نہیں ہوا ہے۔ (بلکہ آج بھی باقی ہے اور صبح قیامت تک باقی رہے گا)۔

اس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان "اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا" اسی وقت پائیں گے جب کہ وہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں آکر استغفار کریں اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کریں۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا امت کے لیے استغفار کرنا تو یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔[1]

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

ترجمۂ تبیان القرآن: اور آپ اپنے بظاہر خلافِ اولیٰ سب کاموں پر استغفار کیجیے

---

[1] سورۂ محمد، آیت نمبر: ۱۹

اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لیے (بھی استغفار کیجیے)۔

۞ مسلم شریف میں حدیثِ صحیح ہے کہ بعض صحابۂ کرام نے اس آیتِ کریمہ سے وہی مفہوم سمجھا جس پر آیتِ کریمہ دلالت کر رہی ہے۔[1]

---

[1] وہ حدیث پاک یہ ہے:

حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ أَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَ لَحْمًا أَوْ ثَرِيدًا۔ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: أَسْتَغْفَرَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ وَ لَكَ۔ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. قَالَ: ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرَى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيلَانٌ كَأَمْثَالِ الثَّآلِيْلِ. (الصحیح للامام مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ وصفتہ ومحلہ من جسدہ، رقم الحدیث: ۶۲۳۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا دیدار کیا اور ان کے ساتھ روٹی اور گوشت یا ثرید کھانے کی سعادت حاصل کی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن سرجس سے پوچھا: کیا آپ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دعاے مغفرت کی تھی؟ انھوں نے کہا: ہاں اور تمھارے لیے بھی بخشش کی دعا کی تھی۔ پھر انھوں نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: اور اپنے لیے استغفار کیجیے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے! پھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے پیچھے گیا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ وہ آپ کے بائیں کندھے کی پتلی ہڈی کے پاس مسوں کے تل کی طرح تھی۔

جب حدیثِ صحیح[۱] سے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صحابۂ کرام کا آنا اور (اللہ عزوجل سے) بخشش طلب کرنا ثابت ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قبولیتِ توبہ اور نزولِ رحمت کو ثابت کرنے والے تینوں اُمور ''یعنی **غلاموں کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہونے، رب تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنے اور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا ان کے لیے دعا واستغفار کرنے''** کا ثبوت مکمل ہوگیا۔

آنے والی احادیثِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا استغفار کرنا اُن کی ظاہری حیات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔جب کہ

---

[۱] حدیثِ صحیح کی تعریف یہ ہے:

هُوَ مَا اتَّصَلَ سَنَدُهٗ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍّ. فَالْحَدِيْثُ الْمُجْمَعُ عَلٰى صِحَّتِهٖ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ هُوَ مَا اجْتَمَعَ فِيْهِ خَمْسَةُ شَرَائِطَ۔(المدخل الی اصول الحدیث،ص:۹۶۔مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث،ص:۲۱)

ترجمہ: جس حدیث کی سند متصل ہو ،جسے شروع سے آخر تک ایسے لوگوں نے روایت کیا ہو جو عادل اور تام الضبط ہوں، نیز وہ معلل اور شاذ نہ ہو ،اُسے ''حدیثِ صحیح'' کہا جاتا ہے۔ لہذا جس حدیث کی صحت پر محدثین کرام کا اتفاق ہے وہ وہی ہے جس میں پانچ شرطیں پائی جائیں۔

یعنی حدیثِ صحیح وہ ہوتی ہے جس میں درج ذیل پانچ شرطیں پائی جائیں:

(۱) اس کی سند متصل ہو، منقطع نہ ہو یعنی کوئی راوی ساقط نہ ہو (۲) تمام راوی عادل ہوں (۳) تام الضبط ہوں، یعنی تمام راویوں کا حافظہ قوی ہو (۴) حدیث معلل نہ ہو (۵) شاذ نہ ہو۔تفصیل اصولِ حدیث کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

(اے مخاطب!) تمھیں نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی کمالِ شفقت اور غایتِ رحمت کا بخوبی علم ہے کہ جو بھی اُن کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے آتا تھا حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک و سلم، اپنے کریم رب سے، اُس کے لیے بخشش ورحمت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

۞ یہ آیتِ کریمہ اگر چہ اُن مخصوص افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو (اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد) آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اُن کی بارگاہ میں آئے تھے؛ لیکن چوں کہ علّت وسبب عام ہے؛ لہٰذا آیتِ کریمہ ہر اُس شخص کو شامل ہوگی جس کے اندر یہ وصف پایا جائے گا۔ چاہے قبلِ وصال ہو یا بعدِ وصال۔

۞ اسی وجہ سے علمائے کرام نے اِس آیتِ کریمہ کا یہی معنیٰ ومفہوم سمجھا کہ یہ، بعد میں آنے والے تمام افراد کو شامل ہے اور (اسی لیے) انھوں نے (بعد میں) آنے والوں کے لیے مستحب قرار دیا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی قبرِ اطہر کے پاس اِس آیتِ کریمہ کی تلاوت کریں، بعدہٗ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی بخشش ومغفرت طلب کریں۔

۞ ان حضرات نے اِس عمل کو سنت قرار دیا ہے اور (اسے) زیارتِ روضۂ انور کے آداب میں شمار کیا ہے اور مذاہبِ اربعہ (فقہِ حنفی، فقہِ مالکی، فقہِ شافعی اور فقہِ حنبلی، اِن چاروں فقہی مذاہب) کے مصنفین نے روضۂ اقدس کی زیارت کو حج کے افعال میں شمار کیا ہے۔

۞ یہ آیتِ کریمہ اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ آنے والا سفر کر کے آیا ہو یا نہ آیا ہو اس سے حکم (جواز و استحباب) میں کچھ فرق نہیں پڑتا؛ کیوں کہ (آیتِ کریمہ میں موجود کلمہ) "جاءوك" مقامِ شرط میں واقع ہے اور شرط عموم پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۞ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔[1]

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے پر ہو گیا۔

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اس کو موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ثابت ہو گیا۔

۞ بالکل معمولی علم (اور دین کا تھوڑا سا شعور) رکھنے والا کوئی بھی شخص اس میں شک نہیں کرے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والا اللہ عزوجل اور رسولِ خدا علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ہجرت کرنے والا ہے؛ کیوں کہ احادیثِ کریمہ کی دلالت سے واضح ہے کہ بعدِ وصال، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا قبلِ وصال زیارت کرنے ہی کی طرح ہے۔

۞ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زیارت ان کی زندگی

---

[1] سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۰۰

میں کرنا قطعی اور یقینی طور پر آیتِ کریمہ میں داخل ہے اسی طرح بعدِ وصال بھی روضۂ اقدس کی زیارت کرنا اس میں داخل ہے۔ جیسا کہ احادیثِ کریمہ سے عن قریب اس کا ثبوت فراہم کیا جائے گا۔ (احادیثِ مبارکہ سے روضۂ اقدس کی زیارت کا ثبوت آگے آرہا ہے)۔

قیاسِ شرعی سے ثبوت:

- روضۂ اقدس کی زیارت کا ثبوت قیاس سے بھی ہے؛ کیوں کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ (جو حدیثِ پاک صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہو، اصولِ حدیث کی اصطلاح میں اُسے "متفق علیہ" کہتے ہیں) حدیث میں قبروں کی زیارت کرنے کا حکم (اور اذن) دیا گیا ہے۔[۱]

- تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت

---

[۱] چناں چہ حضرت امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لِاُمِّیْ فَلَمْ یَأْذَنْ لِیْ وَ اسْتَأْذَنْتُہٗ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا فَاَذِنَ لِیْ ۔وفی روایۃٍ عنہ: اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَھَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَأْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کی بخشش کی دعا کرنے کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت نہ دی (کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ کسی گناہ کے سبب عذاب میں گرفتار تھیں، حضور علیہ السلام کی دعا سے بخشی گئیں) اور میں نے اس سے اپنی ماں کی قبر دیکھنے کی............

.... اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دے دی۔ انھی سے ایک روایت یوں ہے: میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی ماں کی بخشش کی دعا کروں تو مجھے اجازت نہ دی گئی ، اور میں نے اس سے اُن کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی ، (اس سے ثابت ہوا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ماجدہ مومنہ صالحہ تھیں ؛ کیوں کہ اللہ عزوجل نے کفار کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے ، اگر وہ کافرہ ہوتیں تو اللہ عزوجل ہرگز اپنے محبوب کو ان کی قبر پر جانے کی اجازت مرحمت نہ فرماتا) پس تم لوگ (مومنوں کی) قبروں کی زیارت کیا کرو؛ کیوں کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر أمہ، رقم الحدیث:۲۳۰۵

امام بخاری علیہ الرحمہ کی روایت سے قبروں کی زیارت کا اذن ثابت ہوتا ہے۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۱۲۸۳

اسے قدرے اختلاف کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ترمذی علیہما الرحمہ نے بھی اپنی اپنی سندوں کے ساتھ، صحابیِ رسول حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث بریدۃ الاسلمی، ج:۳۸، ص: ۱۱۳، رقم الحدیث :۲۳۰۰۵.
- الجامع ، للامام محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی ، ابواب الجنائز عن رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث:۱۰۵۰

(اور اس کے لیے سفر کرنا) زیادہ افضل و اعلیٰ اور لائق و فائق (قربت) ہے؛ بلکہ آپ کے روضۂ اقدس اور اولیاے کرام کی قبروں کی زیارت کے مابین ذرہ برابر بھی مناسبت نہیں۔ (زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے)۔

نیز احادیثِ کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ نبیٔ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اہلِ بقیع اور شہداے اُحُد کی قبروں کی زیارت کی ہے۔[۱]

---

[۱] اسے حضرت امام مسلم اور حضرت امام نسائی علیہما الرحمہ نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ أَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ.

ترجمہ: ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میری ہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصے میں (مدینے کے) بقیع (نامی قبرستان، یعنی جنۃ البقیع) تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے جماعتِ مومنین! السلام علیکم! تمھارے پاس وہ چیز آچکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان شاء اللہ ہم بھی تمھارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔

اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما!

- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، رقم الحدیث: ۲۲۹۹
- السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الجنائز، الامر بالاستغفار للمومنین، رقم الحدیث: ۲۰۳۹

۞ تو خود حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبرِ انور زیارت کی زیادہ حقدار ہے؛ کیوں کہ آپ واجبُ التعظیم ہیں، آپ کے روضۂ انور کا دیدار محض تعظیم کرنے اور برکت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

۞ دوسری وجہ یہ ہے کہ قبرِ انور پر فرشتوں کی موجودگی کے باعث زیارت کرنے اور کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام کا نذرانۂ محبت پیش کرنے والا عظیم رحمتوں اور برکتوں کا حق دار بن جاتا ہے۔

صفحہ ۱۰۴: درج ذیل کتب میں شہدائے احد کی قبروں کی زیارت والی حدیثِ مبارک کو، حضرت محمد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. قَالَ: وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال کے آغاز میں شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لاتے اور فرماتے تھے: تم پر سلامتی ہو! تمھارے صبر کے صلے میں اور آخرت کا گھر کیا ہی خوب ہے۔ راوی حدیث حضرت محمد بن ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۞ المصنف، للامام ابی بکر عبد الرزاق بن همام الحمیری الصنعانی، ج: ۳ ص: ۵۷۳
۞ جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، ج: ۱۳، ص: ۱۴۲
۞ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ج: ۴، ص: ۶۴۱

اجماعِ اُمت سے ثبوت:

(حضور سید عالم علیہ الصلاۃ والسلام کے) روضۂ انور کی زیارت (اور اس کے قصد و ارادے سے سفر کرنے) کا مستحب ہونا مسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے بھی ثابت ہے۔ چناں چہ (مفتیِ حجاز) امام (شہاب الدین ابوالفضل احمد بن محمد بن علی) ابن حجر (ہیتمی سعدی انصاری) مکی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ (اپنی انتہائی مبارک کتاب) "اَلْجَوْهَرُ الْمُنَظَّمُ فِي زِيَارَةِ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ النَّبَوِيِّ الْمُكَرَّم" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"قابلِ اعتماد علمائے کرام اور ائمۂ عظام کی ایک بڑی جماعت نے روضۂ اقدس کی زیارت کے مشروع (جائز) ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ ہاں اُن کے مابین زیارت کے واجب یا مستحب ہونے میں اختلاف ہے"۔[1]

لہذا زیارتِ روضۂ اقدس کے جواز کا انکار کرنے والے اجماعِ مسلمین کی مخالفت کرنے والے ہیں (اور خرقِ اجماع کرنے والا بلاشبہ گمراہ و گمراہ گر ہے)

زیارت کو واجب کہنے والوں کی دلیل:

آقائے کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن علی ابن حجر المکی الہیتمی، ص ۱۹، تحقیق الدکتور محمد زینہم و محمد عذب، مطبوعۃ مکتبہ مدبولی قاہرۃ، مصر

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔[۲]

ترجمہ: جس مومن نے خانۂ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی، اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بے وفائی کرنا حرام وناجائز ہے اور اُن کے روضۂ اقدس کی زیارت نہ کرنا بے وفائی پر مشتمل ہے، لہٰذا حرام ہے۔ ثابت ہوا کہ (حج کرنے والے پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے روضۂ اطہر کی) زیارت کرنا واجب وضروری ہے۔

اِس دلیل کا جواب:

زیارتِ روضۂ اقدس کے مستحب ہونے کا قول کرنے والے جمہور علما نے اِس استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ بے وفائی اُن امور میں سے ہے جن کا معنی نسبت کرنے سے

---

[۲] اسے درج ذیل کتب میں، صحابی رسول حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے:

- شرح الشفا، للامام علی بن سلطان المعروف بالملا علی القاری، ج: ۳، ص: ۸۴۳
- وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام نور الدین علی بن احمد السمھودی، ج: ۲، ص: ۳۹۸
- کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، للامام ابی حاتم محمد بن حبان، ج: ۲، ص: ۴۱۴
- التلخیص الحبیر، للحافظ شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ج: ۲، ص: ۲۶۷
- شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، للامام یوسف بن اسماعیل النبھانی، ص: ۸۲

بدل جاتا ہے۔ کسی مستحب کو ترک کرنے والا بھی بے وفا کہلاتا ہے؛ کیوں کہ اس نے نیکی اور صلہ کو ترک کر دیا۔ اور "جفا" (بے وفائی) کا اطلاق و استعمال طبیعت کے سخت ہونے اور کسی سے دور ہو جانے پر بھی ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا مستحب ہے نہ کہ واجب۔ یہی مذہب اکثر علمائے سَلَف وخَلَف کا ہے۔

۞ دونوں (قولوں) میں سے جس قول کو بھی اختیار کر لے! یہ امر بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے سفر کرنا اہم قُربت وعبادت اور کامیاب ترین کوشش ہے۔ اس سلسلے میں ایسی صریح وصحیح احادیثِ کریمہ مروی ہیں جن میں (ابہام وضعف کے) شک کی (بھی) کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اُن میں وہی (کم نصیب) شک کریں گے جو نورِ بصیرت سے محروم ہیں۔ اس سلسلے کی چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

احادیثِ کریمہ سے روضۂ رسول کی زیارت کا ثبوت:

(۱) آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ۔ [۱]

---

[۱] السنن، للامام ابی الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی، ج: ۳، ص: ۳۳۴

۞ الجامع الصغیر، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی، رقم الحدیث: ۸۶۹۶

۞ بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام، للامام ابی الحسن علی بن محمد بن عبد الملک الفاسی ابن قطان، ج: ۵، ص: ۱۴۷

ترجمہ: جس نے میرے روضۂ انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ ایک روایت میں یوں ہے: اس کے لیے میری شفاعت ثابت وحلال ہوگئی۔

۞ اسے امام (ابوالحسن علی بن عمر بن احمد) دارقطنی اور کثیر ائمۂ حدیث علیہم الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام (تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام انصاری خزرجی سبکی (شافعی اشعری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "شِفَاءُ السِّقَامِ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ خَيْرِ الْأَنَامِ" میں اس حدیث کی سندوں کے سلسلے میں، اور اس کی صحت کو ثابت کرنے والے ائمۂ حدیث کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔[۱]

۞ اس کے بعد انھوں نے ثبوتِ زیارت پر دلالت کرنے والی حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔ ان کی ذکر کردہ تمام روایتوں سے اس حدیثِ پاک کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۲) آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

صفحہ ۱۰۷:

- المجموع شرح المہذب، للامام یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، ج:۸، ص:۲۷۲
- اتقان ما یحسن من الاخبار الدائرۃ علی الالسن، للامام نجم الدین محمد بن محمد الغزی الدمشقی، ج:۲، ص:۵۸۸
- الترغیب والترہیب، للامام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، ج:۲، ص:۲۷

[۱] شفاء السقام فی زیارۃ قبر خیر الانام، للامام تقی الدین علی بن عبد الکافی الشافعی، ص:۹۸/۱۰۱، تحقیق السید محمد رضا جلالی۔

۞ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔[۱]

ترجمہ: جس نے وصال کے بعد میرے روضۂ اقدس کی زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(۳) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کا ارشاد گرامی ہے:

۞ مَنْ جَآءَنِي زَائِرًا لَا تَهُمُّهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ - و فی روایة - مَنْ جَآءَنِي زَائِرًا كَانَ لَهُ حَقًّا عَلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔[۲]

ترجمہ جو مومن صرف میری زیارت کرنے کے ارادے سے میرے پاس آیا نہ کہ

---

[۱] اسے امام دارقطنی اور امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہما نے، اپنی اپنی سند کے ساتھ، صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے۔

- السنن، للامام ابی الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی، ج:۲،ص:۲۷۸،رقم الحدیث:۱۹۲
- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۲،ص:۳۱۰،رقم الحدیث ۱۳۴۹۶

[۲] اسے امام طبرانی و دیگر محدثین نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے:

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۲،ص:۲۲۵،رقم الحدیث:۱۳۱۴۹
- المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۵،ص:۲۷۵ رقم الحدیث:۴۵۴۳
- تاریخ اصفہان، للامام ابی نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی، ج:۲ ص:۱۸۹
- میزان الاعتدال فی نقد الرجال، للامام ابی عبداللہ محمد بن احمد الذھبی، ج:۶ ص:۴۱۵

کسی دوسری غرض سے، تو اس کا مجھ پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن میں اُس کی شفاعت کروں۔

۞ ایک روایت اس طرح ہے:

جو میری زیارت کرنے کے ارادے سے میرے پاس آیا تو اس کا اللہ عزوجل پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن میں اُس کی شفاعت کروں۔

(۴) امام ابو یعلی (احمد بن علی بن مثنی موصلی)، (امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد) دار قطنی، (امام ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی، (امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ) بیہقی اور (امام ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ) ابن عساکر (دمشقی) کی روایت اس طرح ہے:

۞ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ - و فی روایۃ۔ فَزَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ عِنْدَ قَبْرِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ - و فی روایۃ۔ مَنْ حَجَّ فَزَارَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔[1]

---

[1] المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۴، ص:۲۲۲، رقم الحدیث ۳۴۰۰:

۞ السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی، ج:۵، ص:۴۰۳، رقم الحدیث ۱۰۲۴۳:

۞ شعب الایمان، للامام ابی بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی، ج:۳، ص:۴۸۹، رقم الحدیث:۴۱۵۳

۞ الترغیب والترھیب، للامام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، ج:۱، ص:۴۴۶، رقم الحدیث ۱۰۵۳

ترجمہ: جس نے حج کرنے کے بعد میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبرِ انور کے پاس آ کر میری زیارت کی تو گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

ایک روایت یوں ہے:

۞ جس نے حجِّ بیت اللہ کیا اور میری وفات کے بعد میری مسجد (مسجدِ نبوی شریف) میں (آ کر) میری زیارت کی وہ اس شخص کی طرح ہے جسے میری ظاہری حیات میں زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہو۔

(۵) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

۞ مَنْ زَارَنِيْ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا وَ شَهِيْدًا وَ مَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔[۱]

جس نے مدینۂ طیبہ آ کر میری زیارت کی تو میں (بروزِ قیامت) اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جس کا انتقال حرمین شریفین میں سے کسی ایک (حرم) میں ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بروزِ قیامت امان والوں میں اٹھائے گا۔

۞ اس اضافے کے ساتھ اِسے (امام سلیمان بن داؤد بن جارود) ابو داؤد طیالسی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔

---

[۱] المسند، للامام ابی داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی، ج:۱، ص:۱۲

۞ السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی، ج:۵، ص:۴۰۳، رقم الحدیث:۱۰۲۷۲

۞ اس کے بعد امام (تقی الدین علی بن عبد الکافی) سبکی (شافعی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید متعدد احادیثِ کریمہ روایت کی ہیں۔ یہ تمام حدیثیں رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کے روضۂ اقدس کی زیارت (اور اس کے لیے سفر کرنے) کے جواز پر دلالت کر رہی ہیں۔ میں انھیں ذکر کر کے گفتگو طویل کرنا نہیں چاہتا۔

۞ یہ احادیثِ مبارکہ نہ صرف یہ کہ زیارتِ روضۂ اطہر کے مستحب ہونے میں صریح ہیں؛ بلکہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے قبل و بعد، مرد اور عورت ہر ایک کے لیے زیارت کو تاکید کے ساتھ ثابت کر رہی ہیں۔

انبیا، شہدا اور صالحین کی قبروں کی زیارت کا ثبوت:

۞ جس طرح نبیِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے قصد وارادے سے سفر کرنا جائز و مستحسن ہے، اسی طرح دیگر انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور شہداء وصالحین رضوان اللہ عنہم اجمعین کی قبور (قبروں) کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے۔ زیارت (کے جواز) میں سفر (کا جواز بھی) داخل ہے؛ کیوں کہ زیارت، زیارت کرنے والے کے مکان سے جس کی زیارت کی جائے، اس کے مکان تک منتقل ہونے کا تقاضہ کرتی ہے، جیسا کہ آیتِ کریمہ " وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ" میں صیغہ "جَآءُوا" صراحت کے ساتھ منتقل ہونے (ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے) کا تقاضا کر رہا ہے۔

سفرِ زیارت قربتِ الٰہی کا وسیلہ ہے:

جب (اللہ عزوجل کے) ہر (نیک بندے کی) زیارت (کرنا) قربت وعبادت ہے، تو اس کے لیے سفر کرنا بھی قربت ہوگا اور صحیح حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جَنَّةُ الْبَقِيْعِ (بقیعِ غرقد) میں مدفون اور غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے اپنے صحابۂ کرام کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔[۱]

---

[۱] جیسا کہ متعدد احادیثِ کریمہ سے ثابت ہے، ذیل میں دو روایتیں پیش کی جارہی ہیں:

- ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ أَتَاكُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔

- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، رقم الحدیث: ۹۷۴
- السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنین، رقم الحدیث ۲۰۳۹
- المسند، للامام ابی یعلی احمد بن علی بن مثنی الموصلی، رقم الحدیث: ۴۷۵۸

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام میرے یہاں قیام فرما ہوتے تو آپ اکثر و بیشتر رات کے............

.... آخرے حصے میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور اہلِ قبرستان سے مخاطِب ہو کر فرماتے: اے مومنو! تم پر سلام ہو! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تمھارے پاس آ گئی، تم بہت جلد اسے حاصل کر لو گے۔ ان شاء اللہ عزوجل ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیعِ غرقد والوں کی مغفرت فرما!

[۲] حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. قَالَ: وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ.

- المصنف، للامام عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، ج:۳، ص:۵۷۳
- عمدۃ القاری شرح البخاری، للامام بدر الدین العینی، ج:۸، ص:۷۰
- جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للامام محمد بن جریر الطبری، ج:۱۳، ص:۱۴۲
- الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، للامام عبد الرحمٰن جلال الدین السیوطی، ج:۴، ص:۶۴۱
- تفسیر القرآن الکریم، للامام عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، ج:۲، ص:۵۱۲

ترجمہ: حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سال کے آغاز میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے: تم پر تمھارے صبر کے صلے میں سلامتی ہو۔ (تمھارے لیے) آخرت کا گھر کیا ہی خوب ہے!

راوی نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروقِ اعظم اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

عبادت کا وسیلہ بھی عبادت ہوتا ہے:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ دوسرے حضرات کی زیارت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا جائز ہے تو نبیِّ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لیے جانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور یہ متفق علیہ قاعدہ ہے کہ قربت وعبادت کا حصول جس ذریعے اور وسیلے پر موقوف ہوگا اُس قربت تک پہنچانے کے لحاظ سے وہ وسیلہ بھی قربت وعبادت میں شمار ہوگا۔

لہٰذا اگر اتفاقاً کسی دوسری جہت سے اس وسیلے سے، کسی جرم (مثلاً غصب شدہ راستہ پر چلنا وغیرہ) کا اتصال ہو جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں۔ (یعنی جواز اور عدمِ جواز میں کوئی تضاد نہیں ہے؛ کیوں کہ نفسِ سفر جائز ہے، قصدِ زیارت کی وجہ سے۔ اور اس زمین پر چلنا جرم ہے، اس کے غصب شدہ ہونے کی وجہ سے۔ جب جہتیں بدل گئیں تو منافات باقی نہ رہی؛ لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چوں کہ مثلاً غصب شدہ زمین پر چلنا ناجائز ہے، اِس لیے زیارت کے لیے وہ سفر بھی ناجائز ہے)

اس قاعدہ سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح زیارت کرنا قربت ہے اسی طرح اس کے لیے سفر کرنا بھی قربت ہے۔ اور جس (جاہل) نے یہ گمان کیا کہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا محض قریب میں رہنے والے کے حق میں عبادت ہے (دور رہنے والے کے حق میں معصیت وگناہ ہے) تو اس نے شریعتِ مطہرہ پر جھوٹ باندھا ہے، لہٰذا اس (احمق) کی بات اِس لائق ہی نہیں کہ

اس پر توجہ دی جائے۔

ایک خیالِ فاسد کا جواب:

اور بعض ایمان سے محروم لوگوں نے جو یہ خیال کیا کہ:

"آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ انور کی زیارت اور اس کے لیے سفر کرنے سے روکنا صرف عقیدۂ توحید کی حفاظت کے لیے ہے؛ کیوں کہ بسا اوقات انسان اِس سے شرک تک پہنچ جاتا ہے"

توان حرماں نصیبوں کا یہ خیال باطل ومردود ہے؛ اس لیے کہ شرک اس وقت ہوگا جب کہ (غیر اللہ کی عبادت کی غرض سے) قبروں کو مسجد بنایا جائے یا اُن کے پاس (اُن کا قرب حاصل کرنے کے لیے) اعتکاف کیا جائے یا (اصحابِ قبور کو مستحقِ عبادت سمجھ کر) ان کی قبروں میں (ان کی) تصویریں بنائی جائیں؛ کیوں کہ اِن امور کا شرک ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ (اور زیارت کرنے والا کوئی بھی مسلمان مذکورہ امور کو انجام نہیں دیتا)

زیارت کرنا، سلامی بھیجنا اور دعا کرنا اس کے برخلاف ہے۔ ہر عقل مند اِن دونوں کے مابین فرق کرسکتا ہے۔ اب یہ بات متحقق ہوگئی کہ زیارت کرنے والا اگر شریعتِ مطہرہ کے آداب ملحوظ رکھ کر زیارت کرے تو اس سے کوئی بھی شرعی خرابی لازم نہیں آتی۔ روضۂ اقدس کی زیارت سے روکنے کا قول کرنے والے اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں بہتان والزام لگانے والے ہیں۔

دو انتہائی اہم چیزوں کی وضاحت:

یہاں پر دو چیزیں لابُدّ ی اور ضروری ہیں:

(۱) رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم وتوقیر کو لازم جاننا اور انھیں ساری مخلوق سے افضل وبہتر سمجھنا۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات وصفات اور اپنے تمام افعال میں اپنی ساری مخلوق میں منفرد ویکتا ہے۔

جو ان (ذات وصفات اور افعال) میں کسی مخلوق کو باری تعالیٰ کا شریک جانے وہ مشرک ہے اور جو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ان کے مرتبے سے نیچے کردے تو وہ سخت گناہ گار یا کافر ہے۔[۱]

اور جو مومن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم وتوقیر میں خوب مبالغہ تو کرے؛ لیکن باری تعالیٰ کی صفاتِ خاصۃ میں سے کسی صفت کو آپ کے لیے ثابت نہ مانے تو ایسا بندۂ مومن حق تک پہنچ گیا اور اس نے ربوبیت ورسالت دونوں کے پہلوؤں کی رعایت وحفاظت کی۔ یہ قول بالکل معتدل اور افراط وتفریط سے خالی ہے۔

---

[۱] یعنی اگر کسی بدبخت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی توہین وتحقیر کی یا آپ کی کسی ایسی صفت کا انکار کیا جس کا ثبوت دلیلِ قطعی سے ہو تو وہ کافر ومرتد ہے اور اگر کسی ایسی صفت کا انکار کیا جس کا ثبوت دلیلِ ظنی سے ہے تو وہ گناہ گار اور گمراہ ہے، مثلاً علمِ غیب رسول کا مطلقاً انکار کرے تو کافر ہے؛ لیکن اگر نفسِ علمِ غیب مانتے ہوئے علمِ ماکان وما یکون کا انکار کرے تو فقط گمراہ ہے)۔

اِنکار کرنے والوں کی دلیل کا علمی محاسبہ:

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جو یہ فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ .اَلْمَسْجِدِ الْحَرَا مِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی .[۱]

---

[۱] اسے امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام دارمی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ، صحابی رسول حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم الحدیث: ۱۱۳۲
- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج القشیری، کتاب الحج، باب لاتشد الرحال الا الی ثلٰثۃ مساجد، رقم الحدیث: ۱۳۹۷
- السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب المساجد، باب ما تشد الرحال الیہ من المساجد، رقم الحدیث: ۷۰۰
- السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب المناسک، باب فی اتیان المدینۃ، رقم الحدیث: ۲۰۳۳
- السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی الصلاۃ فی مسجد بیت المقدس، رقم الحدیث: ۱۴۰۹
- السنن، للامام الحافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی السمرقندی، کتاب الصلاۃ، باب لاتشد الرحال الا الی ثلٰثۃ مساجد، رقم الحدیث: ۱۴۶۱

ترجمہ: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ مسجدِ حرام، میری یہ مسجد (مسجدِ نبوی شریف) اور مسجدِ اقصیٰ۔

❁ سو اس کا مطلب یہ (نہیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں کا سفر جائز نہیں؛ بلکہ اس کا معنیٰ یہ) ہے کہ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی تعظیم یا اس میں نماز پڑھنے کی نیت سے شدِّ رحال (سفر) نہ کیا جائے۔ صرف ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنے اور ان کی تعظیم کرنے کے لیے ہی شدِّ رحال کیا جائے۔ اس حدیثِ پاک کی یہ تاویل کرنا نہایت ضروری ہے؛ کیوں کہ اگر تقدیری معنیٰ یہ نہ لیے جائیں تو یہ حدیث ''جہاد، حج، ہجرت از دارِ کفر، طلبِ علم اور تجارتِ دنیا وغیرہ'' کے لیے سفر کے حرام و ناجائز ہونے کا تقاضا کرے گی۔ حالاں کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

❁ علامہ (احمد بن محمد) بن حجر (ہیتمی) مکی "الجوھر المنظم" میں فرماتے ہیں:

''حدیثِ مذکور کی اس تاویل کے صحیح ہونے پر وہ حدیثِ پاک دلالت کر رہی ہے جو سندِ حسن [۱] کے ساتھ مروی ہے اور جس میں یہ صراحت و وضاحت ہے کہ مسجدِ حرام،

---

[۱] حسن کا معنیٰ ہے، خوب صورتی اور عمدگی۔ محدثین کی اصطلاح میں ''حدیثِ حسن'' وہ حدیث ہے جس کی سند میں درمیان سے کوئی راوی نہ چھوٹا ہو؛ بلکہ وہ حدیث واسطہ در واسطہ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام تک متصل ہو، اور اس کے تمام راوی ثقہ یعنی معتبر و مستند ہوں، نیز عادل ہوں، مگر ان میں سے ایک یا چند راویوں کی یادداشت میں کچھ کمی ہو۔ نیز کوئی راوی حدیث بیان کرنے میں اپنے سے زیادہ قوی و معتمد راوی کی مخالفت نہ کرتا ہو اور نہ ہی اُس حدیث میں کوئی ایسا مخفی عیب ہو جس سے اس حدیث کی صحت پر اثر پڑ رہا ہو۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، موضحاً، ص:۴۶)

مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصی کو چھوڑ کر کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے رختِ سفر باندھنا اور شدِّ رحال کرنا جائز نہیں''۔[1]

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور روشن ہے۔ اس سلسلے میں (علمائے اہلِ سنت کی جانب سے) مستقل (خاص اسی عنوان پر) کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لہذا گفتگو کو اِس سے زیادہ طویل کرنے کی حاجت نہیں ہے؛ کیوں کہ اللہ عزوجل جس کی بصیرت اور باطنی قوت کو روشن و تابناک کر دے اس کے لیے اِس سے کم میں بھی کفایت ہے اور جس کی بصیرت چھین لے اس کے لیے آیاتِ قرآنیہ اور دلائل کے انبار بھی بے فائدہ ثابت ہوتے ہیں۔

رہی بحث وسیلے کی تو اس کا ثبوت بھی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ،صحابۂ کرام اور ائمۂ سلف وخلف کے اقوال وافعال سے ملاحظہ فرمالیں:

احادیثِ کریمہ سے وسیلے کا ثبوت:

بہت سی احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے کہ نبیِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ۔

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے اُس حق کے وسیلے سے مانگتا ہوں جو مانگنے والوں کا تجھ پر ہے۔

---

[1] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی، ص ۳۱، تحقیق الدکتور محمد زینھم ومحمد عذب، مطبوعہ مکتبۃ مدبولی قاھرۃ، مصر۔

یہ بلا شبہ توسُّل ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور منوّرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنے صحابہ کو مذکورہ الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا شوق دلاتے تھے۔ چناں چہ حضرت امام (محمد بن یزید) ابن ماجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمدہ سند کے ساتھ صحابیِ رسول حضرت (سعد بن مالک) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّآئِلِیْنَ عَلَیْكَ وَ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْكَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَآءً وَلَا سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِتِّقَآءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ۔ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ اَقْبَلَ اللہُ عَلَیْہِ بِوَجْھِہٖ وَاسْتَغْفَرَلَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ۔[۱]

ترجمہ: جو بندۂ مومن اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے وسیلے سے اور تیری بارگاہ میں اپنی اس حاضری کے طفیل سوال کرتا ہوں؛ کیوں کہ میں تکبر وغرور اور دکھاوے کے لیے نہیں نکلا؛ بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا چاہنے کے لیے نکلا ہوں۔ اے اللہ! میرا تجھ سے سوال ہے کہ تو مجھے دوزخ سے نجات عطا فرما اور میرے تمام گناہوں کو بخش دے! بے شک

---

[۱] السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، رقم الحدیث: ۷۸۲

گناہوں کو صرف تو ہی بخشنے والا ہے۔ (جب نکلنے والا یہ دعا مانگتا ہے تو) خدائے کائنات اللہ عزوجل اس کی جانب خاص توجہ فرماتا ہے اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے بخشش کرتے ہیں.

❁ اے جلال الملۃ والدین حضرت امام جلال الدین (عبد الرحمٰن بن کمال الدین بن ابو بکر) سیوطی (شافعی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الجامع الکبیر" میں ذکر کیا ہے اور بہت سے ائمۂ عظام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اُس مقام پر ذکر کیا ہے جہاں پر نماز کے لیے نکلتے وقت مسنون دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ بعض علما نے یہاں تک فرمایا کہ میں اسلافِ کرام میں سے کسی کو بھی نہیں پاتا کہ وہ نماز کے لیے جاتے وقت اس دعا کا ورد نہ کرتے ہوں۔[1]

❁ ذرا غور تو کریں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے قول

---

[1] الجامع الکبیر، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی، رقم الباب: ۵۱، مَن مع الخاء، رقم الحدیث: ۴۸۶۵

- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدری، ج. ۱۷، رقم الحدیث: ۱۱۱۵۶
- المصنف، للامام ابی بکر ابن ابی شیبۃ، ج: ۱۰، ص: ۹۲۵۱
- الترغیب والترھیب، للامام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، ج: ۲، ص: ۳۵۸
- میزان الاعتدال فی نقد الرجال، للامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد الذھبی، ج: ۲، ص: ۴۴۷، رقم الحدیث: ۴۳۸۴
- المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، للامام ابی محمد عبد المؤمن بن خلف الدمیاطی، ج ۳، ص: ۶۴۱، رقم الحدیث: ۱۳۲۱

"بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ" میں ہر مومن بندے سے توسل ہے۔ اس حدیث کو علامہ (ابو بکر احمد بن محمد دینوری) ابن سنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی موذنِ رسول حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں:

۞ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَ بِحَقِّ مَخْرَجِيْ هٰذَا فَاِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَآءً وَ لَا سُمْعَةً. خَرَجْتُ اِتِّقَآءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِكَ وَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَ اَنْ تُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ.[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب نماز کے لیے نکلتے تو یوں کہتے: اللہ عزوجل کے نام سے نکل رہا ہوں، میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ عزوجل ہی کی جانب سے ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگنے والوں کے حق اور اپنے اس نکلنے کے حق کے طفیل سوال کرتا ہوں۔ کیوں کہ میں تکبر و غرور اور دکھاوے کے لیے نہیں نکلا، میں تو تیری رضا چاہنے اور تیری سختی سے بچنے کے لیے نکلا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دوزخ سے پناہ دے اور جنت میں داخل فرما۔

۞ اور اسے (صاحبِ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، امام) حافظ ابو نعیم (احمد بن عبد اللہ بن احمد) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی "عمل الیوم واللیلۃ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں:

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ، للامام ابی بکر احمد بن محمد الدینوری المعروف بابن السنی، ص: ۳۰

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِذَا خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ الخ.

بقیہ الفاظ وہی ہیں جو اس سے پہلے والی حدیث میں گزرے۔ اور اسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی سند سے حضرت امام (ابو بکر احمد بن حسین) بیہقی نے بھی "کتاب الدّعوات" میں روایت کیا ہے۔[1]

ان تمام روایتوں میں محلِّ استدلال رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قول "بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ" ہے؛ کیوں کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ توسل کا صدور آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے ہوا ہے۔ حضور ساقیِ کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے مقدس صحابہ کو بھی اسی طرح دعا مانگنے کا حکم دیا۔ تابعین عظام[2] اور بعد کے اسلافِ کرام بھی نماز کے لیے جاتے وقت اِس دعا کو پڑھتے اور استعمال کرتے رہے۔ ان الفاظ سے دعا مانگنے میں کسی نے بھی شک وشبہ اور انکار کا اظہار نہیں کیا۔ (ان سب کا عمل توسل کے جائز و مستحسن ہونے پر دلالت کر رہا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ

---

[1] کتاب الدعوات الکبیر، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، الجزا الاول، باب القول والدعاء عند الخروج من المنزل الی الصلوۃ، ص: ۱۲۵

[2] تابعین، تابعی کی جمع ہے۔ تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کم از کم ایک صحابیِ رسول کا دیدار کیا ہو اور ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو۔
(فتاوی ہندیہ، ج:۱، ص: ۸۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

بعض دعاؤں میں یوں کہا کرتے تھے:

❁ بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِيْ۔

ترجمہ: (اے اللہ! میں تجھ سے) اس حق کے طفیل سوال کرتا ہوں جو تجھ پر تیرے نبی اور انبیاے سابقین کا ہے۔

❁ اس روایت کے تعلق سے حضرت علامہ (احمد بن محمد بن علی) ابن حجر مکی (شافعی) علیہ الرحمہ نے "الجوهر المنظم" میں فرمایا:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ۔ یعنی اس حدیث کو امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی علیہ الرحمہ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

❁ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی یہ دعا:

اِغْفِرْ لِأُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَ وَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِيْ۔

ترجمہ: اے اللہ! میری (عرفی) ماں (یعنی چچی جان) فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو بخش دے اور اپنے نبی اور انبیاے سابقین کے طفیل ان کی قبر کو کشادہ فرما۔

---

[1] الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن علی ابن حجر المکی، تحقیق الدکتور محمد زینهم، مکتبه مدبولی، ص: ۱۱۰

❂ المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۲۴، ص: ۳۵۱

❂ المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۱، ص: ۶۷

❂ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام ابی الحسن نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی، ج: ۹، ص: ۲۵۶

۞ بھی از قبیلِ توسل ہے۔ یہ ایک طویل حدیثِ پاک کا ٹکڑا ہے جسے حضرت امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی علیہ الرحمہ نے "المعجم الکبیر" اور "المعجم الاوسط" میں اور امام (ابو حاتم محمد) ابن حبان (تمیمی بُستی) اور امام (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ) حاکم (نیشاپوری) علیہما الرحمہ نے اپنی اپنی کُتُب میں، صحابی وخادمِ رسول حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

۞ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی صحابیہ (اور چچی) تھیں۔ تو آپ کے انتقالِ پُر ملال کی خبر سن کر رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تشریف لائے اور اُن کے سرہانے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

۞ رَحِمَكِ اللّٰهُ أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ۔

ترجمہ: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے! آپ میری والدہ کے بعد میری ماں کے قائم مقام تھیں۔

۞ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی مدح سرائی کی اور انھیں اپنی چادرِ پاک کا کفن عنایت فرمایا۔ پھر قبر کھودنے کا حکم دیا۔ قبر کھودنے والے جب لحد تک پہنچے تو آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے لحد کو اپنے دستِ اقدس سے تیار کیا اور اس کی مٹی اپنے ہاتھوں سے باہر نکالی۔ فارغ ہونے کے بعد اُن کی لحد میں داخل ہو کر، اُسے شرف بخشا اور اس کے اندر لیٹ کر یہ دعا پڑھی:

❁ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ! اِغْفِرْ لِأُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَ وَسِّعْ عَلَیْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَإِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ-[1]

اے موت وزندگی دینے والے اور کبھی نہ مرنے والے رب! میری ماں (جیسی چچی) فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اپنے نبی کے طفیل اور انبیاے سابقین کے وسیلے سے ان کی قبر کو کشادہ فرما؛ کیوں کہ تو ہی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

❁ امام (ابوبکر عبداللہ بن محمد بن قاضی) ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، امام (ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن نمری) ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام (احمد بن عبداللہ) ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

❁ اس حدیثِ صحیح میں بھی توسل کے جواز کو صراحتاً بیان کیا گیا ہے جسے سندِ صحیح کے

---

[1] السنن، للامام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ ،رقم الحدیث :۱۳۴۸

- کنز العمال، للامام علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، ج:۱۲،ص:۱۴۸
- الجامع الکبیر، للامام جلال الدین السیوطی، ج:۵،ص:۱۵۵
- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشابوری، ج:۱،ص:۷۰۷
- الصحیح، الامام ابی بکر محمد بن اسحٰق ابن خزیمۃ، ج:۲،ص:۲۲۵
- حلیۃ الاولیاء، للامام ابی نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی، ج:۳،ص:۱۲۱

ساتھ امام (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ) ترمذی، امام (ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب) نسائی، امام (ابو بکر احمد بن حسین) بیہقی اور امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مشہور صحابیِ رسول حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

❁ ایک نابینا شخص رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: حضور! اللہ عزوجل سے میری شفایابی کی دعا فرمادیں! اس کی درخواست سن کر حضور رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

❁ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَهُوَ خَيْرٌ۔

ترجمہ: اگر تو چاہے تو میں (تیرے حق میں) دعا کر دوں اگر تو چاہے تو صبر کرے، یہی تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔

❁ اس نے کہا: حضور! دعا ہی فرمادیں۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اس سے فرمایا: اچھا جاؤ! اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگو:

❁ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ۔ يَا مُحَمَّدُ! اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ لِتُقْضٰى لِيْ۔ اَللّٰهُمَّ! شَفِّعْهُ فِيَّ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وسیلے سے تیری بارگاہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) میں آپ کے وسیلے سے، اپنی حاجت کے سلسلے میں اپنے رب کی جانب متوجہ ہوتا ہوں؛ تاکہ میری حاجت پوری کر دی

جائے۔اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما۔

یہ دعا مانگتے ہی وہ شخص انکھیارا ہوگیا۔[1]

❁ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بخدا نہ ہم جدا ہوئے اور نہ ہمارے درمیان بہت طویل کلام ہوا حتی کہ وہ شخص بالکل صحیح وسالم ہوکر واپس آگیا۔ایسا محسوس ہورہا تھا کہ وہ کبھی نابینا ہوا ہی نہ ہو۔

❁ اس حدیثِ پاک میں **توسل** کا ثبوت بھی ہے اور **ندائے یارسول اللہ** کا جواز بھی ۔اسے حضرتِ امامِ (محمد بن اسماعیل) بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخِ (کبیر) میں ،حضرت امام (محمد بن یزید) ابن ماجہ علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں اور حضرت امام (محمد بن عبد اللہ) حاکم علیہ الرحمہ نے المستدرک (علی الصحیحین) میں،سندِ صحیح کے ساتھ

---

[1] الجامع،للامام محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی ،کتاب الدعوات،رقم الحدیث:۳۹۲۷

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،ج:۹،ص:۳۱،رقم الحدیث:۸۳۱۱
- المسند،للامام احمد بن حنبل،مسند الشامیین،ج:۲۸،رقم الحدیث:۱۷۲۴۰
- عمل الیوم واللیلۃ،للامام احمد بن شعیب النسائی،ص:۴۱۸،رقم الحدیث:۶۶۰
- الصحیح،للامام ابی بکر محمد بن اسحق ابن خزیمۃ،ج:۲،ص:۲۲۵
- دلائل النبوۃ،للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی،ج:۶،ص:۱۶۶
- الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی مکی ہیتمی،ص:۸۸
- شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام،للامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی الشافعی،ص:۳۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان

روایت کیا ہے اور حضرت امام جلال الدین (عبد الرحمٰن بن کمال الدین بن ابو بکر) سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی اس کا تذکرہ "الجامع الکبیر" اور "الجامع الصغیر" میں کیا ہے۔[1]

منکرینِ توسل کی چالبازی اور اس کا جواب:

وسیلے کا انکار کرنے والے (وہابی وغیر مقلدین) یہ نہیں کہہ سکتے کہ اِس طرح کا توسل رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ ظاہری میں جائز تھا اور اب جائز نہیں؛ اس لیے کہ اُن کا یہ قول باطل ومردود اور ناقابلِ قبول ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال فرمانے کے بعد بھی صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے اِس دعا کا استعمال کیا ہے۔

وصالِ اقدس کے بعد توسل کے جواز کا ثبوت:

چناں چہ امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی اور امام (ابو بکر احمد بن حسین)

---

[1] التاریخ الکبیر، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، ج:۶، ص:۲۰۹

- السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، رقم الحدیث:۱۳۸۵
- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشابوری، ج:۱، ص:۷۰۷
- الجامع الصغیر، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی، رقم الحدیث:۱۲۷۹
- خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص:۱۰۸

بیہقی رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ (خلیفۂ سوم، دامادِ رسول) حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص اپنی حاجت لے کر اُن کی بارگاہ میں بار بار آیا کرتا تھا۔ حضرت عثمان غنی (اپنی بے پناہ دینی وملی مصروفیات کے سبب) اس کی جانب توجہ کر پاتے، نہ اس کی حاجت میں غور فرماتے۔ اُس شخص نے حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ (جو کہ اس حدیثِ توسل کے راوی ہیں) سے ذکر کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

۞ وضو خانے جا کر اچھی طرح وضو کرو اور مسجد میں آ کر (نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ) نماز پڑھو پھر یوں دعا مانگو! اللھم انی اسئلك الخ. دعا کرنے کے بعد اپنی حاجت پیش کرو!

۞ اس شخص نے جا کر، حضرت عثمان بن حنیف کے بتاتے ہوئے طریقے کے مطابق دعا مانگی، اس کے بعد خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ پاک کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ (کچھ ہی دیر گزری تھی کہ) دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر اُسے دربارِ خلافت تک پہنچا دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: **اپنی حاجت پیش کرو! اس نے اپنی حاجت پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کی ضرورت پوری کر دی۔**

۞ پھر اس سے فرمایا:

تمھیں جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوا کرے، بلا روک ٹوک چلے آیا کرو!

باہر آنے کے بعد اس کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، اس نے کہا:

اللہ آپ پر رحم فرمائے! خلیفۃ المسلمین میری جانب توجہ نہیں فرمارہے تھے۔اب آپ کی سفارش پر انھوں نے میری حاجت رفع (پوری) کی ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف نے جواب دیا۔

بخدا! میں نے تمھاری سفارش بالکل نہیں کی؛ بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک نابینا شخص نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ عالی میں آکر، اپنی حاجت پیش کی ..... الخ۔اس کے بعد حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پورا قصہ سنایا۔[1]

اس حدیثِ پاک میں، بعدِ وصال (بھی) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانے اور آپ کو صیغۂ ندا کے ساتھ پکارنے کا ثبوت ہے۔

حضرت امام (ابوبکر احمد بن حسین بن علی) بیہقی اور حضرت امام (ابوبکر عبد اللہ بن محمد) ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عمدہ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی کے شکار ہوگئے۔صحابیِ رسول سیدنا حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس آکر عرض پرداز ہوئے:

---

[1] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ج:۹، رقم الحدیث:۸۳۱۱

المعجم الصغیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ج:۱،ص:۱۸۳/۱۸۴

دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی ج:۶،ص:۱۶۷/۱۶۸

الترغیب والترھیب، للامام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری ج:۱،ص:۴۷۴

خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص:۱۰۸

۞ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ هَلَكُوْا۔

ترجمہ: یارسول اللہ! بارش کی دعا کر کے اپنی (پیاسی) امت کو سیراب فرمادیں! کیوں کہ وہ ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔

۞ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، اُن کے خواب میں تشریف لائے اور یہ بشارت دی کہ انھیں عن قریب سیراب کیا جائے گا۔[1]

ایک شبہ کا ازالہ:

۞ یہاں خواب سے استدلال نہیں ہے؛ کیوں کہ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا تشریف لانا اگرچہ برحق ہے؛ لیکن اس سے احکام شرع کا ثبوت نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اگرچہ (یہ) خواب سچا ہے؛ لیکن یہ ممکن ہے کہ خواب دیکھنے والے پر کلام مشتبہ ہو گیا ہو؛ بلکہ استدلال صحابیِ رسول حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے فعل سے ہے۔ کیوں کہ اُن کا رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس پر آکر۔ یا رسول اللہ۔ کہنا اور امت کے لیے نزول بارش کی دعا کرنا ہی جواز کی دلیل ہے۔ یہی توتوسل، تشفع اور استغاثہ ہے اور یہ عظیم ترین عبادت ہے۔

---

[1] مصنف ابن ابو شیبہ اور دلائل النبوۃ میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا۔ فَأَتَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَقِيْلَ لَهُ: اِئْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقِيُّوْنَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ عَلَيْكَ الْكَيْسَ....

.........فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَارَبِّ لَا آلُوْ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ خشک سالی میں مبتلا ہو گئے۔ تو ایک صحابی (حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر انور پر حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے: یارسول اللہ! آپ اللہ عزوجل سے اپنی امت کی سیرابی کے لیے دعا فرمادیں؛ کیوں وہ ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ اس صحابی سے خواب میں کہا گیا: عمر کو جا کر سلام کہنا اور انھیں یہ خوش خبری سنا دینا کہ تمھیں عن قریب سیراب کیا جائے گا اور عمر سے یہ بھی کہہ دینا کہ عقل مندی اختیار کرو، عقل مندی اختیار کرو۔ اس صحابی نے حضرت عمر کے پاس آکر انھیں باخبر کیا، یہ سن کر حضرت عمر بہت روئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئے: میرے رب! میں کوتاہی نہیں برتتا؛ مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔

- المصنف، للامام ابی بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبۃ، ج: ۷، ص: ۴۸۲، رقم الحدیث: ۳۱۳۸۰
- دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۷، ص: ۴۷

درج ذیل کتب میں بھی اس روایت کی تخریج کی گئی ہے:

- البدایۃ والنھایۃ، للامام عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، ج: ۷، ص: ۱۰۵
- کنز العمال، للامام علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، ج: ۸، ص: ۴۳۱، رقم الحدیث: ۲۳۵۳۵
- الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، للامام ابی یعلی خلیل بن عبد اللہ بن احمد الخلیلی القزوینی ج: ۱، ص: ۳۱۳/۳۱۴
- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، للامام ابی عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر، ج: ۲، ص: ۴۶۴
- فتح الباری شرح صحیح البخاری، للامام ابی الفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ج: ۲، ص: ۴۱۲
- خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص: ۱۰۹/۱۱۰

ولادتِ اقدس سے پہلے وسیلے کا ثبوت:

۞ اور (حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ) جب حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے شجرِ ممنوعہ (جس درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا، اس کا پھل) کھالیا تھا تو انھوں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وسیلے ہی سے، رب تبارک وتعالیٰ سے دعا کی تھی، حالاں کہ اُس وقت آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کا وجودِ ظاہری نہ ہوا تھا۔

۞ اور جس حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلاۃ و السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تھی، اسے حضرت امام (ابوبکر احمد بن حسین) بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ دلائل النبوۃ، وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے بارے میں حضرت امام (شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد) ذہبی (ترکمانی شافعی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

۞ عَلَيْكَ بِهٖ، فَإِنَّهٗ كُلُّهٗ هُدًى وَّنُوْرٌ۔ [1]

ترجمہ: اس کتاب کا مطالعہ خود پر لازم کرلو! کیوں کہ یہ سراپا ہدایت ونور ہے۔

اس حدیثِ توسُّل کو حضرت امام (ابو بکر احمد بن حسین) بیہقی علیہ الرحمہ نے فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولِ پاک

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، للامام محمد بن عبدالباقی الزرقانی، ج:۱، ص:۱۲۰

۞ شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، للامام یوسف بن اسماعیل النبھانی، ص:۱۵۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ! أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِيْ. فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا آدَمُ! كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ. فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلٰى إِسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ. فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: صَدَقْتَ يَا آدَمُ! إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ وَإِذْ سَئَلْتَنِيْ بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ. وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ.[1]

---

[1] دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۵، ص:۴۸۹
۞ المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشا بوری، ج:۲، ص:۶۱۵
۞ التاریخ، للامام ابی القاسم علی بن الحسن ابن عساکر الدمشقی، ج:۲، ص:۳۵۹/۳۶۰
۞ المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۷، ص:۲۵۹، رقم الحدیث:۶۴۹۸
۞ المعجم الصغیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۲، ص:۸۲/۸۳
۞ مجمع الزوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی ج:۸، ص:۲۵۳
۞ البدایۃ والنھایۃ، للامام عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، ج:۱، ص:۱۳۱
۞ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی ص:۱۰۷
۞ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی المکی الہیتمی، ص:۱۱۰
۞ المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج:۱، ص:۱۱۹، مطبوعہ دار المعرفۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۞ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، للامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی الشافعی، ص:۳۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے (اجتہادی) خطا ہو گئی، تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے۔ اے میرے رب! تجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کا واسطہ! مجھے بخش دے۔ ان کی درخواست پر، رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تو نے (میرے محبوب) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کو کیسے جانا؟ جب کہ میں نے انھیں اب تک پیدا نہیں کیا ہے۔

۞ عرض کی: اے میرے رب! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کو دیکھا تو اس کے ستونوں پر "لا إله الا الله محمد رسول الله" لکھا پایا۔ تو میں نے جان لیا کہ جس ذات کے نام کو تو نے اپنے نامِ اقدس کے ساتھ ملایا ہے وہ تیرے نزدیک یقیناً ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (اسی لیے میں نے ان کا وسیلہ پیش کیا ہے) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا۔ بے شک وہ میرے نزدیک مخلوق میں سب سے محبوب ہیں۔ اب چوں کہ تو نے ان کے وسیلے سے دعا کی ہے اس لیے میں نے تجھے بخش دیا۔ اور (سنو! اُن کی شان تو یہ ہے کہ) اگر انھیں وجود بخشنا منظور نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

۞ اسے حضرت امام (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ) حاکم (نیشاپوری) رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کرنے کے بعد، (سند کے لحاظ سے) صحیح قرار دیا ہے اور حضرت امام (سلیمان بن احمد بن ایوب) طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کرنے کے بعد یہ اضافہ فرمایا:

۞ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ۔

ترجمہ: وہ تیری اولاد میں آخری نبی ہوں گے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

۞ حضرت امامِ مالک (بن انس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (عباسی) خلیفہ (ابوجعفر عبداللہ بن محمد) منصور کو اسی توسل کا مشورہ دیا تھا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ خلیفہ منصور حجِّ بیت اللہ کے ارادے سے (پہلے مدینۂ منورہ) آیا اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت سے شادکام ہوا۔اُس وقت حضرتِ امامِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجدِ نبوی شریف میں موجود تھے۔اُس نے آپ سے دریافت کیا:

۞ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! أَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَ أَدْعُو أَمْ أَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ أَدْعُو، فَقَالَ لَهُ الإِمَامُ مَالِكٌ: وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَ وَسِيْلَةُ أَبِيْكَ آدَمَ إِلَى اللهِ تَعَالَى، بَلْ إِسْتَقْبِلْ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعُهُ اللهُ فِيْكَ قَالَ اللهُ تعالى: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا [۱]

ترجمہ: اے ابوعبداللہ! (یہ امام مالک کی کنیت ہے) میں کعبۂ مقدس کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی طرف رخ کر کے التجا کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو اپنا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے کیسے پھیر سکتا ہے؟ جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے والد حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں ؛ بلکہ انھی کی طرف رخ کر اور اُن سے شفاعت طلب کر! اللہ عزوجل تیرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔اللہ تبارک

---

[۱] سورۂ نساء، آیت: ۶۴

وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، تو یہ آپ کے پاس آ جاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتے۔

❁ اِسے امام قاضی (ابوالفضل) عیاض (بن موسیٰ بن عیاض) علیہ الرحمہ نے "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام (ابوالحسن علی بن عبد الباقی) تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" میں، علامہ سید (علی بن احمد) سمہودی علیہ الرحمہ نے "خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" میں، علامہ (شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد) قسطلانی علیہ الرحمہ نے "المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ" میں، علامہ (احمد بن محمد بن علی) ابن حجر (سعدی ہیتمی) مکی علیہ الرحمہ نے "الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم" میں اور حج وعمرہ کے مسائل واحکام پر مشتمل کتابیں لکھنے والے بہت سے علمائے کرام نے روضۂ رسولِ مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کے آداب میں ذکر کیا ہے۔[1]

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، للامام ابی الفضل عیاض بن موسیٰ، فصل فی تعظیم النبی بعد موتہ و عند ذکرہ و تعظیم اٰلِ بیتہ وصحابتہ، ص: ۵۲۰

✿ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص: ۱۱۱

✿ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی المکی الہیتمی، ص: ۸۸

✿ المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۸، ص: ۳۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان

۞ حضرت علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے "الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم" میں فرمایا:

۞ **حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، یہ روایت ایسی سندِ صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ کسی بھی اہل علم نے اس میں طعن[۱] نہیں کیا ہے۔[۲]**

---

[۱] طعن کا لفظی معنی ہے، نیزہ مارنا، عیب لگانا۔ راویِ حدیث میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی عدالت وثقاہت میں کلام کیا جائے اور کسی وجہ سے اُس کی عدالت کو مجروح کیا جائے۔ اسبابِ طعن کو اسبابِ جرح اور اسبابِ ضعف بھی کہتے ہیں۔ علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے "اسبابِ طعن" دس شمار کرائے ہیں، جن میں پانچ کا تعلق عدالت سے ہے، جب کہ دیگر پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ جن کا تعلق عدالت سے ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الکذب فی الحدیث النبوی، یعنی حدیثِ رسول میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنا۔

(۱) اتہام بالکذب، یعنی جھوٹ سے متہم ہونا۔

(۳) فسق، یعنی گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرنا۔

(۴) جہالت، یعنی راوی کا نہ نام معلوم ہو، نہ ہی یہ معلوم ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔

(۵) بدعت، یعنی کسی شبہہ اور تاویل کی بنا پر کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھنا جس کی دین میں کوئی اصل موجود نہ ہو۔

جن پانچ کا تعلق ضبط سے ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) فرطِ غفلت (۲) کثرت غلط (۳) مخالفتِ ثقات (۴) وہم (۵) سوءِ حفظ۔

(نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص: ۹۵/۹۶۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون)

ان سب کی تفصیلات اصولِ حدیث کی کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

[۲] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی المکی الہیتمی، ص: ۹۸

امام مالک علیہ الرحمہ کی جانب منسوب افترا کا جواب:

❁ حضرت امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ نے "شرح المواہب اللدنیۃ" میں فرمایا:

❁ اس قصے کو (امام ابو الحسن علی) ابن فہر نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے "الشفاء" میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، ایک بھی راوی وضاع (روایتیں گڑھنے والا) یا کذّاب (جھوٹ بولنے والا) نہیں ہے۔[1]

❁ امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت، حضرت امام مالک (بن انس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ اور (افترا کرتے ہوئے یہ) کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک (بن انس) علیہ الرحمہ کے نزدیک قبر انور کی طرف رخ کر کے دعا مانگنا مکروہ ہے۔ امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ کی صراحت و وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ امام مالک (بن انس) رحمۃ اللہ علیہ کی جانب "ناپسندیدگی" کی نسبت کرنا باطل و مردود ہے۔

توسل کے جواز پر مزید دلائل:

❁ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج:۸، ص:۳۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔[۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: پھر آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

کی تفسیر میں بعض مفسرین کرام نے فرمایا:

۞ حضرتِ آدم علیہ السلام کا نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کرنا بھی انھی کلمات میں سے ہے، جب کہ انھوں نے فرمایا: اے میرے رب! تجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کی حرمت کا واسطہ! مجھے بخش دے۔[۲]

۞ اور (خلیفۂ دوم) حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ مسعود میں، جب لوگ سخت قحط سالی کا شکار ہو کر ہلاک ہونے لگے تو انھوں نے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا جان حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی۔ اُن کی دعا مقبول ہوئی اور حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے میں لوگوں کو بارش سے سیراب کیا گیا۔

۞ اس حدیثِ پاک کو حضرت امام (محمد بن اسماعیل) بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صحیح (بخاری) میں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

---

[۱] سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۳۷

[۲] روح المعانی، للامام ابی الفضل السید محمود الآلوسی، تحت ھذہ الآیۃ

۞ الجامع لاحکام القرآن المشتھر بتفسیر القرطبی، للامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، تحت ھذہ الآیت

ہے۔[۱] یہ توسل نہیں تو کیا ہے؟۔

علامہ (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ نے "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" کی شرح میں فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، عمِّ رسول حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے وقت فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرٰى لِلْعَبَّاسِ مَا يَرَى الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا بِهٖ فِيْ عَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْهُ وَسِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

ترجمہ: اے لوگو! حضرتِ عباس (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نزدیک باپ کا مقام رکھتے تھے۔ تو ان کے چچا جان حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے سلسلے میں تم لوگ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پیروی کرو اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ۔[۲]

اِس روایت میں توسل (کے جواز) کی صراحت ہے۔ اِس سے اُن لوگوں کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ:

(رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کا) وسیلہ (پیش کرنا) مطلقاً ناجائز ہے، اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ جس (ہستی) کو وسیلہ بنایا جارہا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکی ہو۔

---

[۱] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم الحدیث: ۱۰۱۰

[۲] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج: ۴، ص: ۲۸۵

اور اُن لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ:

رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنا سکتے ہیں؛ لیکن ان کے علاوہ کسی اور کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

اور جس وقت حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے (بارش کی) دعا مانگی تو (اس وقت) ان کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ یہ تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا ﷺ فَاسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے واسطے سے دعا کرتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا جان (حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے وسیلے سے دعا کر رہے ہیں۔ پس تو ہمیں سیراب فرما۔

یہ حدیثِ پاک بھی "بخاری شریف" میں، حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔[1]

اسے روایت کرنے کے بعد، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

[1] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم الحدیث: ۱۰۱۰

المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱، ص:۷۲، رقم الحدیث: ۸۴

ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جب بھی) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ دے کر (رب تبارک وتعالیٰ سے) بارش کی دعا مانگا کرتے تھے تو ان کے طفیل لوگوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔[1]

حدیثِ توسل کے راوی حضرتِ فاروقِ اعظم کی شان:

۞ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل جوازِ توسُّل کی دلیل ہے؛ کیوں کہ اُن کے بارے میں رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

۞ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِه۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان ودل پر حق کو مقرر فرما دیا ہے۔

۞ اسے حضرتِ امام احمد بن حنبل اور حضرتِ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ نیز (اسے) امام احمد بن حنبل نے (اپنی مسند میں) امام ابو داؤد (سلیمان بن اشعث) نے (اپنی سنن میں) اور امام (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ) حاکم (نیشاپوری) رضی اللہ عنہم اجمعین نے "المستدرك" میں حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۞ نیز اسے امام ابو یعلیٰ (احمد بن علی بن مثنیٰ تمیمی) نے (اپنی مسند میں) اور امام (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ) حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "المستدرک" میں حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور (نیز اسے) امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج:۴، ص:۲۸۵

طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں حضرت سیدنا بلال اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[1]

امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی رضی اللہ عنہ نے ''المعجم الکبیر'' میں اور امام (ابو احمد عبد اللہ) ابن عدی رضی اللہ عنہ نے ''الکامل'' میں حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

عُمَرُ مَعِيْ وَاَنَا مَعَ عُمَرَ وَالْحَقُّ بَعْدِيْ مَعَ عُمَرَ حَيْثُ كَانَ۔

ترجمہ: عمر میرے ساتھ ہے اور میں عمر کے ساتھ ہوں اور میرے بعد حق عمر کے

---

[1] الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۶۸۲

- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج: ۱۵، رقم الحدیث: ۹۲۱۳۔ ومسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ج: ۹، : ۵۱۴۵
- السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، رقم الحدیث: ۲۹۶۱
- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشابوری، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ج: ۴، ص: ۲۰
- الصحیح، للامام ابی حاتم محمد ابن حبان بن احمد، ج: ۱۵، ص: ۳۱۸، رقم الحدیث: ۶۸۹۵
- المعجم الاوسط، للامام سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۳، ص: ۳۳۸، رقم الحدیث: ۳۳۳۰
- حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، للامام ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی، ج: ۱، ص: ۴۲
- اتحاف الخیرۃ المہرۃ، للامام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری، ج: ۹، ص: ۲۱۹، رقم الحدیث: ۸۸۶۱

ساتھ ہوگا، چاہے جہاں رہے[1]

مولائے کائنات کامقام:

(حضرت فاروقِ اعظم پر آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی) یہ نوازش ویسی ہی ہے جیسی (آپ نے) حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فرمائی تھی۔ کیوں کہ ان کے بارے میں بھی حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا ہے:

وَ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ.

ترجمہ: اے اللہ! (میرا) علی جہاں بھی جائے حق کو اس کے ساتھ دائر فرما!

یہ حدیثِ پاک مرتبۂ صحت پر فائز ہے۔ اِسے بہت سے اصحابِ سنن نے

---

[1] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۸، ص:۲۸۰

- المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۳، ص:۱۰۴
- جمع الجوامع المعروف بالجامع الکبیر، للامام عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، ج ۵ ، ص:۷۳۹
- کنز العمال، للامام علاء الدین علی المتقی الھندی، ج:۱۱، ص:۵۷۷
- دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن الحسین بن موسیٰ البیھقی، ج:۷، ص:۱۸۰
- جامع الاحادیث، للامام عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، ج:۱۲، ص:۲۰۰
- کتاب الثانی من فضائل عمر بن الخطاب، للامام تقی الدین ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی، ص:۴۰، رقم الحدیث:۳۹
- الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، للامام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری، ج:۲، الباب الثانی فی مناقب عمر، الفصل السادس فی خصائصہ، ص:۲۹۸

(اپنی اپنی سنن میں) روایت کیا ہے۔[1]

خلفائے ثلاثہ کی حقانیت کی انتہائی مضبوط دلیل:

یہی وجہ ہے کہ حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں بھی رہے حق ان کے ساتھ رہا۔ ان دونوں حدیثوں سے علمائے اہلِ سنت نے خلفائے اربعہ (حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چاروں جانشینوں) کی خلافت کے حق ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس لیے کہ حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت سے پہلے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ رہے۔ خلافت کے سلسلے میں اُن حضرات سے کچھ بھی بحث وتکرار نہیں کی۔

لیکن جب آپ خود خلیفہ بنے اور (آپ کے مقابلے میں) خلافت کی اہلیت نہ رکھنے والوں (حضرتِ معاویہ اور اُن کے اصحاب) نے آپ سے مقابلہ کیا تو آپ نے ان سے باقاعدہ جنگ کی (تو اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق نہ ہوتی تو آپ ہرگز ان کو خلیفہ تسلیم

---

[1] الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث: ۳۷۱۴

- المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، رقم الحدیث: ۵۹۰۶
- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری، ج: ۳، ص: ۱۲۵
- مشکاۃ المصابیح، للامام ولی الدین الخطیب التبریزی، ج: ۳، رقم الحدیث: ۶۰۳۰
- معرفۃ الصحابۃ، للامام ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی، ج: ۱، ص: ۹۲
- المسند، للامام ابی بکر احمد بن عمرو البزار، ج: ۳، ص: ۵۱
- جامع الاحادیث، للامام جلال الدین السیوطی، ج: ۱۳، ص: ۱۱۲

نہ کرتے ؛ بلکہ ان سے بھی جنگ کرتے، جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی تھی)۔

حضرتِ فاروقِ اعظم کے عمل سے استدلال:

لہٰذا ثابت ہوا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کرنا (اس کے) جواز کی دلیل ہے۔ اور (حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) اس (عمل) کے شرعی دلیل ہونے پر دوسری دلیل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا درج ذیل یہ فرمان ہے:

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ.

ترجمہ: یعنی اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

اسے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں، امام (محمد بن عیسیٰ بن سورۃ) ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن (جامع ترمذی) میں، امام (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ) حاکم نے مستدرک میں، صحابیِ رسول حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔[1]

---

[1] الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۶۸۶

- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، ج: ۲۸، ص: ۶۲۴، رقم الحدیث: ۱۷۴۰۵
- المستدرک، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشابوری، ج: ۳، ص: ۸۵
- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۱۷، ص: ۲۹۸

نیز حضرت امام (سلیمان بن احمد) طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معجم کبیر میں صحابیِ رسول حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ فَاِنَّھُمَا حَبْلُ اللّٰہِ الْمَمْدُوْدُ۔ مَنْ تَمَسَّكَ بِھِمَا فَقَدْ تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا۔[1]

ترجمہ: میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرنا۔ کیوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہیں۔ جس نے ان دونوں کا دامن پکڑ لیا اس نے ایسی مضبوط رسی (سہارے) کو تھام لیا جو (کبھی) ٹوٹ نہیں سکتی۔

ایک اعتراض اور اہلِ سنت کی طرف سے اس کا جواب:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے کیوں نہیں کیا؟ سو اس کا

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ للامام نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، ج:۹، ص:۵۳
- المصنف، للامام ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۱۹۴۲
- جامع الاحادیث، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، ج:۵، ص:۲۸۲
- جامع الاحادیث والسنن، للامام عماد الدین اسماعیل ابن کثیر الدمشقی، ج:۹، ص:۳۴۲
- کنز العمال، للامام علی بن حسام الدین المتقی الھندی، ج:۱۱، ص:۵۶۰
- الجامع الصغیر، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، رقم الحدیث: ۲۹۸۵
- الجامع الکبیر، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، ج:۱، ص:۷۵۹

جواب یہ ہے کہ (انھوں نے حضرتِ عباس کا وسیلہ اس لیے پیش کیا) تا کہ سب لوگ جان لیں کہ غیرِ نبی کے وسیلے سے بھی بارش (کے نازل ہونے) کی دعا کی جا سکتی ہے۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ تو سب کو معلوم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا کرنا جائز ہے؛ لیکن یہ ممکن تھا کہ کسی کے دل ودماغ میں غیرِ نبی سے توسل کے عدمِ جواز کا وہم پیدا ہو، سو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگ کر اس کے جواز کو بتلا دیا۔

۞ اگر آپ، نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال فرمانے کے بعد بھی ان ہی کا وسیلہ پیش کرتے تو عین ممکن تھا کہ بعض لوگ یہ گمان کرتے کہ دعا میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے علاوہ کسی اور کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

وہابیوں کے طرف سے جواب:

۞ کسی کہنے والے (وہابی غیر مقلد) کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ اس لیے پیش کیا تھا کہ وہ باحیات تھے اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسُّل نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ وفات پاچکے تھے۔ اور کسی ہستی کے وصال فرما جانے کے بعد اُسے وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ ہم اس قائل کو یہ جواب دیں گے کہ تمھارا وہم وگمان باطل ومردود ہے۔ تمھارے اس قول کے باطل ومردود ہونے پر کئی ٹھوس دلیلیں قائم ہیں۔

وہابیوں کے جواب کے مردود ہونے پر دلائل:

۞ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے، اپنے آقا ومولا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو، اُن کی وفاتِ اقدس کے بعد بھی وسیلہ بنایا ہے۔ اس کی تفصیل اُس قصے میں گزر چکی ہے جس میں حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص، خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بار بار آتا تھا۔۔ الخ

۞ حضرتِ بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثِ پاک میں بھی اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اور ابھی ابھی گزرا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے نبیؐ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے، دنیا میں اُن کے تشریف لانے سے پہلے توسل کیا ہے۔ اس (توسلِ آدم والی) حدیثِ پاک کو خود حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ ہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ تو یہ وہم کیسے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعدِ وصال، رسول اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کے عدمِ جواز کے قائل تھے؟۔

۞ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنی قبرِ انور میں (سب سے اعلیٰ درجے کی برزخی حیات کے ساتھ) زندہ ہیں۔ اس کے باوجود حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی حدیث روایت کی جو قبلِ ولادت آپ سے جوازِ توسل پر دلالت کر رہی ہے[1]

۞ خلاصۂ کلام یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا ولادت سے پہلے بھی جائز تھا۔ حیاتِ ظاہری میں بھی درست تھا اور اب بعدِ وصال بھی صحیح ہے۔ اس

---

[1] محض یہ بتلانے کے لیے کہ حضور رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے ہر زمانے میں توسل جائز رہا ہے۔ پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ وصالِ اقدس سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔

بحث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے علاوہ اللہ عزوجل کے دوسرے نیک بندوں کا توسل بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر (اس کا جواز) ثابت کیا۔

حضرتِ عباس کو وسیلہ بنانے کی وجہ:

رہا یہ سوال کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ میں خاص کر حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ کیوں پیش کیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا اس لیے کیا؛ تا کہ حضراتِ اہل بیت کرام علی جدہم وعلیہم الصلاۃ والتسلیم کا شرف ظاہر ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے ۔اس لیے کہ اس وقت حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم موجود تھے جو کہ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔

حضرتِ عباس کو وسیلہ بنانے کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ :

بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو چھوڑ کر حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنانے میں ایک دوسرا نکتہ (بھی) ہے جو کہ پہلے نکتے سے زیادہ نفیس وعمدہ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمزور ایمان والے مومنوں پر شفقت کرنے کے لیے ایسا کیا؛ کیوں کہ اگر وہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے اور بارش ہونے میں

تاخیر ہوجاتی (کیوں کہ دعا کا مقبول ہونا مشیتِ الٰہی پر موقوف ہوتا ہے) تو عین ممکن تھا کہ ضعیف الایمان مومنوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے اور وہ لوگ بے قراری کا اظہار کرتے (جو کہ ان کے ایمان کے فساد کا سبب بنتی) برخلاف غیر نبی سے توسل کرنے کے؛ کیوں کہ اگر اس وقت قبولیت میں تاخیر ہوجاتی تو کسی کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے، نہ کسی کو بے چینی لاحق ہوتی۔

عقیدۂ توسل کی تنقیح:

۞ حاصلِ کلام یہ کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ان کی حیاتِ ظاہری میں وسیلہ بنانا جائز تھا اور اب بعدِ وصال بھی جائز ہے۔ اسی طرح دیگر انبیاء و مرسلین اور اولیاء وصالحین کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ حدیثیں اس پر دلالت کررہی ہیں۔ اس لیے کہ ہم اہل سنت وجماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے علاوہ کسی کو بھی موجود کرنے، معدوم کرنے، (بذاتِ خود) نفع وضرر پہنچانے اور پیدا کرنے کی قدرت وطاقت نہیں ہے۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے لیے بھی با لذات نفع وضرر پہنچانے اور اثر انداز ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ کسی اور زندہ یا مردہ کے لیے بھی ہم ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔

۞ لہٰذا نبیِ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم اور اولیاء وصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے توسل کرنے میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ چاہے یہ حضرات زندہ ہوں یا وفات پاچکے ہوں؛ کیوں کہ یہ حضرات

کسی شے کے خالق نہیں اور نہ ہی کسی شے میں بالذات اثر انداز ہیں۔ ان سے تو محض برکت حاصل کی جاتی ہے؛ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ اور رہی خلق و ایجاد واعدام (پیدا کرنا، وجود بخشنا اور فنا کرنا) اور (بالذات) نفع وضرر (پہنچانا) جیسی صفات تو یہ صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ خاص ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا:

۞ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زندوں کو وسیلہ بنا سکتے ہیں؛ لیکن جو وفات پا چکے ہوں انھیں وسیلہ بنانا درست نہیں۔ تو (اُن کے اِس فرق) سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ زندوں کی تاثیر کے قائل ہیں اور مردوں کی تاثیر کے قائل نہیں۔ اور ہم (اہل سنت و جماعت) یہ کہتے ہیں کہ ہر شے کا خالق (پیدا کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہے۔ اُس نے تمھیں بھی پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو بھی۔

۞ اب جو لوگ زندوں سے توسل کے قائل ہیں؛ لیکن مردوں سے نہیں۔ وہ لوگ در حقیقت غیرُ اللہ کی تاثیر کے قائل اور اُس کے موثرِ (حقیقی) ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لہٰذا (زندوں اور مُردوں کی تفریق و تقسیم کے سبب) یہ لوگ خود ہی مشرک ہوئے، خود انھوں نے اپنی توحید میں شرک کو داخل کیا۔ پھر یہ نادان واحمق کس منہ سے توحید کی حفاظت کا دعویٰ کرتے اور دوسروں (ہم اہل سنت و جماعت) کی جانب شرک کو منسوب کرتے ہیں۔ سبحٰنک ھٰذا بہتان عظیم۔

توسل، تشفع اور استغاثہ کا ترادف:

۞ پس توسل، تشفع اور اِستغاثہ تینوں کا معنیٰ ومفہوم ایک ہی ہے۔ مومنوں کے دلوں میں ان کا معنیٰ صرف اِس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا ذکر کر کے برکت حاصل کی جائے؛ کیوں کہ یہ ثابت (شدہ حقیقت) ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اپنے عام بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ۔

۞ موثّر ومُوجِد (حقیقی اثر ڈالنے اور پیدا کرنے والا) درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان نیک لوگوں کا ذکر اس تاثیر کے لیے سبب عادی ہے۔ جس طرح کسب عادی کی خود کوئی تاثیر نہیں ہوتی (اسی طرح سبب عادی کی بذاتِ خود کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ یہ محض وسیلہ اور ذریعہ ہے)

حیاتِ انبیاء کے ثبوت پر دلائل:

۞ اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس عقیدے پر بہت سے دلیلیں قائم ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

۞ حضراتِ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کر رہی ہیں۔[1]

---

[1] متعدد آیاتِ کریمہ بھی حیاتِ انبیا پر دلالت کر رہی ہیں، مثلاً اللہ ربُّ العزت نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر: ۱۵۴)

(۱) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ. یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ.[1]

ترجمہ: میں شبِ معراج (حضرتِ) موسیٰ (علیہ السلام) کی قبر کے پاس سے گزرا۔ (دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

صفحہ ۱۵۶: ترجمۂ تبیان القرآن: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو؛ بلکہ وہ زندہ ہیں؛ لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۘ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر: ۱۶۹/۱۷۰)

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو! بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جا رہا ہے۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انھیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اِن آیاتِ کریمہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ ربّ العزت، بعدِ شہادت ایسی کامل ترین زندگی عطا فرماتا ہے کہ ان کو مردہ کہنا تو دور انھیں مردہ گمان کرنا بھی جائز و درست نہیں ہے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان چوں کہ شہدائے ارفع و اعلیٰ ہے اس لیے یہ آیاتِ مبارکہ حیاتِ انبیا پر بھی دلالت کر رہی ہیں۔ اور ہمارے آقا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا مقام و مرتبہ انبیائے کرام سے بہت بلند و بالا ہے، ....

......اس لیے یہ آیاتِ مجیدہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی حیات کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

[۱] اسے حضرت امام مسلم نے حضرت انس بن مالک اور حضرت ہداب بن خالد رضی اللہ عنہما سے اِن الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

أَتَيْتُ وَ فِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَ هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ۔ (الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ، رقم الحدیث: ۴۳۷۵)

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے فرمایا: میں شب معراج سرخ ٹیلے کے قریب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔

❁ اسے حضرت امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى مُوسٰى عليه السلام وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ۔

(السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام و ذکر الاختلاف علی سلیمان التیمی فیہ، رقم الحدیث: ۱۶۳۴)

ترجمہ: میں معراج کی شب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

❁ اسے "فرأيته قائما" کے اضافے کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ (المسند، للامام احمد بن حنبل، ج: ۱۹، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ص: ۲۵۳، رقم الحدیث: ۱۲۲۱۰)

(۲) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

❁ مَرَرْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فَأَمَرَنِيْ بِتَبْلِيْغِ أُمَّتِيْ السَّلَامَ وَ أَنْ أُخْبِرَهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ وَ أَنَّهَا قِيْعَانٌ وَ أَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ [۱]

---

[۱] اسے حضرت امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِأْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَ أَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ وَ أَنَّهَا قِيْعَانٌ وَ أَنَّ غِرَاسَهَا "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ"۔ (الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۴۶۲)

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات کی، انھوں نے کہا: اے محمد! آپ اپنی امت تک میرا سلام پہنچا دینا اور انھیں بتا دینا کہ جنت کی زمین خوش بودار اور ہموار ہے، اس کا پانی شیریں ہے اور اس کے پودے یہ کلمات "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" ہیں۔

❁ اسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی نے بھی روایت کیا ہے؛ مگر ان کی روایت میں "لقیت" کے بجائے "رأیت" اور "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کا اضافہ ہے۔

(المعجم الکبیر، ج:۱۰، ص:۲۱۴، رقم الحدیث: ۱۰۳۶۳۔ والمعجم الصغیر، ج:۱، ص:۱۹۶، باب العین، رقم الحدیث: ۵۳۹۔ المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۴۳۸۰، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی)

ترجمہ: میں (شب معراج) حضرت ابراہیم (خلیل اللہ، علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچا دیجیے اور انھیں بتا دیجیے کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے۔ اس کی زمین ہموار ہے اور اس کے پودے یہ کلمات: سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ۔ ہیں۔

(۳) اسی طرح وہ حدیثِ پاک بھی حیاتِ انبیاء پر دلالت کر رہی ہے جس میں شب معراج بیت المقدس میں انبیاے کرام کے اجتماع کا ذکر ہے جب کہ حضورِ شافعِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کی امامت فرمائی اور پھر آسمانوں میں انھوں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔[1]

(۴) وہ حدیثِ پاک بھی حیاتِ انبیاء پر دلالت کر رہی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

۞ جب اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے عرض کی: آپ رب تبارک و تعالیٰ کے پاس تشریف لے جائیں! کیوں کہ آپ کی امت پچاس وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف مراجعت فرماتے رہے یہاں تک کہ پانچ

---

[1] الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ وفرض الصلوات، رقم الحدیث: ۴۳۳/ ۴۳۴

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج:۱۹، ص:۲۸۵، رقم الحدیث: ۱۲۵۰۵

وقت کی نمازیں باقی بچیں۔[۱]

(۵) درج ذیل یہ حدیث پاک:

۞ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ يَحُجُّوْنَ وَيُلَبُّوْنَ۔[۲]

ترجمہ: بے شک انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں۔

بھی اسی قبیل سے ہے۔ ان احادیثِ صحیحہ پر کسی بھی محدث نے طعن نہیں کیا۔ لہذا انھیں تفصیلاً ذکر کر کے گفتگو کو دراز کرنے کی ضرورت (محسوس) نہیں (ہوتی)۔

۞ نیز شہدائے اسلام کی حیاتِ (برزخی) کا ثبوت نصِ قرآنی سے ہے اور انبیائے کرام شہدا سے افضل و اعلیٰ ہیں تو ان کے لیے حیات بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی۔ یہاں پر یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ جو حیات انبیا اور شہدا کے لیے ثابت ہے یہ دنیوی حیات کی طرح

---

[۱] الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ وفرض الصلوات، رقم الحدیث: ۴۲۹

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج: ۱۹، ص: ۴۸۵، رقم الحدیث: ۱۲۵۰۵

[۲] البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، للعلامۃ محمد بن علی بن آدم الاثیوبی، ج: ۴، ص: ۵۶۲

۞ اشرف الوسائل الی فھم الشمائل، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی المکی الہیتمی، ج: ۱، ص: ۵۹۳

۞ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، للامام علی بن سلطان القاری، ج: ۲، ص: ۲۳۸

۞ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج: ۷، ص: ۳۶۵

نہیں ہے؛ بلکہ اس سے مراد ایسی زندگی ہے جو فرشتوں کی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس کی صفت و حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ہم پر اُس حیات کی صفت و حقیقت سے بحث کیے بغیر، اُس کے ثبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور جب بات یوں ہے تو انبیا و شہدا میں سے ہر ایک کے زندہ ہونے اور وفات پا کر دنیاوی زندگی سے منتقل ہونے کے درمیان کچھ بھی منافات باقی نہیں رہی؛ کیوں کہ ان کے وفات پانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی دنیاوی زندگی ختم ہو گئی۔ اور اُن کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی دوسری زندگی کا آغاز ہو گیا۔ اِس تقریر سے وہ اشکال (بھی) دور ہو گیا جو آیت کریمہ:

۞ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾[1]

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمھیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

سے وارد ہو رہا تھا۔ اِس سے متعلق گفتگو بڑی بڑی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہے؛ لہٰذا (اس مختصر رسالے میں) اُسے ذکر کر کے گفتگو کو دراز کرنا مناسب نہیں ہے۔

ایک وہم کا اِزالہ:

۞ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ توسل سے روکنے والوں کا شبہ یہ ہے کہ اُنھوں نے بعض لوگوں کو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے جن سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ لوگ غیرُ اللہ کی (حقیقی) تاثیر کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ اولیاء (ولیوں) و صالحین (اللہ نے نیک بندوں) سے اُن کی زندگی میں اور وصال فرما جانے کے بعد ایسی چیزوں کا سوال

---

[1] سورۂ زمر، آیت نمبر: ۳۰

کرتے ہیں جنھیں عادتاً اللہ رب العزت ہی سے مانگا جاتا ہے اور یہ لوگ اولیا سے کہتے ہیں:

میرا فلاں کام کر دیجیے! میری بگڑی بنا دیجیے!

۞ اور یہ لوگ بسا اوقات کسی ایسے شخص کی ولایت کا اعتقاد رکھ لیتے ہیں جو ولایت سے نہیں؛ بلکہ فسق وفجور سے متصف ہوتا اور ولایت سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس کی جانب کرامات (کرامتوں)، خرقِ عادات امور و احوال (خلافِ عادت کاموں) اور بلند مقامات کو منسوب کرتے ہیں، حالاں کہ وہ شخص ان چیزوں کا اہل ہوتا ہے، نہ اس کے اندر یہ سارے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ تو شرک کے وہم کو دور کرنے اور فساد کے ذریعے کو بند کرنے کے لیے ان منع کرنے والوں نے عوام الناس کو ان تمام چیزوں سے بھی روک دیا جن کی شریعت میں گنجائش رکھی گئی تھی، اگرچہ ان (مانعین) کو پتہ ہے کہ عوام الناس غیرُ اللہ کی (حقیقی) تاثیر کا یا ان کے (حقیقی) نافع (نفع بخش) اور (حقیقی) ضائر (ضرر رساں) ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے؛ بلکہ محض برکت حاصل کرنے کے لیے ان حضرات کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اگرچہ اولیا کی جانب کچھ چیزیں منسوب کرتے ہیں؛ لیکن بہر حال اُن کے موثرِ حقیقی ہونے کا عقیدۂ فاسد نہیں رکھتے۔

۞ (اگر کوئی نادان اِس طرح کی سطحی گفتگو کرے) تو ہم اُسے جواب دیں گے کہ اگر بات وہی ہے جو آپ نے کہی ہے کہ ”مانعین نے (کفر وشرک کے) ذریعے کو بند کرنے کا قصد وارادہ کیا ہے“ تو پھر کس چیز نے انھیں امتِ مسلمہ کے علما و جہلا اور عوام وخواص کو کافر قرار دینے اور مطلقاً توسُّل کا انکار کرنے پر اُبھارا؟

۞ مناسب تو یہ تھا کہ یہ لوگ عوام الناس کو ایسے الفاظ استعمال کرنے سے روکتے جن

سے غیر اللہ کے مؤثرِ حقیقی ہونے (کے عقیدے) کا وہم ہو رہا تھا اور انھیں بابِ توسل میں ادب کی راہ پر چلنے کا حکم دیتے (نہ یہ کہ ان پر کفر و شرک کا فتویٰ جڑتے) حالاں کہ غیر اللہ کی تاثیرِ (حقیقی) کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ کو مجاز پر محمول کرنا ممکن ہے۔ یہ مجاز، مجازِ عقلی (کہلاتا) ہے جو کہ اہلِ علم کے نزدیک شائع وذائع ہے۔[1]

---

[1] اہلِ علم مجازِ عقلی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اَلْمَجَازُ الْعَقْلِیُّ هُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اَوْ مَا فِیْ مَعْنَاهُ اِلٰی غَیْرِ مَا هُوَ لَهٗ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِیْنَةٍ مَانِعَةٍ مِّنْ اِرَادَةِ الْاِسْنَادِ الْحَقِیْقِیِّ وَ الْاِسْنَادُ الْمَجَازِیُّ یَکُوْنُ اِلٰی سَبَبِ الْفِعْلِ اَوْ زَمَانِهٖ اَوْ مَکَانِهٖ اَوْ مَصْدَرِهٖ اَوْ بِاِسْنَادِ الْمَبْنِیِّ لِلْفَاعِلِ اِلَی الْمَفْعُوْلِ اَوِ الْمَبْنِیِّ لِلْمَفْعُوْلِ اِلَی الْفَاعِلِ۔ (البلاغۃ الواضحۃ، علم البیان، المجاز العقلی، ص:۱۰۸)

ترجمہ: فعل یا شبہِ فعل کو کسی علاقے کی وجہ سے، اس کے حقیقی فاعل کی بجائے دوسرے کی جانب منسوب کرنا "مجازِ عقلی" کہلاتا ہے، جب کہ اسنادِ حقیقی مراد لینے سے روکنے والا کوئی قرینہ موجود ہو۔ اسنادِ مجازی فعل کے سبب یا اس کے زمان یا اس کے مکان یا اس کے مصدر کی جانب ہوتی ہے۔ یا پھر فعلِ معروف کی نسبت مفعول، یا فعلِ مجہول کی نسبت فاعل کی طرف کی جاتی ہے۔

مثلاً فعل کی نسبت زمانے کی طرف کرتے ہوئے کہنا "اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ" یعنی موسمِ بہار نے سبزہ اُگایا۔ یہاں اُگانے کی نسبت "موسمِ بہار کی جانب کی گئی ہے، حالاں کہ بہار نے سبزہ نہیں اگایا، بلکہ وہ تو سبزہ اُگنے کا وقت ہے؛ کیوں کہ اللہ عزوجل موسمِ بہار میں سبزہ اُگاتا ہے۔ اِسی تعلق کی بنیاد پر اُگانے کی نسبت "بہار" کی جانب کردی گئی۔ اور جب کہنے........

مجازِ عقلی کا کثرتِ استعمال:

جملہ مسلمان اس (مجازِ عقلی) کا استعمال کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں بھی اس کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوا ہے۔ "هٰذَا الطَّعَامُ اَشْبَعَنِيْ۔ هٰذا الْمَآءُ اَرْوَانِيْ۔ هٰذَا الدَّوَآءُ شَفَانِيْ۔ هٰذَا الطَّبِيْبُ نَفَعَنِيْ" [اس کھانے نے مجھے آسودہ کیا۔ اس پانی نے مجھے سیراب کیا۔ اس دوا نے مجھے شفا دی۔ اس طبیب نے مجھے نفع پہنچایا] ایسے جملے کہنے والا اگر دہریہ (اللہ عزوجل کے وجود کا انکار کرنے والا) نہ ہو؛ بلکہ موحّد (اللہ عزوجل کو ایک جاننے والا) ہو تو اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک انھیں (ان جملوں کو) مجازِ عقلی ہی پر محمول کیا جائے گا۔ کیوں کہ کھانا خود آسودہ نہیں کرتا، حقیقی آسودگی بخشنے والا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ کھانا تو محض سبب عادی ہے (یعنی عادت جاری ہے کہ کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے)۔ اس کی کوئی (حقیقی) تاثیر نہیں ہے۔ اس کی جانب آسودہ کرنے کی نسبت مجازِ عقلی ہے (باقی مثالوں کو اسی پر قیاس کر کے سمجھنا چاہیے!)۔

مومنوں کے اقوال کو مجازِ عقلی پر محمول کرنا واجب ہے:

تو جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے والا صاحبِ ایمان (مومن)

صفحہ ۱۶۴: والا مسلمان ہو تو یہ اس بات کا قرینہ ہوگا کہ اُس نے ربیع کو "فاعلِ حقیقی" نہیں قرار دیا ہے، بلکہ فاعلِ مجازی مانا ہے۔ اسی طرح فعل کی نسبت جگہ کی طرف کرتے ہوئے کہنا "سال الوادي" یعنی وادی بہہ پڑی۔ یہاں بہنے کی نسبت وادی کی جانب کی گئی ہے، حالاں کہ وادی نہیں بہتی؛ بلکہ اس میں پانی بہتا ہے۔ وادی تو پانی کے بہنے کی جگہ ہے۔

غیرِ مَا ھُوَ لَہٗ کی طرف کسی فعل کی نسبت کرے (یعنی ایسی شے کی طرف کسی فعل رحکم کی نسبت کرے جو درحقیقت اُس کے لیے نہ ہو) تو اسے مجازِ عقلی پر محمول کرنا واجب وضروری ہے۔اس (نسبت کرنے والے) کا مسلمان اور موحد ہونا ہی اُس مجاز کا قرینہ ہے (جو کہ متعین کررہا ہے کہ قائل نے معنیٰ مجازی ہی مرادلیا ہے) جیسا کہ علماے معانی (علمِ معانی کے ماہرین)[۱] نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی صراحت کردی ہے اور یہ قاعدہ ان کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

---

[۱] علوم بلاغت تین ہیں۔(۱)علم البیان (۲)علم المعانی (۳)علم البدیع۔

عِلْمُ الْبَیَان کی تعریف: اَلْبَیَانُ عِلْمٌ یُبْحَثُ فِیْهِ عَنِ التَّشْبِیْهِ وَالْمَجَازِ وَالْکِنَایَةِ۔

ترجمہ: علمِ بیان ایسا علم ہے جس میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ سے بحث کی جاتی ہے۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس علم میں دل کش انداز اور حسین اسلوب میں اپنے خیالات کے اِظہار کے لیے، لفظی اور معنوی پیچیدگی سے بچنے کے اصول وقواعد بیان کیے جاتے ہیں۔گویا اس علم کا مقصد لفظی ژولیدگی اور معنوی پیچیدگی سے خود کو بچانا ہے؛ تاکہ آپ کے احساسات واضح انداز میں مخاطَب تک پہنچ سکیں اور وہ بغیر کسی دشواری کے آپ کا مقصد سمجھ سکے۔

عِلْمُ الْمَعَانِیْ کی تعریف: هُوَ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِیِّ الَّتِیْ بِهَا یُطَابِقُ مُقْتَضَی الْحَالِ۔

ترجمہ: علمِ معانی ایسا علم ہے جس سے عربی لفظ کے ان احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جن کے ذریعے لفظِ عربی مقتضاے حال کے مطابق ہوتا ہے۔ ....

توسل کو حرام یا شرک کہنا باطل:

لہذا علی الاطلاق (بغیر کسی قید کے) توسل کو منع کرنے کی کوئی صورت نہیں بنتی؛ کیوں کہ احادیثِ صحیحہ اس کے ثبوت پر دلالت کر رہی ہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور علمائے سلف وخلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا صدور ہوا ہے۔ لہذا وسیلے کا انکار کرنے والوں میں سے بعض کا توسل کو حرام قرار دینا اور بعض کا اُسے کفر وشرک قرار دینا باطل ومردود ہے۔

مسلمانوں کا حرام یا شرک پر متفق ہونا ناممکن:

کیوں کہ (اس قول کو درست قرار دینے کی تقدیر پر) امتِ مسلمہ کی بہت بڑی

صفحہ ١٦٦: یعنی اس علم میں، گفتگو کرنے والے کو، مخاطب کی ذہنی صلاحیت اور حال کے تقاضے کے مطابق گفتگو کرنے کے اصول سکھائے جاتے ہیں۔ اس علم میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کس لفظ اور کس نسبت سے حقیقی معنی ونسبت کے علاوہ کب دوسرے معانی مراد لیے جاتے ہیں۔

عِلْمُ الْبَدِيعِ کی تعریف: اَلْبَدِيعُ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ وُجُوْهُ تَحْسِيْنِ الْكَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَى الْحَالِ۔

ترجمہ: بدیع ایسا علم ہے جس کی روشنی میں مقتضائے حال کے مطابق کلام کو حسین وخوب صورت بنانے کے طریقے معلوم کیے جاتے ہیں۔

یعنی اس علم میں لفظی اور معنوی محاسن کے ذریعے فصیح اور بلیغ کلام کو مزید سنوارنے اور خوب صورت بنانے کے قواعد بیان کیے جاتے ہیں۔ (دروس البلاغۃ، ص: ۲۵/۱۰۶/۱۳۸)

جماعت کا گم راہی پر جمع ہونا لازم آرہا ہے۔ اور جو شخص بھی صحابۂ کرام اور علماے سلف وخلف کے کلام میں تلاش وجستجو کرے گا تو توسل کو اُن حضرات سے؛ بلکہ بہت سے مومنوں سے بسا اوقات صادر ہوتا ہوا پائے گا اور اکثر امت کا حرام یا کفر پر متفق ہونا ممکن نہیں، کیوں کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے ہے کہ آقاے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ۔[1]

ترجمہ: یہ ممکن نہیں کہ میری امت ضلالت وگمرہی پر متفق ہوجائے۔

---

[1] اسے امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ۔ (الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۲۱۶۷)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل میری امت کو/امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گم رہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

اللہ کا دستِ قدرت جماعت پر ہے۔ جو جماعت سے الگ ہوگا وہ الگ تھلگ دوزخ میں جائے گا۔ (اس کا کوئی حامی وناصر نہ ہوگا)

اسے امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ

بعض محدثین نے اس حدیث پاک کے متواتر ہونے کا قول کیا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ، وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ. مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ) ۔[1]

ترجمۂ تبیان القرآن: جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو (تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور

صفحہ ۱۶۸: (السنن، للامام محمد بن یزید بن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الأعظم، رقم الحدیث: ۳۹۵۰)

میری امت کا یقینی طور پر کسی بھی گمراہی پر اتفاق نہیں ہوسکتا، جب تم اختلافات دیکھنا تو مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پے روی کرنا۔

نیز اسے امام ابوداؤد نے حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام دارمی نے حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث، اول کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، رقم الحدیث: ۴۲۵۳

السنن، للامام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، المقدمۃ، باب ما اعطی النبی ﷺ من الفضل، رقم الحدیث: ۵۵

المسند، للامام احمد بن حنبل، من مسند القبائل، حدیث أبي بصرة الغفاری، رقم الحدیث: ۲۷۲۲۴

[1] سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۱۱۰

اکثر کافر ہیں)۔

❁ جب امتِ محمدیہ ساری امتوں سے بہتر ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری امت یا اکثر امت گمراہ ہو جائے۔ جب ان مانعین کا مقصد فساد کے دروازے کو بند کرنا تھا اور لوگوں کو غیر اللہ کی تاثیر کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ کو استعمال کرنے سے منع کرنا تھا تو ان کے لیے ضروری یہ تھا کہ کہتے:

❁ (بھائیو!) توسل ایسے الفاظ سے ہونا چاہیے جن سے غیر اللہ کے موثرِ حقیقی ہونے کا وہم پیدا نہ ہو۔ مثلاً وسیلہ پیش کرنے والا یوں کہے:

❁ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ ﷺ و بِالْاَنْبِیَاءِ قَبْلَهٗ وَ بِعِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ اَنْ تَفْعَلَ لِیْ کَذَا وَ کَذَا۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم اور تیرے نیک بندوں کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ تو مجھے یہ یہ عطا فرما!

❁ ان کے لیے یہ ہرگز روا نہ تھا کہ توسل سے منع کر کے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تاثیر (حقیقی) کا اعتقاد رکھنے والے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ جڑنے کی جسارت کریں۔

انکار کرنے والوں کی دلیل:

❁ توسل سے روکنے والے (اور اُسے بدعت و ناجائز: بلکہ کفر کہنے والے) اِس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

۞ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)۝ ۔[۱]

ترجمہ تبیان القرآن: تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔(بے شک اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تمھارے درمیان سے کسی کی آڑ میں چپکے سے نکل جاتے ہیں، سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انھیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انھیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے)۝۔

۞ اس آیتِ کریمہ میں اللہ ربُّ العزت نے مومنوں کو اپنے حبیبِ مکرم اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اس طرح پکارنے سے منع فرمادیا جس طرح وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔یعنی وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ان کے نامِ مبارک کے ساتھ (یا محمد کہہ کر) نہ پکاریں۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے (وہابیوں کی طرف سے) یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ غیر اللہ سے یعنی انبیاے کرام اور اولیاے عظام سے ایسی چیزوں کا مطالبہ نہ کیا جائے جنھیں عادتاً اللہ رب العزت ہی سے مانگا جاتا ہے؛ تاکہ ظاہری اعتبار سے (بھی) اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کے درمیان مساوات (برابری) نہ ہونے پائے۔

۞ اگرچہ یہ مانگنا اللہ تعالیٰ ہی سے ہے؛ کیوں کہ وہی شے کو وجود بخشنے والا اور اس میں موثرِ (حقیقی) ہے اور غیرُ اللہ سے مانگنا اس کے سبب عادی ہونے کی وجہ سے ہے؛ لیکن

---

[۱] سورۂ نور، آیت نمبر: ۶۳

بسا اوقات اس سے بھی (حقیقی) تاثیر کا وہم ہو جاتا ہے۔ لہذا اِس وہم پیدا کرنے والے امر سے بچنے کے لیے غیر اللہ سے مانگنے سے بھی روک دیا جائے گا۔

اس دلیل کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیز توسل سے مطلقاً روک دینے کی متقاضی نہیں ہے اور نہ ہی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ کسی مسلمان کو (انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام وغیرہم سے) طلب کرنے سے روک دیا جائے؛ کیوں کہ طلب جب کسی موحد سے صادر ہو تو اسے مجازِ عقلی پر محمول کیا جائے گا۔ تو اسے شرک یا حرام قرار دینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر یہ لوگ اسے خلافِ ادب قرار دیتے اور توسل کو اس شرط کے ساتھ جائز رکھتے کہ توسل میں ادب کا لحاظ کیا جائے اور شرک یا حرام کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ سے احتراز کیا جائے تو اس کی صورت نکل سکتی تھی؛ لیکن مطلقاً توسل سے روکنے کی (شریعت میں) کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حقیقی مستغاث بہ اللہ تعالیٰ ہی ہے:

حضرت علامہ (ابو العباس احمد بن محمد) ابن حجر (ہیتمی مکی) رحمۃ اللہ علیہ نے "الجوهر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم" میں فرمایا:

توسل، تشفع، اِستغاثہ اور توجّہ کے الفاظ کے ذریعے کسی کو وسیلہ بنانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ توجہ "جاہ" سے بنا ہے۔ جاہ رتبہ کی بلندی کو کہتے ہیں اور کبھی

مرتبہ والے کو اُس کی بارگاہ کا وسیلہ بنایا جاتا ہے جس کا مرتبہ اس سے بلند ہو۔ اور استغاثہ کا معنیٰ ''مدد طلب کرنا'' ہے۔ اور مستغیث یعنی فریاد کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے مستغاث بہ (جس سے فریاد کی گئی ہے) سے مدد حاصل ہو جائے، جب کہ مستغاث بہ مستغیث سے افضل واعلیٰ ہو۔

❁ تو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی طرف یا کسی اور کی جانب متوجہ ہونے اور ان سے مدد طلب کرنے کا مفہوم مسلمانوں کے دلوں میں صرف یہی ہے کہ حقیقتاً مدد کی طلب اللہ تعالیٰ ہی سے ہے اور سبب عادی ہونے کی وجہ سے مجازاً غیر اللہ سے ہے۔ کوئی بھی مسلمان اس معنیٰ کے علاوہ کسی دوسرے معنیٰ کا قصد وارادہ نہیں کرتا۔ جس کا سینہ اتنی معمولی سی بات سمجھنے کے لیے کشادہ نہ ہو اسے اپنے اوپر آنسو بہانا چاہیے۔ (نسأل الله العافية)۔[1]

حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام مجازاً مستغاث بہ ہیں:

❁ ثابت ہوا کہ مستغاث بہ (جس سے فریاد کی گئی، وہ) حقیقت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی ہے اور نبیِ اکرم سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اس کے اور مستغیث (فریاد کرنے والے) کے درمیان واسطہ ہیں۔ پس حقیقتاً مستغاث بہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مدد اسی کی خلق وایجاد سے ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم مجازاً مستغاث بہ ہیں۔ آپ سے مدد طلب کرنا سبب عادی اور کسب عادی کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ آپ نظر

[1] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد ابن حجر مکی، ص: ۱۱۱

کرم فرماتے ہیں اور اپنی ارفع و اعلیٰ قدر و منزلت کے سبب باری تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں (فریاد کرنے والوں کی) سفارش کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۞ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى، (وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ)۔[۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: سو (اے مسلمانو!) تم نے ان کو قتل نہیں کیا؛ لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور (اے رسولِ معظم!) آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی، جس وقت آپ نے وہ خاک پھینکی تھی؛ لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی، تاکہ وہ مومنوں کو اچھی آزمائش کے ساتھ گزارے، بے شک اللہ بہت سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۞ یعنی (اے مسلمانو! تم نے انھیں خلق و ایجاد کے اعتبار سے قتل نہیں کیا؛ بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا۔ تم تو فقط ان کے قتل کا سبب بنے، اور اے محبوب!) آپ نے وہ خاک خلق و ایجاد کے اعتبار سے نہیں پھینکی؛ بلکہ کسب و سبب کے اعتبار سے پھینکی تھی اور خلق و ایجاد کے اعتبار سے وہ خاک صرف اللہ نے پھینکی تھی۔

۞ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے فرمان:

مَا اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ۔[۲]

ترجمہ: تمھیں میں نے سوار نہیں کیا؛ بلکہ اللہ عزوجل نے سوار کیا ہے۔

کو بھی سمجھنا چاہیے۔

---

[۱] سورۂ انفال، آیت نمبر: ۱۷

[۲] اسے حضرت امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے.........

.... روایت کیا ہے اور حضرت امام بخاری نے انھی سے "إني لست أنا حملتكم" کے الفاظ کے ساتھ، جب کہ حضرت امام ابن ماجہ نے "والله ما أنا حملتكم بل الله حملكم" کے الفاظ کے ساتھ اور حضرت امام احمد بن حنبل نے "ما أنا حملتكم بل الله عز وجل حملكم" کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، مکمل حدیث یوں ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَاللهِ مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ. قَالَ: فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِإِبِلٍ، فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى. فَلَمَّا انْطَلَقْنَا، قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ نَسْتَحْمِلُهُ، فَحَلَفَ أَلَّا يَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلَنَا. اِرْجِعُوا بِنَا، فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا أَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ، فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلْتَنَا. فَقَالَ: وَاللهِ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ، بَلِ اللهُ حَمَلَكُمْ. إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، فَأَرَى خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، أَوْ قَالَ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں قبیلۂ اشعر کی ایک جماعت میں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سے سواری کے جانور لینے کی غرض سے حاضر ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میرے پاس اس وقت کوئی سواری نہیں جس پر میں تمھیں سوار کروں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہم اللہ عز و جل کی مشیت کے مطابق وہیں ٹھہرے رہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں اونٹ پیش کیے گئے تو آپ نے ہمارے لیے سفید کوہان والے تین اونٹوں کا حکم دیا۔ جب ہم چلے تو ہم آپس میں یوں گویا ہوئے: ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سواری کے ....

.... جانور لینے آئے تھے، ہمارے مطالبے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف اٹھا کر فرمایا تھا کہ وہ ہمیں سواریاں نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے ہمیں سواریاں دے دیں۔ چلو واپس چلتے ہیں (اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کی قسم یاد دلاتے ہیں)۔

چناں چہ ہم نے بارگاہِ رسالت میں آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس سواری کے جانور لینے آئے تھے؛ لیکن آپ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ آپ ہمیں سواریاں نہیں دیں گے، پھر آپ نے ہمیں سواریاں دے دیں! یہ سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تمھیں سواریاں نہیں دیں؛ بلکہ اللہ نے دی ہیں اور بخدا میں جب بھی قسم کھاتا ہوں اور اس سے بہتر شے کو دیکھتا ہوں تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتا ہوں اور بہتر شے پر عمل کرتا ہوں۔

۞ الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین، رقم الحدیث: ۳۱۳۳۔ وکتاب الایمان والنذور، باب لا تحلفوا بآباءکم، رقم الحدیث: ۶۶۴۹

۞ الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا، رقم الحدیث: ۱۶۴۹

۞ السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب الکفارات، باب من حلف علی یمین فرای غیرھا، رقم الحدیث: ۲۱۰۷

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، اول مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری، ج: ۳۲، ص: ۳۲۸، رقم الحدیث: ۱۹۵۵۸

حقیقت ومجاز کا اجتماع:

۞ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک شے کے تعلق سے حدیث پاک حقیقت کو بیان کرتی ہے اور قرآنِ مقدس مجاز کو، بایں طور کہ قرآن نے فعل کی نسبت کاسِب (کام کرنے والے) کی طرف کی ہو۔ مثلاً رب تعالیٰ نے فرمایا:

۞ (اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیۡنَ ۙ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ) ادۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۔[۱]

ترجمہ تبیان القرآن: (ان متقین کی جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں تو اس وقت وہ پاکیزہ ہوتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں: تم پر سلام ہو) تم جنت میں داخل ہو جاؤ ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔

۞ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

لَنْ یَدْخُلَ اَحَدُکُمُ الْجَنَّۃَ بِعَمَلِہٖ۔[۲]

ترجمہ: کوئی بھی مومن ہرگز اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۞ (قرآنِ مقدس نے کہا کہ اہلِ ایمان اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہوں گے، جب کہ حدیثِ پاک نے بتایا کہ کوئی بھی مومن اپنے اعمال کے سبب جنت میں نہیں

---

[۱] سورۂ نحل، آیت نمبر: ۳۲

[۲] اسے حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، نیز امام مسلم وامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ مکمل حدیث یہ ہے:

جا سکے گا) ان دونوں میں کوئی تعارض (ٹکراؤ) نہیں ہے؛ کیوں کہ آیتِ کریمہ نے سببِ عادی کو بیان کیا ہے اور حدیثِ رسول میں سببِ حقیقی یعنی فاعلِ حقیقی کے فعل کو بیان کیا گیا ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔[۱]

صفحہ ۱۷۷: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ. قَالُوْا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. وَلَا أَنَا. إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِفَضْلٍ وَّ رَحْمَةٍ. فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ. إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَ إِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعْتِبَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اللہ عزوجل کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کسی بھی شخص کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو بھی؟ فرمایا: ہاں! مجھے بھی نہیں؛ لیکن اللہ عزوجل مجھے اپنے فضل وکرم سے ڈھانپ لے گا۔ لہٰذا ایک دوسرے کی رہ نمائی کرتے رہو اور میانہ روی پر قائم رہو! اور کوئی بھی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہوگا تو ممکن ہے کہ اس کی نیکیوں میں اور اضافہ ہو اور اگر برا ہوگا تو شاید اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، رقم الحدیث: ۵۶۷۳۔
- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ، رقم الحدیث: ۲۸۱۶۔
- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ، ج: ۱۳، ص: ۳۱، رقم الحدیث: ۷۵۸۷

[۱] مطلب یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ دخولِ جنت کا سبب ضرور ہیں؛ مگر کوئی بھی مومن اللہ عزوجل کے فضل وکرم کے بغیر جنت میں نہیں جاسکے گا۔

مسئلۂ توسل و استغاثہ ہر قسم کے شبہہ سے بالاتر ہے:

❁ خلاصۂ کلام یہ کہ جس سے باعتبارِ کسب، مدد طلب کی جائے اس کے لیے لفظِ ''اِستغاثہ'' کا اطلاق کرنا (بولنا) ایسا مسئلہ ہے جو بالکل واضح ہے۔ اس (کے جائز ہونے) میں نہ ہی از روے لغت کوئی شک ہے اور نہ ہی از روے شرع کوئی ریب۔ تو جب آپ یہ کہیں "اَغِثْنِيْ يَا اللّٰهُ" (اے اللہ! میری مدد فرما) تو آپ نے اس میں خلق و ایجاد کے اعتبار سے اسنادِ حقیقی مراد لی ہے۔ اور جب آپ کہیں ''اَغِثْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' (یارسول اللہ! میری فریاد کو پہنچیں) تو آپ نے سبب و کسب کے اعتبار سے اور شفاعت کے واسطے سے اسنادِ مجازی مراد لی ہے۔

❁ اگر میں اُمت کے ائمۂ سلف و خلف کے کلام کی تلاش و جستجو کرتا تو اس سلسلے میں مجھے اس سے کئی گنا زیادہ مواد مل جاتا؛ بلکہ خود احادیثِ صحیحہ میں اس سے زیادہ دلائل موجود ہیں۔ انھیں میں سے ایک حدیثِ پاک وہ ہے جو صحیح بخاری "بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا" میں ہے کہ:

❁ بَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ۔ [1]

ترجمہ: لوگوں کا یہی حال ہوگا پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ (فریاد) کریں گے۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ان کے بعد

---

[1] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، ج: ۲، ص: ۱۲۳، کتاب الزکاۃ، باب من سئل الناس تکثرا، رقم الحدیث: ۱۴۷۴

(حضرت سیدنا) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے استغاثہ کریں گے۔

آپ ذرا غور فرمائیں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اس حقیقت کو۔ استغاثوا بآدم۔ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے) کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ مجازاً ہے۔ حقیقی مستغاث بہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ عَوْنًا اَنْ يَّقُوْلَ يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ۔ [1]

ترجمہ: جو شخص (کسی کی) مدد کا محتاج ہو تو یوں پکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اور دوسری روایت میں۔ اغیثونی۔ کا صیغہ ہے۔

---

[1] اسے حضرت امام طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے

إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيْثُوْنِيْ، يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيْثُوْنِيْ، فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ۔

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا تم میں سے کوئی شخص کسی سے مدد چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو جہاں کوئی اس کا مونس و غم خوار نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو! کیوں کہ اللہ عزوجل کے کچھ ایسے بندے ہیں جو (ہماری مدد کے لیے مامور ہیں؛ لیکن وہ) ہمیں نظر نہیں آتے۔

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۱۷، ص: ۱۱۷، مکتبۃ ابن تیمیۃ
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام ابی الحسن نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، ج: ۱۰، ص: ۹۳، مکتبۃ القدسی
- مسند البزار، للامام ابی بکر احمد بن عمرو البزار، ج: ۱۱، ص: ۱۸۱، مکتبۃ العلوم والحکم

اور قارون کے قصے والی حدیث میں ہے:

لَمَّا خُسِفَ بِهٖ اَنَّهٗ اسْتَغَاثَ بِمُوْسٰی علیه السلام فَلَمْ یُغِثْهُ بَلْ صَارَ یَقُوْلُ یَآ اَرْضُ خُذِیْهِ فَعَاتَبَ اللّٰهُ مُوْسٰی حَیْثُ لَمْ یُغِثْهُ وَ قَالَ لَهٗ اِسْتَغَاثَ بِكَ فَلَمْ تُغِثْهُ وَلَوِاسْتَغَاثَ بِیْ لَاَغَثْتُهٗ۔[1]

ترجمہ: جب قارون کو زمین میں دھنسایا گیا، تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی؛ لیکن انھوں نے اس کی فریاد نہیں سنی؛ بلکہ یہ کہنے لگے: اے زمین! اسے پکڑ لے! تو اللہ عزوجل نے قارون کی فریاد نہ سننے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: اس نے تم کو پکارا؛ لیکن تم نے اس کی مدد نہیں کی۔ وہ اگر مجھے پکارتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا۔

اس حدیثِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب استغاثہ کی نسبت حقیقی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازی ہے۔

---

[1] جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بتفسیر الطبری، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، سورۃ القصص، تحت قولہ تعالیٰ فخسفنا بہ وبدارہ الأرض الخ

- معالم التنزیل المعروف بتفسیر البغوی، للامام ابی محمد حسین بن مسعود البغوی، ج:۶، ص:۲۲۵
- روح البیان، للعلامہ ابی الفداء اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی، ج:۶، ص:۴۳۵
- حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن، للعلامہ محمد الامین بن عبداللہ، ج:۲۱، ص:۲۹۹
- فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن، للامام مجیر الدین محمد بن عبدالرحمٰن العلیمی، ج:۵، ص:۲۲۲

توسل کا ایک دوسرا معنیٰ:

۞ اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کرنے کا معنیٰ "آپ سے دعا کرنے کی گزارش کرنا" بھی ہوتا ہے؛ کیوں کہ نبیِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنی قبرِ مبارک میں (اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ) زندہ ہیں۔ سائل کے سوال سے واقف ہیں۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ابھی گزر چکی ہے، جس میں ہے کہ انھوں نے نبیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبرِ انور کے قریب آکر فریاد کی:

۞ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ۔[1]

---

[1] المصنف، للامام ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ، ج: ۷، ص: ۴۸۲، رقم الحدیث: ۳۱۳۸۰
۞ دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۷، ص: ۴۷
۞ البدایۃ والنھایۃ، للامام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر، ج: ۷، ص: ۱۰۵
۞ کنز العمال، للامام علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، ج: ۸، ص: ۴۳۱، رقم الحدیث: ۲۳۵۳۵
۞ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، للامام ابی یعلی خلیل بن عبد اللہ بن احمد الخلیلی القزوینی ج: ۱، ص: ۳۱۳/ ۳۱۴
۞ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، للامام ابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر ج: ۲، ص: ۴۶۴
۞ فتح الباری شرح صحیح البخاری، للامام ابی الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ج: ۲، ص: ۴۱۲
۞ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص: ۱۰۹/ ۱۱۰

ترجمہ: یعنی یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنی امت کے لیے رب تعالیٰ سے بارش کی دعا کریے۔

❁ اس سے معلوم ہوا کہ مسائل کو حل کرنے اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے، جس طرح حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ سے دعا کی درخواست کی جاتی تھی؛ کیوں کہ آپ سوال کرنے والوں کے سوال کو سنتے تھے، حالاں کہ سوال کرنے والا براہِ راست خدا سے سوال کرکے، اس سے دعا مانگ کر اور اس کی بارگاہ میں درخواست پیش کرکے مقصد کے حصول کا سبب پیدا کرسکتا تھا۔

❁ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اِس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے، آپ کی حیاتِ ظاہری میں اور وصال فرمانے کے بعد ہر بھلائی کے حصول کے لیے آپ کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اسی طرح میدانِ محشر میں بھی، رب تبارک و تعالیٰ کے حضور، آپ ہم گناہ گار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اِس عقیدہ پر احادیثِ متواترہ دلالت کر رہی ہیں۔ توسل کا انکار کرنے والوں اور اس سے روکنے والوں کے وجود سے پہلے ہی اس کے جواز پر امت کا اجماع ہو چکا ہے؛ کیوں کہ نعمتوں سے نوازنے والے اور اپنے فضل و کمال کے ساتھ خاص فرمانے والے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حضور فخرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو بڑی شان اور انتہائی بلند مقام حاصل ہے۔

توسل سے روکنے والوں کا خیالِ فاسد:

توسل کی برکتوں سے محروم رہنے والوں اور اس سے روکنے والوں کا یہ خیال (کہ توسل وزیارت سے روکنا توحید کی حفاظت کے لیے ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں انسان کو شرک تک پہنچا دیتے ہیں) باطل ومردود ہے۔ اس لیے کہ توسل وزیارت کو جب شریعتِ مطہرہ کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے انجام دیا جائے تو ان سے کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی، چہ جائے کہ شرک لازم آئے۔ اور شرک کے محض گمان سے توسل سے روکنے والا اللہ ورسول پر افترا کرنے والا ہے۔

وہابیوں کا اِعتقادِ باطل:

توسل سے روکنے والے یہ خبیث اعتقاد (بھی) رکھتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ نادان واحمق لوگ جس کسی کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم وتوقیر کرتے پاتے ہیں اس پر کفر وشرک کا فتویٰ ٹھونک دیتے ہیں۔ حالاں کہ ان کا یہ عقیدہ بالکل غلط ومردود ہے۔ کیوں کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ مقدس میں اپنے نبی حضور احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خوب خوب تعظیم کی ہے۔ جن کی تعظیم اللہ عزوجل نے خود کی اور ہمیں کرنے کا حکم دیا، ہم پر ان کی تعظیم وتوقیر کرنا واجب وضروری ہے۔ ہاں یہ (احتیاط انتہائی) ضروری ہے کہ ہم حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ربوبیت یعنی رب ہونے کی کسی صفت

سے متصف نہ کریں۔

❁ حضرت امام (ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد) بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِيْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

ترجمہ: عیسائیوں نے اپنے نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں جو دعویٰ الوہیت (خدائی کا جھوٹا) کیا اس کو چھوڑ دو۔ اس کے علاوہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جس طرح تعریف کرنا چاہو کرو اور اسی پر قائم رہو۔

❁ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی صفتِ خاصہ سے متصف کیے بغیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعریف کرنا کفر ہے نہ شرک؛ بلکہ (یہ تو) تعظیم مصطفیٰ ہے جو کہ عظیم ترین طاعت وعبادت ہے۔ اسی طرح انبیاے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام، ملائکہ مقربین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ ہے؛ کیوں کہ ان نفوسِ قدسیہ کی تعظیم کرنے کا حکم ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے دیا ہے۔ اسی نے ان حضرات کو معظم بنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

❁ (ذٰلِكَ) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: (یہی حق ہے) اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ کے آثار سے ہے۔

---

[۱] سورۂ حج، آیت نمبر: ۳۲

(اِس آیتِ کریمہ سے قبل) دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

(ذٰلِكَ)وَ مَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ‌ؕ (وَاُحِلَّتۡ لَـكُمُ الۡاَنۡعَامُ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ‌ فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِۙ)[1]

ترجمۂ تبیان القرآن: (یہی حکم ہے) اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو وہ اُس کے رب کے نزدیک اُس کے لیے بہتر ہے، (اور تمھارے لیے سب مویشی حلال کردیے گئے سوائے اُن کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو)۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی تعظیم کے مظاہر:

(حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی) شبِ ولادت خوشیوں کا اظہار کرنا، میلاد شریف کا اہتمام کرنا، ذکرِ ولادت کے وقت قیام (تعظیمی) کرنا، (مہمانوں اور فقیروں کو) کھانا کھلانا اور ایسے اعمالِ صالحہ کرنا جن کے کرنے کی لوگوں میں عادت جاری ہے، یہ سب کام حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم کے انواع واقسام میں سے ہیں۔ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اس کے معمولات سے متعلق (علمائے اہلِ سنت کی جانب سے) مستقل کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور یہ مسئلہ (میلادِ مصطفیٰ) ایسا مسئلہ ہے جس کی جانب علمائے ربانیین نے خوب توجہ دی ہے اور دلائل وبراہین سے لبریز کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ لہٰذا اس بحث کو چھیڑ کر گفتگو کو دراز کرنے کی حاجت محسوس نہیں ہوتی۔

---

[1] سورۂ حج، آیت نمبر: ۳۰

جمادات کی تعظیم کا شرعی مطالبہ:

کعبۂ مقدسہ، حجر اسود اور مقامِ ابراہیم اُن چیزوں میں سے ہیں جن کی تعظیم کرنے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے۔ ذرا غور فرمائیں! یہ سب کے سب پتھر ہیں، اس کے باوجود اللہ عزوجل نے ہمیں ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے اور رکنِ یمانی کو چھونے کا حکم دیا۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ مستجاب، بابِ کعبہ (کعبۃ اللہ کا دروازہ)، ملتزم اور میزابِ رحمت کے پاس دعا کرنے کے لیے کھڑے ہونے کو کہا ہے۔[1]

---

[1] کعبہ یا بیت اللہ: مقاماتِ حج میں سے سب سے عظیم مقام ہے، اسی کا حج اور طواف کیا جاتا ہے، دنیا بھر کے مسلمان اسی کی جانب چہرہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ مسجد جس میں اللہ عزوجل کا یہ گھر واقع ہے اسے مسجدِ حرام کہتے ہیں۔

- حجرِ اسود: یہ ایک جنتی پتھر ہے جو خانۂ کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں نصب ہے، جس کونے میں یہ نصب ہے اسے "رکنِ اسود" کہتے ہیں۔
- مقامِ ابراہیم: کعبۂ مقدسہ کے دروازے کے سامنے ایک چھوٹے سے گنبد میں موجود وہ عظیم پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تھی، اس میں آپ کے مبارک قدموں کے نشان اب تک موجود ہیں۔
- رکنِ یمانی: کعبۂ مقدسہ کے جنوب مغربی کونے کو کہتے ہیں۔ یہ بیت اللہ کا وہ کونا ہے جو ملکِ یمن کی جانب واقع ہے، اسی لیے اس کو رکنِ یمانی کہتے ہیں۔

❁ ان سب (احکام) پر علمائے سلف وخلف کا عمل رہا ہے۔ یہ سب توحید پرست تھے۔ صرف اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے۔ غیر اللہ کی تاثیر (حقیقی) کے قائل تھے، نہ اس کے نفع بخش وضرر رساں ہونے کے معتقد۔ اس لیے کہ مؤثرِ حقیقی اور حقیقی طور پر فائدہ دینے والا اور نقصان پہنچانے والا صرف اور صرف اللہ عزوجل ہے۔ کوئی اور نہیں۔ (لہذا غیر اللہ کی تعظیم اگر حدِ شرع میں ہو تو جائز ہے۔ عدمِ جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی)۔

توحید و رسالت دونوں کی رعایت ضروری:

❁ حاصلِ کلام وہی ہے جو گزر چکا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں:

(۱) نبیِّ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کے ادب واحترام اور آپ کی تعظیم و توقیر کا واجب ہونا اور آپ کے مرتبے کا جملہ مخلوق سے زائد ہونا۔

✿ صفحہ ۱۸۷: مستجاب: رکنِ یمانی اور رکنِ اسود کے درمیان جنوبی دیوار کو "مستجاب" کہا جاتا ہے۔ یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں، اسی لیے اس کا نام "مستجاب یعنی دعا قبول ہونے کی جگہ" رکھا گیا ہے۔

✿ مُلْتَزَم: مشرقی دیوار کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو رکنِ اسود سے خانۂ کعبہ کے دروازے تک ہے۔ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم پر نماز اور دعا سے فارغ ہو کر حاجی یہاں آ کر اس سے لپٹتے، اپنا سینہ اور رخسار اس پر رکھتے ہوئے اور ہاتھ اونچے کر کے دیوار پر پھیلاتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

✿ میزابِ رحمت: رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کی درمیانی دیوار کی چھت پر ایک سونے کا پرنالہ نصب ہے، اُسی کو "میزابِ رحمت" کہا جاتا ہے۔

(۲) رب تبارک وتعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور جملہ افعال میں ساری مخلوقات سے منفرد و یکتا جاننا۔

❁ سو جس نے کسی مخلوق کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا کہ وہ کسی صفت میں باری سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ شریک ہے، تو وہ ان لوگوں کی طرح مشرک ہو گیا جو بتوں کے خدا ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور انھیں مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ اور جس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مرتبۂ جلیلہ میں ادنیٰ کوتاہی کی تو وہ یا تو گم راہ ہوگا یا کافر۔[۱]

❁ رہے وہ لوگ جو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تعظیم کرنے میں مبالغہ تو کریں؛ لیکن انھیں ربوبیت کی کسی صفت سے متصف نہ کریں، تو وہ حق پر ہیں اور توحید ورسالت دونوں کے حدود کی رعایت کرنے والے ہیں۔ یہ قول اِفراط وتفریط (کمی وبیشی) سے بالکل خالی ہے۔

❁ تو گفتگو یہ ہو رہی تھی کہ جب اہلِ ایمان کے کلام میں غیر اللہ کی جانب کسی شے کی اسناد (نسبت) پائی جائے تو اسے مجازِ عقلی پر محمول کرنا واجب وضروری ہے۔ کسی مومن کو کافر قرار دینے کی کوئی سبیل نہیں؛ کیوں کہ مجازِ عقلی کا استعمال آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ میں کثرت کے ساتھ ہوا ہے۔

---

[۱] اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایسی صفت کا انکار کیا جس کا ثبوت دلیلِ قطعی سے ہے تو منکر کافر ہوگا اور کسی ایسی صفت کا انکار کیا جس کا ثبوت دلیلِ ظنی سے ہے تو منکر گمراہ ہوگا۔ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا یا آپ کی جانب منسوب کسی شے کی تذلیل کرنا بھی کفر ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے مجازِ عقلی کا ثبوت:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

(اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ)وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ)۔[۱]

ترجمہ تبیان القرآن: (وہی لوگ مومن کامل ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہوجائیں) اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کردیں (اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں)۔

اس آیتِ کریمہ میں ایمان کی زیادتی کی نسبت آیات کی طرف کی گئی ہے، یہ مجاز عقلی ہے؛ کیوں کہ آیات ہی ایمان کی زیادتی کا سبب عادی ہیں۔ ایمان میں حقیقی زیادتی کرنے والا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ)یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَاۗ۔[۲]

ترجمہ تبیان القرآن: (اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچوگے) جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں جعل (بنادینے) کی نسبت یوم (دن) کی جانب کی گئی ہے

---

[۱] سورۂ انفال آیت نمبر: ۲

[۲] سورۂ مزمل، آیت نمبر: ۱۷

اور یہ نسبت مجازِ عقلی ہے۔ اس لیے کہ یوم انھیں بوڑھا بنانے کا محل ہے۔ جاعلِ حقیقی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝﴾[1]

---

[1] سورۂ نوح آیت نمبر: ۲۳ / ۲۴

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس نے کہا: یہ بت (یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر) حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے اور ان کی اقتدا کرنے والے ان کے پیروکار تھے۔ جب ان نیک لوگوں کا انتقال ہو گیا تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان نیک لوگوں کے مجسمے بنالیں تو ہمیں عبادت کرنے میں زیادہ ذوق اور شوق حاصل ہوگا۔ سو انھوں نے ان کے مجسمے بنالیے۔ جب یہ نسل ختم ہو گئی اور دوسری نسل آئی تو ابلیسِ لعین نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ تمھارے باپ دادا ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارش برسائی جاتی تھی۔ سو بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی۔

حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: "وَدّ" دومۃ الجندل میں قبیلۂ بنو کلب کا بت تھا، اور "سواع" رباط میں قبیلۂ ہزیل کا بت تھا۔ "یغوث" جرف میں مراد کے بنو غطیف کا بت تھا۔ "یعوق" بلخ میں قبیلۂ ہمدان کا بت تھا۔ اور "نسر" ذو کلاع کا بت تھا جو کہ حمیر سے تھے۔ قتادہ نے کہا: یہ وہ بت تھے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جن کی عبادت کیا کرتی تھی۔ پھر بعد میں اہلِ عرب نے انھیں اپنا معبود بنالیا۔

ان ناموں کی تشریح میں دیگر اقوال بھی ہیں (جامع البیان عن تاویل آی القرآن، سورۂ نوح، تحت ھذہ الآیۃ الکریمہ)

ترجمۂ تبیان القرآن: (اور انھوں نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہر گز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع) اور یغوث اور یعوق اور نسر کو ہر گز نہ چھوڑنا اور بے شک انھوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا، اور (اے میرے رب!) ظالموں میں صرف گم راہی کو زیادہ کرنا)۔

❁ اس آیتِ مبارکہ میں اِضلال (گمراہ کرنے) کی نسبت اصنام (بتوں) کی طرف (کرنا) مجازِ عقلی ہے؛ کیوں کہ اصنام حصولِ اِضلال کے اسباب ہیں (بتوں کے سبب سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں)۔ حقیقی ہادی (ہدایت دینے والا) اور مضل (گم راہ کرنے والا) تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔

(۴) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرعون کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

❁ (وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ)۔[1]

ترجمۂ تبیان القرآن: (اور فرعون نے کہا:) اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا دے (شاید میں ان راستوں تک پہنچ جاؤں!)

❁ اس آیت میں بنا (بنانے) کی نسبت ہامان کی طرف کرنا مجازِ عقلی ہے؛ کیوں کہ ہامان تو صرف حکم دے گا۔ قلعے کو تعمیر تو اس کے کاریگر کریں گے۔

احادیثِ کریمہ سے مجازِ عقلی کا ثبوت:

❁ احادیثِ کریمہ میں مجازِ عقلی کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حدیث کی معرفت رکھنے والے (علمائے کرام) ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ من جملہ ان حدیثوں

[1] سورۂ مؤمن آیت: ۳۶

میں وہ حدیث بھی ہے جس کا ذکر ما قبل میں ہو چکا ہے، جس میں یہ ہے کہ اہلِ محشر بروز قیامت حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے اور حضرت آدم علیہ السلام (اللہ عز وجل کے اذن سے) ان کی فریاد سنیں گے۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کا (مومنوں کی) فریاد کو پہنچنا بطورِ مجاز ہوگا۔ حقیقی فریادرس تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔

کلامِ عرب سے مجازِ عقلی کا ثبوت:

- کلامِ عرب میں مجازِ عقلی کا استعمال اس قدر کثرت سے ہوا ہے کہ اس کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اہلِ عرب کہتے ہیں:
- اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ

ترجمہ: موسمِ بہار نے سبزہ اگایا۔

اس مثال میں انھوں نے موسمِ بہار کو مُنبِت (اگانے والا) قرار دیا ہے؛ حالاں کہ حقیقی سبزہ اگانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے؛ لیکن (چوں کہ سبزہ موسمِ بہار میں اگتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ اللہ عز وجل کی عادتِ کریمہ موسمِ بہار میں سبزہ اگانے کی ہے، اس لیے) انھوں نے بطورِ مجازِ عقلی کے اِنبات (اگانے) کی نسبت ربیع (موسمِ بہار) کی جانب کردی ہے۔

- لہٰذا جب کوئی عام مسلمان "نَفَعَنِی النَّبِیُّ ﷺ۔ یا۔ اَغَاثَنِی النَّبِیُّ ﷺ" (حضور علیہ السلام نے مجھے نفع پہنچایا/حضور علیہ السلام نے میری فریاد سن لی) یا اس سے ملتے جلتے کلام کا تکلم کرے گا تو اس کی مراد مجازِ عقلی ہی ہوگی۔ اس کا مسلمان، موحد اور غیر اللہ

کی تاثیر (حقیقی) کا اعتقاد نہ رکھنے والا ہونا مجازِ عقلی کا قرینہ ہوگا۔

۞ تو اِن (غیر مقلدین) احمقوں کا اس جیسے کلام کو شرک قرار دینا جہالت اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اس جیسی نسبت کسی موحد (مسلمان) سے صادر ہو تو اسے مجازِ عقلی پر محمول کرنا ضروری ہے۔قرینہ کے لیے اس کا موحد ہونا ہی کافی ہے۔اس لیے صحیح عقیدہ وہی ہے جس پر اہل سنت و جماعت قائم ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ بندوں اور ان کے افعال کا خالق اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے۔اس کے علاوہ کوئی اور مؤثرِ حقیقی نہیں ہے۔نہ زندہ نہ مردہ۔یہی اعتقاد رکھنا خالص توحید ہے۔اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والا شرک میں داخل ہوگا۔

۞ اور رہا حی (زندہ) اور میت (مردہ) کے درمیان کا وہ فرق جو ان مانعین توسل کے کلام سے سمجھ میں آرہا ہے (کیوں کہ ان کا کلام اس بات کا افادہ کر رہا ہے کہ یہ لوگ زندوں کے لیے بعض چیزوں پر قدرت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور مردوں کے لیے نہیں رکھتے) تو اس (فرق) سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال (کاموں) کا خالق ہے۔لہٰذا ان کا اِس طرح کا فرق کرنا اور بندوں کو افعال کا خالق قرار دینا باطل و مردود ہے۔

وہابیوں کا عقیدہ کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے :

۞ ان کا یہی عقیدہ ہے اِس پر دلیل ان کا یہ قول ہے کہ ”جب کسی زندہ شخص کو پکارا جائے اور اس سے ایسی چیزیں مانگی جائیں جو اس کی قدرت میں ہوں تو اس میں کچھ بھی حرج

نہیں ہے اور میت (مردہ) تو کسی شے پر سرے سے قدرت ہی نہیں رکھتا؛ لہٰذا اس سے ما نگنا جائز نہیں ہے۔" (ہم) اہلِ سنت و جماعت یہ کہتے ہیں کہ جس طرح میت کسی شے پر قادر نہیں، یوں ہی حی (زندہ) بھی کسی شے پر قادر نہیں۔ قادرِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندے کے لیے صرف کسب ظاہری (یعنی کسی کام کے کرنے کا پختہ ارادہ کرنا) ہے، اس کے حی ہونے کے اعتبار سے۔ اور اس کے لیے کسب باطنی ہے، نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور دیگر صالحین کے نام سے برکت حاصل کرنے اور انھیں شفیع بنانے کے اعتبار سے۔ بندوں اور ان کے افعال کا خالق صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

۞ ثبوتِ توسل پر بہت سی دلیلیں گزر چکی ہیں؛ لیکن اگر توسل پر دلالت کرنے والے چند دلائل مزید ذکر کر دیے جائیں، تو (میرے خیال میں) اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

(لہٰذا ملاحظہ فرمائیں:)

توسل کے جواز پر مزید دلائل:

۞ علامہ سید (علی بن عبد اللہ بن احمد حسنی) سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفاتِ اقدس کے بعد آپ سے توسّل کرنے کے جواز پر وہ حدیثِ پاک بھی دلالت کر رہی ہے جسے حضرت امام (ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن) دارمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو الجوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

قَحِطَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا اِلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًّا اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔ [1]

ترجمہ: اہلِ مدینہ ایک مرتبہ سخت قحط کا شکار ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں آکر فریاد کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبر انور کے پاس جاؤ اور آسمان کی طرف ایک روشن دان کھول دو، یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، تو انھیں بارش سے خوب سیراب کیا گیا۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوگئی۔ اونٹ اس قدر موٹے تگڑے ہوگئے کہ لگتا تھا کہ چربی کی کثرت کی وجہ سے پھٹ جائیں گے۔ اسی وجہ سے اس سال کو "عام الفتق" (اونٹوں کے شکم سیر ہونے والا سال / پھٹن والا سال) کہا جاتا ہے۔

اہلِ مدینہ کا دستور:

(زین الدین) علامہ (ابوبکر حسین بن عمر قرشی عثمانی مصری) مراغی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

قحط سالی کے زمانے میں آسمان کی جانب روشن دان کھولنا اہلِ مدینہ کا دستور رہا ہے۔

---

[1] السنن، للامام ابی محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، المقدمۃ، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ، ج:۱،ص:۲۲۷، رقم الحدیث:۹۳

وہ لوگ حجرۂ مقدسہ میں گنبد کے اندرونی حصہ میں ایک روشن دان کھول دیتے ہیں، اگر چہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل ہو۔[۱]

۞ علامہ (سید علی بن عبد اللہ) سمہودی علیہ الرحمہ نے علامہ (ابو حفص عمر بن حسن) مراغی علیہ الرحمہ کے کلام کے بعد فرمایا:

۞ آج کل اہلِ مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مواجہہ شریف کی طرف دروازہ کھولتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں۔[۲]

۞ اس عمل سے ان کا مقصد صرف نبیِّ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا وسیلہ پیش کرنا اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قدر ومنزلت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ ہے۔

۞ علامہ سید (علی بن عبد اللہ بن احمد) سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ”خلاصة الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ“ میں یہ بھی فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا، آپ سے شفاعت طلب کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا مرسلینِ عظام علیہم الصلاۃ والتسلیم کا طریقہ اور سلفِ صالحین کی سنتِ مبارکہ ہے۔ مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے بہت سے علما نے کتبِ مناسک (یعنی حرمین شریفین کی زیارت کے آداب پر مشتمل کتابوں) میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے آداب میں

---

[۱] خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ بن احمد سمہودی، ص: ۲۹۰

[۲] خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ بن احمد سمہودی، ص: ۲۹۰

لکھا ہے کہ زیارت کرنے والے کے لیے قبر شریف کی طرف رخ کرنا، گناہوں کی بخشش اور قضائے حاجات کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بنانا اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا مسنون ہے۔

ایک دیہاتی عاشق کا واقعہ:

❁ علمائے کرام نے (یہ بھی) فرمایا ہے کہ زیارت کرنے والے کے لیے سب سے بہتر وہ دعا ہے جو حضرت (علامہ محمد بن احمد) عتبی بصری اور حضرت (امام) سفیان بن عیینہ علیہما الرحمہ سے مروی ہے (یہ دونوں حضرات امام شافعی علیہ الرحمہ کے مشائخ میں سے ہیں) ۔(علامہ) عتبی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

❁ میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اسی وقت ایک دیہاتی صحابی آئے اور اس طرح عرض پرداز ہوئے:

❁ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ! سَمِعْتُ اللہَ یَقُوْلُ: وَ فِیْ رِوَایَۃٍ یَا خَیْرَ الرُّسُلِ! اِنَّ اللہَ اَنْزَلَ عَلَیْكَ کِتَابًا صَادِقًا قَالَ فِیْہِ "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ

❁ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ! سَمِعْتُ اللہَ یَقُوْلُ: وَ فِیْ رِوَایَۃٍ یَا خَیْرَ الرُّسُلِ! اِنَّ اللہَ اَنْزَلَ عَلَیْكَ کِتَابًا صَادِقًا قَالَ فِیْہِ "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔[۱]
وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰی رَبِّیْ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاِنِّیْ

---

[۱] سورۂ نساء، آیت نمبر: ٦٤

جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا رَبَّكَ عز وجل مِنْ ذُنُوبِي۔

ترجمہ: یا رسول اللہ! آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ اے سب سے بہتر رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں اس نے فرمایا: اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آ کر اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیں تو یقیناً وہ لوگ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہوئے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔

اس کے بعد اس اعرابی نے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ   فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ   فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ: اے زیر زمین دفن کیے جانے والوں میں سب سے بہتر ذات! جن کی خوشبو سے بلند و پست زمین معطر ہو گئی۔ میری جان اس قبر پر فدا ہو! جس میں آپ آرام فرما ہیں اور جس میں عفت و پاک دامنی اور جود و سخاوت (جلوہ گر) ہے۔

(علامہ محمد بن احمد بن عبد العزیز) عُتّی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اس کے بعد اس اعرابی نے بخشش کی دعا کی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مجھے نیند آ گئی، لیکن میری قسمت بیدار ہو گئی اور خواب میں رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

يَا عُتَبِيُّ! اِلْحَقِ الْاَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ أَنَّ اللهَ غَفَرَ لَهُ۔

ترجمہ: اے عتبیؒ! میرے اس دیہاتی عاشق کے پاس جا کر یہ بشارت دے دو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

۞ میں اس کی تلاش میں نکلا؛ لیکن (تلاشِ بسیار کے باوجود) اسے نہیں پا سکا۔ انتہٰی۔[۱]

ایک وہم کا ازالہ:

۞ (اگر یہ وہم کیا جائے کہ خواب سے استدلال کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ) استدلال اس خواب سے نہیں ہے؛ کیوں کہ خواب سے احکامِ شرع ثابت نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ خواب میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ شاید خواب دیکھنے والے پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہو؛ بلکہ استدلال اس طور پر ہے کہ علما نے اس طرح دعا مانگنے کو مستحسن قرار دیا ہے اور اپنی اپنی کتبِ مناسک میں لکھا ہے کہ زیارت کرنے والے کے لیے اس طریقہ کو اپنانا مستحب ہے۔ ان کے اقوال اور اس سلسلے میں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہونے والی روایتوں میں کوئی تضاد و ٹکراؤ نہیں ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ راوی نے روایت بالمعنیٰ[۲]

---

[۱] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی، ص:۱۲۱

۞ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص:۹۵

[۲] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیثِ پاک کا مضمون ومفہوم کسی راوی نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو تو اُسے "روایت بالمعنیٰ" کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض علما نے روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہیں دی، تاہم جمہور نے چند شرطوں کے ساتھ اسے جائز قرار دیا ہے۔ روایت بالمعنیٰ کے جواز کی درج ذیل شرائط ہیں:

کی ہو۔ تو کبھی اس نے "یا خیر الرسل" سے تعبیر کیا اور کبھی "یارسول اللہ" سے بیان کیا۔ اس احتمال کے پیش نظر (مختلف) روایات میں کوئی منافات نہ رہی۔

❁ حضرت علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر (ہیتمی مکی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الجوہر المنظم" میں فرمایا:

روضۂ رسول پر ایک دیہاتی صحابی کی فریاد:

❁ بعض حفاظ حدیث نے حضرت ابوسعید سمعانی سے روایت کیا، انھوں نے حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تدفین کے تین دن کے بعد ایک دیہاتی صحابی آئے اور قبر انور کی طرف جھک گئے، قبر شریف کی مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں فریاد کرنے لگے:

صفحہ ۲۰۰:

(۱) راویِ حدیث عربی زبان کی باریکیوں سے خوب واقف ہو۔

(۲) شریعتِ مطہرہ کے اغراض ومقاصد کو اچھی طرح جانتا ہو۔

(۳) جس حدیث کی روایت بالمعنٰی کرنا چاہتا ہو وہ جوامع الکلم میں سے نہ ہو۔

(۴) وہ حدیث ایسی نہ ہو کہ اس کے الفاظ عبادت شمار کیے جاتے ہوں، جیسے ادعیۂ ماثورہ پر مشتمل احادیثِ کریمہ۔

(۵) راوی جس حدیث کی روایت بالمعنٰی کا خواہاں ہو، اُس کے الفاظ اسے یاد نہ ہوں۔

جس راوی میں یہ شرطیں نہ پائی جائیں، جمہور کے نزدیک اس کے لیے روایت بالمعنٰی جائز نہیں۔
(ملخصًا من مقدمۃ المشکاۃ، للشیخ الامام عبد الحق المحدث الدہلوی)

۞ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قُلْتَ فَسَمِعْنَا قَوْلَكَ وَوَعَیْتَ عَنِ اللّٰہِ مَا وَعَیْتُ عَنْكَ وَ کَانَ فِیْمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْكَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی " وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا "۔[۱]

وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا اِلٰی رَبِّیْ۔[۲]

ترجمہ: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ آپ نے جو کہا ہم نے قبول کیا۔ آپ نے اللہ کا کلام محفوظ کیا، ہم نے آپ کے ارشادات یاد کیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا"۔

۞ یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وصحبک وبارک وسلم) میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اپنے رب سے بخشش طلب کرنے کے لیے میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں

۞ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبرِ انور سے آواز آئی: بشارت ہو! تمھیں رب تبارک وتعالیٰ نے بخش دیا ہے۔

۞ اسی طرح کی ایک روایت، دوسری سند سے، حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[۱] سورۂ نساء، آیت نمبر: ۶۴

[۲] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی، ص: ۱۰۲

۞ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص: ۹۶

مروی ہے جو کہ حضرتِ سمعانی والی روایت کی تائید وتوثیق کر رہی ہے۔[۱]

رسولِ اکرم ﷺ کی حیات ووفات امت کے لیے باعثِ خیر:

اس کی تائید اس حدیثِ صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم نے فرمایا :

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنِیْ وَ اُحَدِّثُ لَکُمْ وَوَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ مَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ وَ مَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ۔[۲]

ترجمہ: میری زندگی تمھارے لیے باعثِ خیر ہے۔ تمھیں مجھ سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور میں تم سے (اپنی مقدس) حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ اور میری وفات

---

[۱] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص:۹۶

[۲] اسے محدثین کرام نے حضرت بکر بن عبد اللہ مزنی، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے:

- المسند، للامام ابی بکر احمد بن عمرو البزار، ج ۵، ص:۳۰۸
- الکامل فی ضعفاء الرجال، للامام ابی احمد عبد اللہ ابن عدی، ج:۳، ص:۹۶
- کنز العمال، للامام علی بن حسام الدین الھندی المتقی، ج:۱۲، ص:۶۷۶
- مجمع الزوائد، للامام نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، ج:۹، ص:۲۴
- الخصائص الکبریٰ، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، ج:۲، ص:۲۸۱
- فضل الصلاۃ علی النبی، للامام القاضی ابی اسحٰق اسماعیل بن اسحٰق المالکی، ص:۳۸، رقم الحدیث:۲۵

بھی تمھارے لیے بہتر ہے؛ کیوں کہ تمھارے اعمال (کام) میری بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، میں (تمھاری طرف سے) جس خیر (اچھے عمل) کو بھی ملاحظہ کروں گا (اس پر) رب تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا اور جس شر (برے عمل) کو بھی دیکھوں گا تمھارے لیے استغفار (بخشش کی دعا) کروں گا۔

روضۂ رسول کی زیارت کا مسنون طریقہ:

۞ اس کی تائید اہلِ علم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جسے انھوں نے آدابِ زیارت میں ذکر کیا ہے۔ (وہ یہ ہے کہ):

۞ زیارت کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس مقدس مقام میں از سر نو توبہ کرے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کے صادق ہونے کی درخواست کرے، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اس توبہ کے مقبول ہونے کا وسیلہ بنائے اور آیتِ کریمہ "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" کی تلاوت کرنے کے بعد گریہ وزاری کرے (خوب روئے) اور کثرتِ استغفار کرے اور یوں عرض کرے:

۞ نَحْنُ وَفْدُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! ﷺ وَ زُوَّارُكَ جِئْنَاكَ اِقْتِضَاءَ حَقِّكَ وَالتَّبَرُّكَ بِزِيَارَتِكَ وَالْاِسْتِشْفَاعَ بِكَ مِمَّا أَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا وَ أَظْلَمَ قُلُوْبَنَا . فَلَيْسَ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ! شَفِيْعٌ غَيْرُكَ نُؤَمِّلُهُ وَلَا رَجَاءٌ غَيْرُ بَابِكَ نَصِلُهُ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا وَ اشْفَعْ لَنَا وَاسْئَلْهُ أَنْ يَّمُنَّ عَلَيْنَا بِسَائِرِ طَلِبَاتِنَا وَ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَةِ عِبَادِهِ

الصَّالِحِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ۔[1]

یارسول اللہ! علیک الصلاۃ والسلام ہم آپ کے مہمان ہیں۔ آپ (کے روضۂ انور) کی زیارت کو اس لیے حاضر آئے ہیں؛ تاکہ آپ اپنا حق ادا کریں، اور تاکہ ہم آپ کی زیارت سے برکت حاصل کریں اور آپ کو (اپنے) ان گناہوں کا سفارشی بنائیں جنھوں نے ہماری پشتوں کو بوجھل اور ہمارے دلوں کو تاریک کر دیا ہے۔ یارسول اللہ! آپ کے سوا ہمارا کوئی شفیع نہیں جس کا ہمیں آسرا ہو۔ آپ کے درِ اقدس کے علاوہ کسی اور در سے کچھ ملنے کی ہمیں امید نہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری بخشش کی دعا فرما دیں۔ حضور! ہماری سفارش کر دیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کر دیں کہ وہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما کر ہم پر احسان کر دے۔ اور اپنے نیک بندوں اور علمائے صالحین میں ہمارا حشر فرمائے۔

ایک عاشقِ صادق کی پرسوز دعا:

۞ الجوہر المنظم میں یہ بھی ہے کہ (حضرت ابو سعد عبد الملک بن قریب اصمعی نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ) اس (عاشقِ صادق) نے قبرِ انور کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی:

۞ اَللّٰهُمَّ! إِنَّ هٰذَا حَبِيْبُكَ وَ أَنَا عَبْدُكَ وَالشَّيْطَانُ عَدُوُّكَ فَإِنْ غَفَرْتَ لِيْ سُرَّ حَبِيْبُكَ وَفَازَ عَبْدُكَ وَ غَضِبَ عَدُوُّكَ. وَ إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لِيْ غَضِبَ حَبِيْبُكَ وَ رَضِيَ عَدُوُّكَ. وَ أَنْتَ يَا رَبِّ! أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تُغْضِبَ حَبِيْبَكَ وَ تُرْضِيَ عَدُوَّكَ وَ تُهْلِكَ عَبْدَكَ. اَللّٰهُمَّ! إِنَّ الْعَرَبَ إِذَا مَاتَ فِيْهِمْ سَيِّدٌ أَعْتَقُوْا عَلٰى قَبْرِهِ وَإِنَّ هٰذَا

[1] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص:۹۶

سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ فَأَعْتِقْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! ۔[۱]

اے اللہ! یہ تیرے حبیب ہیں، میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان تیرا دشمن ہے۔ اگر تو مجھے بخش دے گا تو تیرا حبیب خوش، تیرا بندہ کامیاب اور تیرا دشمن شیطان ناراض ہوگا۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے تو تیرا دوست ناراض، تیرا بندہ ہلاک اور تیرا دشمن خوش ہوگا۔ اے میرے رب! تیری شان اس سے بہت بلند ہے کہ تو اپنے دوست کو ناراض، اپنے دشمن کو خوش اور اپنے بندے کو ہلاک کرے۔ اے اللہ! عرب میں جب کوئی سردار مر جاتا ہے تو لوگ اس کی قبر کے پاس آ کر غلام آزاد کرتے ہیں۔ یہ تو سید العالمین ہیں۔ ان کی قبرِ انور پر تو مجھے دوزخ سے آزاد فرما۔ اے ارحم الراحمین!۔

۞ وہاں موجود ایک صاحبِ کشف بزرگ (امام اصمعی علیہ الرحمہ) نے اس سے کہا. اے عربی بھائی! ایسے عمدہ طریقے سے سوال کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔

دعا کے وقت روضۂ اقدس کی طرف رُخ کرنے کا استحباب:

۞ علمائے مناسک نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے اور دعا مانگنے کے وقت رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبرِ انور کا استقبال کرنا قبلہ کی طرف چہرہ کرنے سے بہتر ہے۔

۞ (سلطان الفقہا امام) ابن ہمام (کمال الدین بن محمد) حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

روضۂ انور کی طرف رخ کرنا کعبہ شریف کی طرف چہرہ کرنے سے بہتر ہے، اور

---

[۱] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص: ۹۶

بوقتِ دعا کعبہ شریف کی طرف رخ کرنے کے افضل ہونے کا جو قول حضرتِ امامِ اعظم (ابو حنیفہ نعمان بن ثابت) رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، سو اس کی نقل صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ حضرت امامِ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود اپنی مسند میں حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قبرِ انور کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت (پیٹھ) کرنا سنت ہے۔

اور استقبالِ روضۂ اقدس کے مستحب ہونے کے قول کو نقل کرنے میں علامہ (ابو عبد اللہ بدر الدین) ابن جماعہ، علامہ ابن ہمام (کمال الدین بن محمد) پر سبقت لے جا چکے ہیں؛ کیوں کہ انھوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبر شریف کی طرف رخ کرنا مستحب ہے۔ اور استقبالِ قبلہ کو افضل قرار دینے کے سلسلے میں (تلمیذِ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ، حضرت) علامہ (ابو محمد حرب بن اسماعیل) کرمانی (حنبلی) علیہ الرحمہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

علامہ کرمانی کا قول کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔[1]

روضۂ رسول کی جانب رخ کرنے کے استحباب پر عقلی دلیل:

اس کے بعد علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر نے "الجوهر المنظم" میں فرمایا:

(دعا کے وقت، رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے) روضۂ انور کی جانب چہرہ کرنے کے استحباب پر اس طور پر بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی، ص: ۱۱۳

الجوهر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص: ۸۸

ہمارا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں، اپنی قبرِ انور کی زیارت کرنے والے سے واقف ہیں، اور جب آپ اِس دنیا میں ظاہری حیات کے ساتھ جلوہ بار تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ کی طرف رخ کرنے اور قبلہ کی جانب پشت کرنے سے چارۂ کار نہیں تھا۔ (اس پر لازم تھا کہ آپ کی جانب چہرہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرے) لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے وقت بھی معاملہ اسی طرح ہوگا۔ (یعنی قبر شریف کی طرف چہرہ اور کعبۂ مقدسہ کی جانب پشت کی جائے گی)

۞ جب ہم سب متفق ہیں کہ مسجدِ حرم شریف میں قبلہ کی طرف رخ کرکے درس دینے والے مدرس کی طرف، اس کے شاگرد رخ کرتے ہیں اور اس وقت ان کی پشت کعبہ شریف کی طرف ہوتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ انور کی طرف رخ کرنے پر (اے نجدیو!) تمھیں کیوں اعتراض ہے؟ (اور عاشقانِ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے اِس عملِ مبارک کو دیکھ کر تمھارے کلیجے کیوں پھٹنے لگتے ہیں؟) حالاں کہ حضور فخرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا اُس مدرس سے افضل و اعلیٰ ہونا قطعی اور یقینی ہے۔[۱]

حضرتِ امام مالک علیہ الرحمہ کی نصیحت:

۞ حضرت امام مالک (بن انس) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ قول گزر چکا ہے جو انھوں نے عباسی خلیفہ (ابوجعفر عبداللہ بن محمد) منصور سے کہا تھا کہ:

---

[۱] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی الہیتمی، ص: ۸۸

لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَ وَسِيْلَةُ أَبِيْكَ آدَمَ إِلَى اللهِ تَعَالَى، بَلْ إِسْتَقْبِلْ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعُهُ اللهُ فِيكَ قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔[1]

ترجمہ: تو اپنا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے کیسے پھیر سکتا ہے؟ جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے والد حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں ؛ بلکہ انھی کی طرف رخ کر اور ان سے شفاعت طلب کر! اللہ عز وجل تیرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، تو یہ آپ کے پاس آجاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پاتے۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، للامام ابی الفضل عیاض بن موسیٰ، فصل فی تعظیم النبی بعد موته و عند ذکره و تعظیم اہل بیته وصحابته، ص: ۵۲۰

- خلاصة الوفا باخبار دار المصطفی، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمهودی، ص: ۱۱۱
- الجوہر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر السعدی المکی الہیتمی، ص: ۸۸
- المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۱۲، ص: ۱۹۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیة

ائمۂ اربعہ علیہم الرحمہ کا نظریہ:

❁ حضرت امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ نے" شرح المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة "میں فرمایا:

❁ قبلہ کی جانب پشت اور روضۂ انور کی جانب رخ کرکے دعا مانگنے کے مستحب ہونے پر علمائے مالکیہ کا اتفاق ہے، یہ استحباب ان حضرات کی کتابوں میں مذکور ہے۔

❁ پھر امام زرقانی علیہ الرحمہ نے نقل کیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی اور جمہور علمائے اہلِ سنت علیہم الرحمہ کا یہی مذہب ہے۔حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرنے میں علمائے حنبلیہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے؛لیکن محققین حنبلیہ (فقہِ حنبلی کے جید علما) کے نزدیک زیارت کرنے والے اور دعا مانگنے والے کے لیے روضۂ انور کے استقبال کا مستحب ہونا ہی راجح و بہتر ہے،جیسا کہ دیگر ائمۂ کرام کا یہی مذہب مہذب ہے۔

❁ اسی طرح حنابلہ کے ائمۂ محققین (محقِّق اماموں) کے نزدیک یہی راجح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا مستحب ہے؛ کیوں کہ توسل کے استحباب پر دلالت کرنے والی حدیثیں مرتبۂ صحت تک پہنچی ہوئی ہیں۔لہٰذا ائمۂ حنابلہ کے نزدیک بھی وہی راجح ہے جو ائمۂ ثلٰثہ (تینوں اماموں) کے نزدیک راجح ہے۔[1]

---

[1] شرح المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام محمد بن عبدالباقی الزرقانی، ج: ۱۲، ص: ۱۹۴/۱۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ

حضرت امام (تقی الدین علی بن عبد الکافی) سبکی (شافعی) رحمۃ اللہ علیہ نے "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام" میں مذاہب اربعہ کے علما کا کلام تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[1]

علمائے حنابلہ کے نزدیک توسل کی شرعی حیثیت:

شیخ طاہر سنبل (بن محمد سعید مکی) علیہ الرحمہ نے اپنے ایک رسالے میں توسل کے بارے میں لکھا ہے کہ علمائے حنابلہ میں سے جن لوگوں نے توسل کے مستحب ہونے کا ذکر کیا ہے ان میں امام ابوعبید اللہ (محمد بن عبد اللہ) سامری (حنبلی بغدادی) ہیں جنھوں نے "المستوعب" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور میں نے اس مسئلہ میں مکۂ مکرمہ کے مفتیٔ حنابلہ حضرت شیخ محمد عبد اللہ بن حمید علیہ الرحمہ سے استفتا کیا، تو انھوں نے جواب دیا کہ حنابلہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ زیارت کرنے والا دعا کرتے وقت روضۂ انور کا استقبال کرے، اس کے لیے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا (بھی) مستحب ہے۔ انھوں نے (مزید) فرمایا کہ یہ مسئلہ مذہب حنبلی کی قابلِ اعتماد کتابوں میں موجود ہے۔ انھی میں صاحب الفروع امام شمس الدین بن مفلح کی کتاب "شرح مناسك المقنع"، محررِ مذہب شیخ منصور بہوتی کی "الاقناع"، ایک دوسری کتاب "شرح غاية المنتهى" اور بانیٔ مذہب وہابیت محمد بن عبد الوہاب نجدی کے دادا شیخ سلیمان بن علی کی "المنسك" ہے۔

---

[1] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، للامام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی، الباب الثامن فی التوسل والاستغاثۃ والتشفع بالنبی، ص: ۳۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

غرض یہ کہ مذہب حنبلی کے بہت سے مصنفین نے توسل کے مستحب ہونے کا قول کیا ہے۔

❁ شیخ محمد بن عبد اللہ حنبلی نے مزید فرمایا:

ان حضرات میں سے بعض نے (علامہ محمد بن احمد بن عبد العزیز) عتبی والے قصے اور اعرابی کی طرف سے پڑھے گئے اشعار "یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه... الخ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور رہی وہ حدیث جس میں "اللهم انی اسئلك و اتوجه اليك... الخ" کے کلمات ہیں تو اس کی تخریج حضرت امام (محمد بن عیسیٰ) ترمذی علیہ الرحمہ نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام (احمد بن شعیب) نسائی اور امام (ابوبکر احمد بن حسین) بیہقی علیہما الرحمہ نے بھی اس کی تخریج کر کے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مفتیِ مذکور نے فرمایا:

❁ جب یہ ساری باتیں محقق ہو گئیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ حنابلہ کا مذہب وہی ہے جو سائل نے ذکر کیا ہے (یعنی یہ کہ دعا کے وقت روضۂ انور کا استقبال کرنا اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا مستحب ہے) اس کا انکار کرنے والا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب سے جاہل ہے۔

مخالفین کی نقل کا اعتبار نہیں:

❁ حضرت امام (شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ حسینی) آلوسی (بغدادی) علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر (روح المعانی) میں جن بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت امام اعظم (ابو حنیفہ نعمان بن ثابت) علیہ الرحمہ نے توسل سے منع فرمایا ہے، سو یہ نقل صحیح اور ثابت

نہیں ہے؛ کیوں کہ ائمۂ احناف (حنفی اماموں) میں سے کسی نے بھی اس قول کو نقل نہیں کیا ہے؛ حالاں کہ یہ حضرات مسلکِ حنفی کو زیادہ جاننے والے ہیں؛ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان حضرات کی کتابیں توسل کے مستحب ہونے کی دلیلوں سے لبریز ہیں۔ مخالفین کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا اس سے دھوکہ نہ کھا جانا۔

روضۂ رسول پر ایک اعرابی کی گزارش:

❁ علامہ (شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد) قسطلانی علیہ الرحمہ کی ''المواھب اللدنیۃ'' میں ہے:

❁ ایک اعرابی (دیہاتی) نے قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر یوں گزارش کی:

اَللّٰھُمَّ! إِنَّكَ أَمَرْتَ بِعِتْقِ الْعَبِيْدِ وَ هٰذَا حَبِيْبُكَ وَ أَنَا عَبْدُكَ فَأَعْتِقْنِيْ مِنَ النَّارِ عَلٰى قَبْرِ حَبِيْبِكَ۔ فَهَتَفَ بِهٖ هَاتِفٌ يَا هٰذَا! تَسْئَلُ الْعِتْقَ لَكَ وَحْدَكَ هَلَّا سَئَلْتَ الْعِتْقَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ إِذْهَبْ فَقَدْ أَعْتَقْتُكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! تو نے ہمیں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا غلام۔ اپنے حبیب کی قبر پر تو مجھے دوزخ سے آزاد کر دے! غیب سے آواز آئی۔ اے سوال کرنے والے! تو صرف اپنی آزادی (بخشش) کا سوال کرتا ہے۔ تمام مسلمانوں کی آزادی کا سوال کیوں نہیں کرتا؟ جا! میں نے تجھے بخش دیا۔

❁ اس کے بعد امام (شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد) قسطلانی نے دو مشہور شعروں میں سے ایک شعر پڑھا۔ اور المواھب اللدنیۃ کے شارح حضرت امام (محمد بن عبد

الباقی) زرقانی نے دوسرا شعر گنگنایا۔ وہ دونوں شعر یہ ہیں۔

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا شَابَتْ عَبِیْدُ ھُمْ　　فِیْ رِقِّھِمْ اَعْتَقُوْھُمْ عِتْقَ اَحْرَارٍ

وَ اَنْتَ یَا سَیِّدِیْ اَوْلٰی بِذَا کَرَمًا　　قَدْ شِبْتُ فِی الرِّقِّ فَاَعْتِقْنِیْ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: بادشاہوں کے غلام جب ان کی غلامی کرتے کرتے بوڑھے ہوجاتے ہیں تو وہ شریفوں کی طرح انھیں آزاد کردیتے ہیں۔

۞ اے میرے آقا! آپ اپنی عطاو بخشش کے سبب اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ میں آپ کی غلامی میں بوڑھا ہوگیا ہوں، پس مجھے بھی دوزخ سے رہائی کا پروانہ عطا فرمادیں۔[۱]

روضۂ رسول پر حضرت حاتم اصم کی دعا:

۞ امام (شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد) قسطلانی نے "المواھب اللدنیۃ" میں مزید فرمایا:

۞ حضرت (خواجہ) حسن (بصری) علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ (ابو عبد الرحمٰن) حضرت حاتم (بن عنوان بن یوسف) اصم (بلخی) رحمۃ اللہ علیہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہوئے اور اس طرح دعا کی:

۞ یَارَبِّ! اِنَّا زُرْنَا قَبْرَ نَبِیِّكَ ﷺ فَلَا تَرُدَّنَا خَائِبِیْنَ، فَنُوْدِیَ یَا ھٰذَا مَا اَذِنَّا لَكَ فِیْ زِیَارَۃِ حَبِیْبِنَا اِلَّا وَ قَدْ قَبِلْنَاكَ فَارْجِعْ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ مِنَ الزُّوَّارِ مَغْفُوْرًا لَّکُمْ۔

---

[۱] المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج:۱۲، ص:۱۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

ترجمہ: اے میرے رب! ہم نے تیرے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی ہے۔ تو ہمیں ناکام و نامراد واپس نہ کرنا! آواز آئی: اے فلاں! میں نے ہی تو تجھے اپنے محبوب کے روضۂ اقدس پر آنے کی ترغیب دی تھی۔ جاؤ تمھیں اور تمام زائرین کو بخش دیا گیا ہے۔[۱]

قضائے حاجات کا نسخۂ کیمیا:

❁ امام ابن ابوفدیک (محمد بن اسماعیل بن مسلم دیلمی) علیہ الرحمہ نے فرمایا:
میں نے بعض علما اور صلحا سے ملاقات کی تو ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب کھڑے ہو کر یہ آیتِ کریمہ پڑھے:

❁ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔[۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور بکثرت سلام پڑھو۔

❁ یہ آیت پڑھنے کے بعد ستر مرتبہ "صلّی اللہ علیك یا محمد" کہے تو ایک فرشتہ

---

[۱] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، للامام شهاب الدين ابي العباس احمد بن محمد القسطلاني، ج: ۱۲، ص: ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

[۲] سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۵۶

اسے ندا دے گا" صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا فُلَان "(اے فلاں ! اللہ تجھ پر رحمتیں نازل فرمائے!) اور اس کی تمام حاجتیں پوری ہو جائیں گی۔[۱]

❁ شیخ زین الدین (ابوبکر بن حسین) مراغی وغیرہ نے فرمایا:

"یا محمد" کے بجائے "صلی الله علیك یا رسول الله" کہے؛ اگر چہ روایت میں "یا محمد" ہے؛ کیوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا نامِ اطہر لے کر پکارنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور وصال فرمانے کے بعد بھی۔[۲]

❁ امام ابن ابو فدیک علیہ الرحمہ تبعِ تابعین اور معروف ائمۂ ثقات (نہایت معتبر مشہور اماموں) میں سے ہیں۔ بخاری و مسلم اور دیگر کُتُبِ سنن میں ان سے احادیث مروی ہیں۔ ان کے بارے میں امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی نے شرح المواہب میں فرمایا:

❁ ان کا نام محمد بن اسماعیل بن مسلم دیلمی ہے۔ ان کا وصال ۲۰۰ھ میں ہوا۔ المواہب اللدنیۃ میں محمد بن ابو فدیک کی جو روایت نقل کی گئی ہے اسے امام (ابوبکر احمد بن حسین) بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی روایت کیا ہے۔[۳]

---

[۱] المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۱۲، ص: ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

[۲] المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ مع الشرح، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۱۲، ص: ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

[۳] شرح المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج: ۱۲، ص: ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

دعا ایسے مقبول ہوتی ہے:

۞ امام (محمد بن عبد الباقی) زرقانی علیہ الرحمہ کی "شرح المواھب" میں ہے کہ دعا مانگنے والا اگر اس طرح دعا مانگے:

۞ اَللّٰھُمَّ! اِنِّیْ اَسْتَشْفِعُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ۔ یَا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ! اِشْفَعْ لِیْ عِنْدَ رَبِّكَ۔ اُسْتُجِیْبَ لَہٗ[۱]

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی کی شفاعت چاہتا ہوں۔ اے نبیٔ رحمت! اپنے رب کے حضور میری شفاعت فرمائیں! تو اس کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

۞ خود نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، آپ کے صحابۂ کرام اور امت کے سلف وخلف کے روایت کردہ اقوال سے ثابت ہو گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا، ان کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلا شبہ یہ چیزیں عظیم ترین عبادتوں میں سے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی تخلیق سے پہلے ہی آپ کو وسیلہ بنایا جا چکا ہے۔ اور آپ کی ولادت کے بعد اور وصال فرمانے کے بعد بھی آپ کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ اور بعث بعد الموت کے بعد قیامت میں بھی آپ کو وسیلہ بنایا جائے گا۔[۲]

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، للامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی، ج: ۱۲، ص: ۲۱۳

۞ شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، للامام یوسف بن اسماعیل النبہانی، ص: ۱۶۴

[۲] یہ ایک طویل حدیث ہے، جسے حضرت امامِ مسلم رضی اللہ عنہ اور دیگر محدثین کرام......

.... نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلٰی رَبِّنَا حَتّٰی یُرِیْحَنَا مِنْ مَکَانِنَا هٰذَا۔ قَالَ۔ فَیَأْتُوْنَ آدَمَ علیه السلام فَیَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْخَلْقِ۔ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ۔ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰی يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا۔ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ۔ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهُ مِنْهَا۔ وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا علیه السلام أَوَّلَ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللهُ۔ قَالَ۔ فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ۔ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهُ مِنْهَا۔ وَلٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ علیه السلام الَّذِيْ اتَّخَذَهُ اللهُ خَلِيْلًا۔ فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ علیه السلام فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ۔ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهُ مِنْهَا۔ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰی علیه السلام الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ۔ قَالَ: فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰی۔ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ۔ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهُ مِنْهَا۔ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰی رُوْحَ اللهِ وَكَلِمَتَهُ۔ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰی رُوْحَ اللهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ۔ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ۔

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَيَأْتُوْنِيْ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰی رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللهُ۔ فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ إِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَحْمَدُ رَبِّيْ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ رَبِّيْ۔ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ۔ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللهُ.....

.... أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ: ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ! قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ- قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ- فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ- (الصحیح للامام مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا، رقم الحدیث: ۴۹۵)

ترجمہ: اللہ عزوجل بروزِ قیامت لوگوں کو جمع فرمائے گا، تو وہ آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے رب کے حضور کسی کو سفارشی بنانا چاہیے، تاکہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا کرے۔ چناں چہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر عرض کریں گے: آپ ابوالبشر آدم ہیں۔ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، آپ میں اپنی جانب سے خاص روح پھونکی اور آپ کو مسجودِ ملائکہ بنایا۔ آپ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمادیجیے؛ تاکہ وہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں سے نجات بخشے۔ وہ کہیں گے: آج میرا یہ مقام نہیں ہے۔ اس وقت انھیں اپنی خطاے اجتہادی یاد آئے گی، جس کے سبب اپنے رب سے حیا فرمائیں گے اور کہیں گے: تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں جاؤ، انھیں اللہ عزوجل نے سب سے پہلا رسول بنایا ہے۔ چناں چہ وہ اُن کے پاس حاضر ہوکر فریاد کریں گے۔ وہ جواب دیں گے: آج ہمارا یہ منصب نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی اجتہادی خطا یاد کرکے اپنے رب سے بات کرنے میں حیا محسوس کریں گے اور کہیں گے: تم سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ کا قصد کرو، جنھیں اللہ عزوجل نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ چناں تمام اہلِ محشر گرتے پڑتے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر فریاد کریں گے۔ لیکن وہ بھی یہی کہیں گے کہ آج میں کچھ نہیں کرسکتا اور اپنی اجتہادی خطا یاد کریں گے، جس کے سبب انھیں رب تعالیٰ سے حیا آئے گی۔.....

.... وہ کہیں گے: تم سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں جاؤ! جنھیں اللہ عزوجل نے اپنا کلیم بنایا اور توریت شریف سے سرفراز فرمایا۔ وہ حضرتِ موسیٰ کلیم اللہ کے پاس آئیں گے۔ آپ ان کی فریاد سن کر کہیں گے: آج میں کچھ نہیں کرسکتا۔ تم حضرتِ عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ ان کے پاس جائیں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ آج میں تمھاری شفاعت نہیں کر سکتا۔ تم سب حضرتِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں جاؤ، جن کی شان یہ ہے کہ ان کے صدقے میں ان کے اگلوں اور پچھلوں کی خطائیں معاف کردی گئیں۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب وہ میرے پاس آئیں گے۔ چناں چہ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، مجھے اجازت دی جائے گی۔ اس وقت مجھے اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ میں رب تعالیٰ کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ جب تک اللہ چاہے گا میں سجدے میں رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ! بات کہو! سنی جائے گی، مانگو! دیا جائے گا۔ شفاعت کرو! قبول کی جائے گی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: میں سجدے سے سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جس کی وہ مجھے تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کا آغاز کروں گا۔ وہ میرے لیے ایک حد مقرر فرمادے گا، تو میں انھیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنے لگوں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدے میں گر جاؤں گا، تو وہ مجھے جب تک چاہے گا سجدے میں رہنے دے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! سر اٹھاؤ! کہو! سنا جائے گا۔ مانگو! دیا جائے گا۔ سفارش کرو! قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر اللہ عزوجل کی ایسی حمد بیان کروں گا جس کی وہ مجھے تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ وہ میرے لیے ایک حد متعین فرمادے گا، اس کے معاً بعد میں اپنے گناہ گار امتیوں کو جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل کروں گا۔ تیسری بار بھی ایسا ہی کروں گا، پھر عرض کروں گا: اے میرے رب! اب دوزخ میں صرف وہی ہیں جنھیں وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

ابن جابر کے وجد آفریں اشعار:

علامہ (احمد بن محمد) قسطلانی نے "المواهب اللدنية" میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابن جابر پر رحمتیں نازل فرمائے! انھوں نے کتنی اچھی بات کہی۔

بِهٖ قَدْ اَجَابَ اللّٰهُ اٰدَمَ اِذْ دَعَا وَنُجِّیَ فِیْ بَطْنِ السَّفِيْنَةِ نُوْحُ

وَ مَا ضَرَّتِ النَّارُ الْخَلِيْلَ لِنُوْرِهٖ وَمِنْ اَجْلِهٖ نَالَ الْفِدَاءَ ذَبِيْحُ

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان (محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ انھی کے وسیلے سے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں (غرق ہونے سے) نجات دی گئی۔

انھی کے نور کا صدقہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو (نمرود کی بھڑکائی ہوئی انتہائی خطرناک) آگ تکلیف نہ دے سکی۔ اور انھی کے طفیل حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو فدیہ میں دنبہ مل گیا۔

علامہ (احمد بن محمد) قسطلانی علیہ الرحمہ نے اس کے بعد فرمایا:

شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان علیہ الرحمہ کی کتاب "مصباح الظلام فی المستغیثین لخیر الانام" میں ایسے ایسے دلائل و براہین موجود ہیں، جن کو پڑھنے کے بعد شک وشبہ کے بیمار کو کامل طور پر شفا نصیب ہو جائے گی۔ اس کے بعد علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ نے المواہب اللدنیہ میں بہت سی اُن برکتوں کا تذکرہ کیا ہے، جو آقائے کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانے والوں کو حاصل ہوئیں۔[۱]

حضورِ اقدس ﷺ کی دعا سے بارانِ رحمت کا نزول:

۞ حضرت امام (ابوبکر احمد بن حسین) بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دیہاتی عاشق حضور مختارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں بارش کی دعا کرانے کے لیے آئے، آتے ہی انھوں نے چند اشعار کہے، ان کا پہلا شعر یہ تھا:

اَتَیْنَاكَ وَ الْعَذْرَاءُ یُدْمِیْ لَبَانُهَا وَقَدْ شَغَلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

ترجمہ: یا رسول اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں اس وقت آئے ہیں جب کہ (پیاس کی شدت کے سبب) پاک دامن (یعنی شادی شدہ عورتوں) کے سینوں سے (دودھ کی بجائے) خون جاری ہو چکا ہے اور (ناقابلِ برداشت سختیوں کے سبب) مائیں اپنے بچوں سے (بھی) غافل ہو چکی ہیں۔

۞ اس نے آخر میں یہ شعر کہا:

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْكَ فِرَارُنَا وَ اَیْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

ترجمہ: ہماری پناہ گاہ صرف اور صرف آپ ہیں اور مخلوق کی پناہ گاہ تو (اللہ کے) رسول ہی ہوا کرتے ہیں۔

---

[۱] المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، للامام شهاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۱۲، ص: ۲۲۰ الی ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیة

۞ یہ اشعار سننے کے بعد حضور نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ناراض نہیں ہوئے؛ بلکہ (خادمِ خاص) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۞ جب وہ اعرابی (صحابی) اپنے اشعار سنا چکے، تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنی چادرِ مبارک کھینچتے ہوئے ممبر شریف پر رونق افروز ہوئے، خطبہ ارشاد فرمایا اور ان کے لیے بارش کی دعا کی۔ ابھی آپ دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔[۱]

۞ اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے خشک سالی (سوکھے) کی شکایت کی، تو آپ نے فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی۔ آپ کے دعا کرتے ہی بارش ہونے لگی۔[۲]

---

[۱] دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج۶، ص: ۱۴۲

۞ السیرۃ الحلبیۃ، للامام علی بن برہان الدین الحلبی، ج۱، ص: ۱۱۶

۞ الاستذکار الجامع لمذاہب فقہاء الامصار وعلماء الاقطار، للامام یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمری المالکی القرطبی، ج۲، ص: ۴۲۱

[۲] چناں چہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا! فَدَعَا فَمُطِرْنَا۔ فَمَا كِدْنَا أَنْ نَّصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا۔ فَمَا زِلْنَا أَنْ نُّمْطَرَ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ۔ قَالَ: فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّصْرِفَهٗ عَنَّا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ ....

.........قَالَ :فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِينًا وَ شِمَالًا .يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام، بروزِ جمعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تبھی ایک شخص نے کھڑے ہو کر یوں فریاد کی: یا رسول اللہ! بارش مکمل طور پر رُک چکی ہے، آپ دعا فرما دیجیے کہ اللہ عزوجل ہمیں سیراب فرما دے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا فرما دی، آپ

ترجمہ: رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام، بروزِ جمعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تبھی ایک شخص نے کھڑے ہو کر یوں فریاد کی: یا رسول اللہ! بارش مکمل طور پر رُک چکی ہے، آپ دعا فرما دیجیے کہ اللہ عزوجل ہمیں سیراب فرما دے۔ حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا فرما دی، آپ کے دعا فرماتے ہی ہمیں بارش سے سیراب کیا گیا، بارش اس قدر زوردار تھی کہ ہمارا گھر پہنچنا مشکل ہو گیا۔ اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب دوسرا جمعہ آیا تو وہی شخص یا کوئی دوسرا شخص کھڑے ہو کر یوں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! اب اللہ عزوجل سے بارش رکنے کی دعا فرما دیں! اس کی فریاد سن کر اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے قرب وجوار میں برسا، ہم پر نہ برسا! راوی کہتے ہیں: میں نے بادلوں کو کٹ کر دائیں بائیں جاتے ہوئے دیکھا۔ مدینے کے قرب وجوار میں رہنے والوں پر تو خوب بارش ہو رہی تھی؛ مگر اہلِ مدینہ اس سے محفوظ تھے۔

۞ الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء علی المنبر، رقم الحدیث: ۱۰۱۵

پھر آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ أَبُو طَالِبٍ حَيًّا لَقَرَّتْ عَيْنَاهُ. مَنْ يُنْشِدُنَا قَوْلَهُ؟

ترجمہ: اگر آج (میرے چچا) ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ کون ہے جو ہمیں ان کا قول (شعر) سنائے؟۔ (جو انھوں نے میرے بچپن میں میری شان میں کہا تھا)

یہ سن کر حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے اُن کے اِس شعر کو سننے کا ارادہ فرمایا ہے۔

وَ أَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

ترجمہ: یہ (میرے بھتیجے) روشن وتابناک چہرے والے ہیں۔ ان کے رخِ زیبا کے وسیلے سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔ یہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

یہ شعر سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا چہرۂ انور (خوشی سے پھول کی طرح) کِھل گیا۔[۱]

اس شعر کے گنگنانے پر، آپ نے نہ حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے برہمی (ناراضگی) کا اظہار فرمایا اور نہ ہی "یستسقی الغمام بوجهه" کو ناپسند کیا۔ اگر اس (شعر) میں حرام یا شرک جیسی کوئی بات ہوتی تو آپ ضرور انکار فرماتے اور ایسے شرکیہ

---

[۱] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، للامام شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۲، ص: ۲۲۲، دار الفکر، بیروت

الکامل فی ضعفاء الرجال، للامام ابی احمد عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ الجرجانی، ج: ۴، ص: ۴۹۸

شعر کو سننے کی خواہش کا اظہار نہ فرماتے۔

یہ، ابو طالب کے اُس قصیدے کا شعر ہے جس میں انھوں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ کے اوصاف وکمالات بیان کیے ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش خشک سالی کا شکار ہو گئے۔ یہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے بچپن کا زمانہ تھا۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی۔ چچا جان کا دعا کرنا تھا کہ خوب زور دار بارش ہوئی۔ اسی سے متاثر ہو کر ابو طالب نے آپ کی شانِ اقدس میں یہ قصیدہ کہا تھا۔[1]

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیثِ صحیح مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی بھیجی:

يَا عِيْسٰى! اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوْا بِهِ. وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ. وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ

---

[1] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، للامام شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۲، ص: ۲۲۴، دار الفکر، بیروت

السیرۃ الحلبیۃ، للامام علی بن برہان الدین الحلبی، ج: ۱، ص: ۱۱۶

فتح الباری شرح البخاری، للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ج: ۲، ص: ۴۹۴

عَلَيْهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔[۱]

ترجمہ: اے عیسیٰ! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر ایمان لاؤ۔ اور تمھاری امت میں سے جو لوگ ان کا زمانہ پائیں انھیں بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ کو پیدا نہ فرماتا۔ تحقیق کہ میں نے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، جب اس پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا گیا تب اسے قرار آیا۔

۞ علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر (ہیتمی مکی) علیہ الرحمہ نے ''الجوهر المنظم'' میں فرمایا:

فَكَيْفَ لَا يُتَشَفَّعُ وَيُتَوَسَّلُ بِمَا لَهُ هٰذَا الْجَاهُ الْوَسِيْعُ وَالْقَدْرُ الْمَنِيْعُ عِنْدَ سَيِّدِهٖ وَمَوْلَاهُ الْمُنْعِمِ عَلَيْهِ بِمَا حَبَاهُ بِهٖ وَ اَوْلَادِهٖ۔

۞ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اور آپ کی ذریتِ طاہرہ کو، آپ پر انعام واکرام فرمانے والے مولا کی جانب سے یہ فضل وکمال اور یہ خصوصیت و افضلیت حاصل ہے، تو کیا ان سے توسل کرنا جائز نہ ہوگا؟[۲]

امم سابقہ میں وسیلے کی مشروعیت:

۞ علامہ (احمد بن محمد) قسطلانی علیہ الرحمہ نے ''ارشاد الساری شرح البخاری'' میں

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری، ج: ۲، ص: ۶۱۴

۞ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی مکی ہیتمی، ص ۱۱۲

[۲] الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، للامام احمد بن محمد بن حجر السعدی المکی الہیتمی، ص ۱۱۲

حضرتِ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

۞ بنی اسرائیل جب خشک سالی کا شکار ہوتے تھے، تو اپنے نبی کے اہلِ بیت کے وسیلے سے بارش کی دعائیں کیا کرتے تھے۔[۱]

۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں کسی بزرگ ہستی کو وسیلہ بنانا گزشتہ قوموں میں بھی جائز رہا ہے۔

۞ علامہ سید (علی بن عبداللہ بن احمد حسنی) سمہودی علیہ الرحمہ نے "خلاصة الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ" میں فرمایا:

۞ عادت اسی پر جاری ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی بارگاہ میں ایسے شخص کو وسیلہ بناتا ہے جس کی قدر و منزلت اس کی نظروں میں ہوتی ہے، تو یہ شخص (کہ جس کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا گیا) اس شخص (کہ جس کا وسیلہ پیش کیا گیا) کی وجہ سے اس وسیلہ کرنے والے کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ کبھی وسیلہ تلاش کرنے والا، عظمت و شان والی ذات کا نام لے کر اس ذات کی بارگاہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے جس کی شان اس سے بھی زیادہ بلند ہوتی ہے۔

۞ جب اعمالِ صالحہ (اچھے کاموں) کو وسیلہ بنانا جائز ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی غار والی روایت میں ہے۔[۲] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وسیلہ بنائے

---

[۱] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ، للامام شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ، ج:۲، ص:۳۴۳، دار الفکر، بیروت

[۲] حضرت امامِ بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے.......

.... روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

گزشتہ قوم کے تین نوجوانوں نے دورانِ سفر، رات گزارنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی، وہ جیسے ہی غار میں داخل ہوئے پہاڑ کی ایک بڑی چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آ گئی اور اس نے غار کو بالکل بند کر دیا۔ انھوں نے آپس میں کہا: ہم اپنے سب سے عمدہ کام کے وسیلے سے دعا کریں تو اِس چٹان سے نجات مل سکتی ہے۔ چناں چہ ایک نے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے، میں اُن سے پہلے اپنے اہل وعیال اور غلاموں کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن ایک شے کی تلاش میں میں اپنے گھر سے بہت دور نکل گیا، جب واپس آیا تو وہ حضرات سو چکے تھے۔ میں نے ان کے لیے دودھ دوہا؛ لیکن یہ ناپسند کیا کہ ان سے پہلے اپنے اہل وعیال کو پلاؤں، تو میں اپنے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لے کر صبح تک، ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں کھڑا رہا۔ طلوعِ فجر کے بعد اُن دونوں نے بیدار ہو کر دودھ نوش فرمایا۔ اے اللہ! اگر میرا وہ عمل فقط تیری رضا کے لیے تھا تو تو ہمیں اِس چٹان کی مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اس کی دعا سے چٹان کچھ کھسک گئی؛ مگر ابھی وہ نکل نہیں سکتے تھے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: دوسرے نوجوان نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی، جسے میں سب سے زیادہ پیار کرتا تھا، ایک دن میں نے اُسے بہلانے کی کوشش کی؛ مگر اس نے انکار کر دیا۔ ایک بار اُسے سخت پریشانی لاحق ہوئی، جس کے اِزالے کے لیے وہ میرے پاس آئی، میں نے اُسے اِس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ میرے ساتھ تنہائی میں آئے گی۔ اس نے مجبوراً میری بات مان لی، جب وہ خلوت میں آئی اور میں اس پر قادر ہو گیا تو اس نے کہا: میں تیرے لیے حلال نہیں ہوں۔ یہ سن کر میں زنا سے باز رہا اور اُسے جانے دیا، حالاں کہ وہ مجھے سب سے محبوب تھی، پھر میں نے وہ رقم بھی چھوڑ دی۔ اے اللہ! اگر میں نے وہ کام صرف

جانے کے زیادہ حق دار اور لائق ہیں۔[1]

کیوں کہ رسولِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وصفِ نبوت کے حامل اور بے شمار خوبیوں کے جامع ہیں۔ چاہے یہ توسل حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات (زندگی) میں ہوا ہو یا آپ کے وصال فرمانے کے بعد۔ تو جب کوئی صاحبِ ایمان اپنے آقا حضور آفتابِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بناتا ہے تو آپ کی اسی نبوت کا قصد کرتا ہے، جو کہ تمام کمالات کی جامع ہے۔

صفحہ ۲۲۹: تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا تو تُو ہمیں اس غم سے نجات عطا فرما! اُس کی دعا کے سبب چٹان کچھ اور کھسک گئی؛ مگر ابھی بھی وہ لوگ نکل نہیں سکتے تھے۔

تیسرے نے کہا: میں نے چند مزدوروں کو کام پر رکھا تھا، سب کی اجرت دے دی تھی؛ مگر ایک شخص میرے پاس اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اُسے بڑھایا یہاں تک کہ وہ میرے پاس کثیر مال کی شکل میں جمع ہو گئی۔ ایک مدت کے بعد اس شخص نے آکر مجھ سے اپنی اجرت کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا: یہ جو اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام آپ دیکھ رہے ہیں، یہ سب آپ کی مزدوری ہے۔ اُس نے کہا: اے بندۂ خدا! میرے ساتھ مزاق نہ کر! میں نے کہا: میں مزاق نہیں کر رہا۔ بہر حال وہ اپنا سارا مال لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میں نے وہ کام محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا تو تُو ہمیں اس بلا سے نجات عطا فرما! چناں چہ اُسی وقت وہ چٹان ہٹ گئی اور انھیں اس غار سے نجات مل گئی۔ (الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الادب، باب اجابۃ دعاء من بر والدیہ، رقم الحدیث: ۵۹۷۴۔ وکتاب الاجارۃ، باب من استأجر اجیرا فترک اجرہ ... رقم الحدیث: ۲۲۷۲)

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفی، للامام علی بن عبد اللہ الحسنی السمھودی، ص: ۱۰۸

توسل سے روکنے والوں کی حماقت:

❁ توسل سے روکنے اور منع کرنے والے (بے وقوف یہ) کہتے ہیں کہ صرف اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ (بزرگ شخصیتوں کو وسیلہ بنانا ناجائز ہے) ہم (اہلِ سنت جواب میں) کہتے ہیں کہ جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ٹھہرا" حالاں کہ وہ اعراض ہیں" (جوکہ بالذات قائم نہیں ہوتے؛ بلکہ مومنوں کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور ان کا صدور اہلِ ایمان ہی سے ہوتا ہے) تو مقدس و پاکیزہ ہستیوں کو وسیلہ بنانا کیوں کر جائز نہ ہوگا؟ بالکل جائز ہوگا؛ کیوں کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے چچا جان حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا تھا۔[۱]

❁ اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ صرف اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، تو ہم ان روکنے والوں سے پوچھیں گے کہ جب اعمالِ صالحہ سے توسل کرنا جائز ٹھہرا، تو پھر نبیِّ کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کے جواز سے کون سی چیز مانع (رکاوٹ) ہے؟[۲]

---

[۱] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاستسقاء، باب السوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم الحدیث: ۱۰۰۸

❁ الصحیح، للامام محمد بن حبان بن احمد التمیمی السجستانی، رقم الحدیث: ۲۸۶۱

❁ دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۶، ص: ۱۴۷

[۲] اعمالِ صالحہ مثلاً "نماز، روزہ، حج، زکات" کبھی مقبول ہوتے ہیں اور کبھی مردود۔ جب کہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا مقبولِ بارگاہِ الٰہ ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے؛.....

کیوں کہ آپ نبوت ورسالت سے متصف اور ایسے کمالات وفضائل سے آراستہ ہیں، جو ہر کمال سے بڑھ کر اور ہر عمل صالح سے عظیم تر ہیں۔ نیز جوازِ توسل پر دلالت کرنے والی احادیثِ کریمہ کثرت کے ساتھ مروی ہیں۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی طرح تمام انبیاء ومرسلین (صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور جملہ صالحین (اللہ والوں) سے بھی توسل کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہ حضرات طہارتِ قدسیہ (باطنی طہارت و پاکیزگی) اور محبتِ ربّ البریہ (رب تعالیٰ کی محبوبیت) سے متصف ہیں۔ یہ حضرات طاعت وفرماں برداری کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں اور انھیں اللہ رب العزت کی جانب سے یقین کی دولت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں۔ اگر ان کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اللہ رب العزت مومنوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے؛ لیکن توسل میں کامل ادب کا لحاظ رکھنا اور غیر اللہ کی تاثیر (حقیقی) کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ سے احتراز کرنا نہایت ضروری ہے۔

صفحہ ۲۳۱: بلکہ شک کرنے والا کافر ومرتد ہے۔ حیرت بالائے حیرت ہے کہ ان احمقوں کے نزدیک اعمالِ صالحہ کا وسیلہ جائز ہے، جب کہ ان کا مقبول ہونا مرتبۂ ظن میں ہے اور نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کا وسیلہ ناجائز ہے، جب کہ آپ کا مقبول ہونا مرتبۂ یقین میں ہے۔ لہذا توسل کے جواز سے کوئی بھی چیز مانع نہیں ہے۔

[1] جن سے دو دو چار کی طرح واضح ہوتا ہے کہ، رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنانا جائز و درست ہے۔

صحابیِ رسول کے والہانہ اشعار:

جوازِ توسل کی ایک دلیل صحابیِ رسول حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قصہ بھی ہے، جسے حضرت امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی علیہ الرحمہ نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے۔ اس قصے میں ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس میں انھوں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ بنایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اس مبارک قصیدے کو سننے کے بعد انکار و ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

وَ أَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ ... وَأَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

وَ أَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً ... إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَائِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ ... وَإِنْ كَانَ فِيْمَا فِيْهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

وَ كُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ ... بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ ابْنِ قَارِبِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی رب نہیں اور یا رسول اللہ! آپ ہر غیب پر مامون (مطلع) ہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور تمام رسولوں سے زیادہ مقرب ہیں۔ اے انتہائی پاکیزہ و باعزت لوگوں کے فرزند!

اے سب سے بہترین رسول! آپ ہمیں وہ حکم سنائیں جو اللہ عزوجل نے آپ پر

نازل فرمایا ہے، اگر چہ وہ حکم اس قدر دشوار ہو کہ (اس کے بوجھ سے) آدمی بوڑھا ہو جائے۔

اور آپ اس دن میرے شفیع ہو جائیں جس دن آپ کے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔[۱]

اس قصیدۂ مبارک میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو " أدنى المرسلين وسيلة إلى الله" کہا اور " كن شفيعا" کہہ کر شفاعت کی درخواست پیش کی۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔[۲]

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کا اعتقاد:

حضور سید العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی وفات کے بعد جو مرثیہ پڑھا تھا اس میں بھی ثبوتِ توسل پر دلیل ہے؛ کیوں کہ انھوں نے اس میں یہ فرمایا تھا:

أَلَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنْتَ رَجَاؤُنَا وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِيًا

---

[۱] دلائل النبوۃ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۲، ص: ۲۱۵

دلائل النبوۃ، للامام ابی نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبھانی، ج: ۱، ص: ۱۱۴

الروض الانف، للامام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد السہیلی، ج: ۱، ص: ۱۴۰

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، للامام بدر الدین محمود بن احمد العینی، ج: ۱۷، ص: ۸

[۲] اگر آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا اور آپ کو وسیلہ بنانا جائز نہ ہوتا تو آپ ان کو ٹوکتے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا حکم دیتے۔

ترجمہ: یارسول اللہ! ہماری امیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔ آپ ہم پر مہربان تھے سخت گیر نہ تھے۔[۱]

❁ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس شعر میں رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو، اُن کے وصال فرمانے کے بعد صیغہ ندا "یا" کے ذریعے پکارا اور آپ کو "انت رجاء نا" کہا (یعنی یارسول اللہ! آپ ہی سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور ہم آپ ہی سے لَو لگائے ہوئے ہیں) اس مرثیے کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت نے سنا، لیکن کسی نے بھی "یارسول اللہ انت رجاء نا" کہنے پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔[۲]

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا عمل:

❁ علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر ہیتمی (مکی) علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان" کی پینتیسویں (۳۵ ویں) فصل میں فرمایا:

❁ جن دنوں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ بغداد میں تھے، تو وہ حضرت امام اعظم ابو

---

[۱] مجمع الزوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی ج: ۹، ص: ۳۹

❁ المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۲۴، ص: ۳۲۰

[۲] معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعدِ وصال بھی "یارسول اللہ" کہنے کے جواز کے قائل تھے۔

حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ پہلے وہ حضرت امام اعظم کی قبر مبارک پر حاضری دیتے اور سلام پیش کرتے۔ اس کے بعد قضائے حاجات کے لیے انھیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرتے۔[۱]

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ عمل:

اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے استاذِ گرامی) حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا وسیلہ پیش کر کے دعا کیا کرتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ان کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ علیہ الرحمہ نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّافِعِيَّ كَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَكَالْعَافِيَةِ لِلْبَدَنِ۔[۲]

---

[۱] حضرت امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، اور ان کی بارگاہ میں آنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر انور کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور ان کے پاس جا کر اللہ عزوجل سے مانگتا ہوں۔ ایسا کرتے ہی میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

- الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان، للامام احمد بن محمد بن حجر المکی، الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ معہ فی مماتی کما ھو فی حیاتہ، ص: ۷۲
- تاریخ بغداد، للامام ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ، ج:۱، ص: ۱۳۵

[۲] الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، للامام ابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری، ص: ۷۴

ترجمہ: امام شافعی لوگوں کے لیے آفتاب (سورج) اور بدن کے لیے شفاء کے مانند ہیں۔

حضرتِ امام مالک اور امامِ غزالی علیہما الرحمہ کا وسیلہ:

اور جب امام شافعی علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا کہ اہل مغرب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو آپ نے اِنکار نہیں فرمایا۔

(بانی سلسلۂ عالیہ شاذلیہ امام الاولیاء) امام ابوالحسن (علی بن عبداللہ) شاذلی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جسے اللہ تبارک تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو اور وہ اسے پورا کرنا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت امام (محمد بن محمد) غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وسیلہ پیش کرے۔[۱]

اہلِ بیتِ اطہار علیٰ جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کا توسل:

علامہ (احمد بن محمد) ابن حجر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الصواعق المحرقة لاخوان الضلال والزندقة" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امام (محمد بن ادریس) شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کرام علیٰ جدہم وعلیہم افضل الصلاۃ والتسلیم کا وسیلہ پیش کرکے، خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا کرتے تھے:

---

[۱] اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرمادے گا۔

اٰلُ النَّبِیِّ ذَرِیْعَتِیْ وَ ھُمْ اِلَیْہِ وَسِیْلَتِیْ

اَرْجُوْ بِھِمْ اُعْطٰی غَدًا بِیَدِی الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ

ترجمہ: آلِ نبی میری کامیابی کا ذریعہ ہیں۔خدا کی بارگاہ میں وہی میرا وسیلہ ہیں۔مجھے امید ہے کہ کل بروزِ قیامت ان کے طفیل میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا (اور میں کامیاب وکامران ہوجاؤں گا)۔[۱]

حضرتِ امام ترمذی علیہ الرحمہ کا خواب:

❁ صاحبِ سنن حضرت امام (محمد بن عیسیٰ بن سورۃ) ترمذی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی سوانح پر مشتمل کتاب "مجمع الأحباب" میں مصنفِ کتاب علامہ سید محمد طاہر بن محمد بن ہاشم باعلوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ نے عالمِ خواب میں اللہ رب العزت (کی تجلیات) کا دیدار کیا تو انھوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایسی دعا کے بارے میں دریافت کیا، جس کو پڑھنے سے تادمِ حیات ایمان محفوظ رہ سکے۔امام ترمذی فرماتے ہیں: میری اس عرضی پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

❁ فجر کی نمازِ فرض سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعت نماز سے فارغ ہوکر روزانہ یہ دعا پڑھنا:

---

[۱] الصواعق المحرقۃ علی اھل الرفض والضلال والزندقۃ ۔ للامام احمد بن محمد بن حجر المکی ۔ ج:۲،ص:۵۲۵

❍ کتاب التوصل الی حقیقۃ التوسل، للعلامہ محمد نسیب الرفاعی،ص:۳۳۷

❍ دیوان الامام محمد بن ادریس الشافعی،ص:۵۰،تحقیق عمر الطباع

إِلٰهِيْ ! بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَ أَخِيْهِ وَجَدِّهِ وَ بَنِيْهِ وَ أُمِّهِ وَ أَبِيْهِ نَجِّنِيْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِيْ أَنَا فِيْهِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ ! أَسْئَلُكَ أَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ۔يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

ترجمہ: خدایا! حسن اور ان کے بھائی (حسین) کا وسیلہ، ان کے نانا (مختارِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام) اوران کے شہزادوں کا واسطہ، ان کی والدہ (حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا) اوران کے والد (حضور فاتحِ خیبر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کا صدقہ ! مجھے اس غم سے نجات دے دے جس میں میں مبتلا ہوں۔ اے حی! اے قیوم! اے عزت و جلال والے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی معرفت کے نور سے میرے دل کو روشن فرما۔ اے اللہ! اے اللہ! اے ارحم الراحمین!

۞ حضرت امام (محمد بن عیسیٰ) ترمذی علیہ الرحمہ سنتِ فجر کے بعد خود بھی اس دعا کو پڑھتے اوراپنے اصحاب (ساتھیوں) کو بھی پڑھنے اورعمل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔[1]

اگرتوسل ممنوع (ناجائز) ہوتا توان جیسا جلیل القدر امام نہ ہی اس پر عمل کرتا اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیتا۔ اور (یہ بھی ذہن میں رہے کہ) یہ امام مقتدائے جہاں اور حجتِ زماں ہے (اس کا قول وعمل حجت ودلیل ہے)۔حقیقت یہی ہے سلف وخلف میں سے کسی نے، کبھی بھی توسل کا انکارنہیں کیا، یہاں تک کہ یہ انکار کرنے والے (وہابی) پیدا ہوگئے۔

---

[1] فیوض البحور المتلاطمۃ فی شرح الراتب المسمّی بالانوار المتراکمۃ، للامام العارف باللہ السید محمد عثمان المیرغنی،ص:۸۰، دارالکتب العلمیۃ

۞ التوصل الی حقیقۃ التوسل، للشیخ العلامۃ محمد نسیب الرفاعی، ج:۱،ص:۲۰۵

قبولیتِ دعا کے لیے فرشتوں کے توسل کا حکم:

حضرت امام (ابوزکریا یحییٰ بن شرف) نووی علیہ الرحمہ کی "الاذکار" میں ہے:

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے غلاموں (مسلمانوں) کو فجر کی دو رکعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ وَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ۔ [۱]

ترجمہ: اے اللہ! اے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے رب! مجھے دوزخ سے آزاد کر دے۔

علامہ (محمد علی بن محمد) ابن علان (بکری صدیقی شافعی) علیہ الرحمہ نے (الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ، یعنی) "شرح الاذکار" میں فرمایا:

رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے قبولیتِ دعا کے لیے، وسیلہ بنانے کے سلسلے میں خاص طور پر ان حضرات کا ذکر فرمایا ہے، ورنہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ مخلوق کا رب ہے۔ [۲]

---

[۱] الاذکار، للامام یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، باب مایقول بعد رکعتی سنۃ الفجر، ص: ۳۲

عمل الیوم واللیلۃ، للامام احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی، ص: ۱۰۳

مسند البزار، للامام ابی بکر احمد بن عمرو العتکی البزار، رقم الحدیث: ۳۱۵۱

السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، باب الاستعاذۃ من حر النار، رقم الحدیث: ۵۵۳۶

[۲] الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ، للامام محمد بن علی بن محمد بن علان الشافعی، ج: ۲، ص: ۹۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۞ اس (تخصیص) سے (بھی یہی) سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے مقرب بندوں کو وسیلہ بنانا شرعاً جائز و درست ہے۔

امام ابوالحسن احمد بن احمد شاذلی اور بعض عارفین کا عمل:

۞ امام (ابوالحسن احمد بن احمد بن محمد) زروق (فاسی شاذلی مالکی) علیہ الرحمہ نے "شرح حزب البحر "میں بہت سے صالحین (اللہ والوں) کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

۞ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِهِمْ.فَاِنَّهُمْ اَحَبُّوْكَ وَمَا اَحَبُّوْكَ حَتّٰى اَحْبَبْتَهُمْ . فَبِحُبِّكَ اِيَّاهُمْ وَصَلُوْا اِلٰى حُبِّكَ . وَنَحْنُ لَمْ نَصِلْ اِلٰى حُبِّهِمْ فِيْكَ ، فَتِمَّهُمْ لَنَا ذٰلِكَ مَعَ الْعَافِيَةِ الْكَامِلَةِ الشَّامِلَةِ حَتّٰى نَلْقَاكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔[1]

ترجمہ: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتے ہیں؛ کیوں کہ انھوں نے تجھ سے محبت کی ہے اور در حقیقت تو نے ان سے محبت کی تبھی یہ تیری محبت تک پہنچ سکے۔ ہم ابھی تک ان کی محبت تک نہیں پہنچے (تو تیری محبت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟) اے ارحم الراحمین! ہمارے لیے اسے ایسی عافیت کے ساتھ پورا فرما جو کامل اور شامل ہو، یہاں تک کہ ہم تجھ سے ملاقات کریں.

۞ اور بعض عارفین (رب کی معرفت رکھنے والوں) کی دعا درج ذیل الفاظ پر مشتمل تھی:

۞ اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ الْكَعْبَةِ وَبَانِيْهَا وَفَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا نَوِّرْ بَصَرِيْ

---

[1] شرح حذب البحر، للامام ابی الحسن احمد بن احمد بن محمد زروق الفاسی الشاذلی، ص: ۳۳، تحقیق الشیخ فرید المزیدی، دار جوامع الکلم، القاھرۃ

وَبَصِیْرَتِیْ وَ سِرِّیْ وَسَرِیْرَتِیْ۔ [۱]

ترجمہ: اے اللہ! اے کعبہ اور اس کے بانی کے رب! فاطمہ، ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے شہزادوں کے رب! میری بصیرت، آنکھ، قلب اور باطن سب کو روشن کر دے۔

❁ بعض عارفین نے فرمایا:

آنکھوں کی بینائی بڑھانے کے لیے یہ دعا بہت مجرّب ہے، جو شخص بھی سرمہ لگاتے وقت اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور (روشن) کر دے گا۔

❁ یہ دعا بھی اسبابِ عادیہ میں سے ہے۔ حقیقت میں اس کی کوئی تاثیر نہیں۔ موثّرِ حقیقی تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی ہے۔ تو جس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کھانے اور پینے کو آسودگی اور سیرابی کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ دونوں موثر نہیں، موثر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور جس اللہ نے اپنی طاعت و فرماں برداری کو دارین کی کامیابی اور آخرت کی بلندیوں کے حصول کا سبب بنایا ہے۔ اُسی رب نے اپنے نیک بندوں سے (کہ جن کو اس نے معظم بنا کر، ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے) توسل کو انسانی ضروریات کی تکمیل کا وسیلہ اور سبب بنایا ہے ۔اس میں شرک یا کفر جیسی کوئی بات نہیں۔

اسلاف سے توسل کا انکار ثابت نہیں:

❁ جو شخص (بھی) بزرگانِ دین کے اوراد و وظائف اور اذکار و ادعیہ کی تلاش و جستجو کرے گا، اُسے توسل کی بے شمار مثالیں مل جائیں گی۔ اِن منکرین و مانعین (وسیلے کا انکار

[۱] مستدرک سفینۃ البحار، للشیخ علی النمازی الشاھرودی، ج: ۹، ص: ۱۷

کرنے والوں) کے آنے تک اسلاف میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ امتِ مسلمہ کے بڑے بڑے علما و مشائخ سے جو توسل واقع ہوا اگر ان واقعات کی چھان بین میں لگ جائیں تو اُن کے بیان سے کئی کتابیں بھر جائیں۔ یہاں جو کچھ بھی ذکر ہوا وہ توفیق کا آئینہ اور قبولیت کا کان رکھنے والوں کے لیے کافی ہے۔

۞ میں نے اس سلسلے میں گفتگو اس لیے دراز کر دی کہ شک کرنے والوں کے لیے یہ مسئلہ مکمل طریقے سے واضح ہو جائے؛ کیوں کہ توسل کا انکار کرنے والے، بہت سے لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انھیں اپنے عقائدِ باطلہ کی جانب مائل کرتے ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل توفیق دے اور لوگ اُن شبہات کو قبول کرنے سے محفوظ رہیں اور اِن نصوص سے واقف ہو کر ان کے شبہات کی طرف توجہ نہ دیں؛ بلکہ ان کے پیدا کردہ شبہات کو اِن نصوص کے ذریعے باطل کر دیں۔

سوادِ اعظم کی پے روی ضروری:

۞ اے مخاطب! تجھ پر جمہورِ امت اور سوادِ اعظم (یعنی مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت، اہلِ سنت وجماعت) کی پے روی لازم وضروری ہے، ورنہ تو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مخالفت کرنے والا اور مومنوں کے راستے سے علیحدہ دوسرے راستے کی پے روی کرنے والا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۞ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۟ ـ[1]

---

[1] سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۱۵

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔ اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةِ۔[1]

ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو؛ کیوں کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو بکریوں کی ٹولی سے دور ہو جاتی ہے۔

---

[1] اسے امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

- السنن، للامام محمد بن یزید بن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، رقم الحدیث: ۴۰۸۵
- السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب الصلاۃ، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، رقم الحدیث: ۵۴۷
- السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الامامۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، رقم الحدیث: ۸۴۷
- المسند، للامام احمد بن حنبل، من مسند القبائل، ومن حدیث أبي الدرداء عویمر، ج: ۴۵، ص: ۵۰۷، رقم الحدیث: ۲۷۵۱۴
- ریاض الصالحین، للامام محی الدین یحیٰی بن شرف النووی الشافعی، کتاب الفضائل، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، رقم الحدیث: ۱۰۷۰

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ .[1]

ترجمہ: جو شخص ایک بالشت بھر (بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی) جماعت سے جدا ہوا تو گویا اس نے اسلام کے پٹے کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دیا۔

علامہ (جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن) ابن جوزی (بغدادی) علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "تلبیسِ ابلیس" میں سوادِ اعظم (کے راستے) کو ترک کرنے اور اس سے جدا ہونے کی وعیدوں پر مشتمل بہت سی حدیثوں کو ذکر کیا ہے۔ ان میں سے چند حدیثیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

---

[1] اسے امام ابوداؤد علیہ الرحمہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

- السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب السنۃ، باب فی قتل الخوارج، رقم الحدیث: ۴۷۶۰
- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، ج: ۳۵، ص: ۴۴۴، رقم الحدیث: ۲۱۵۶۰۔ وص: ۴۴۵، رقم الحدیث: ۲۱۵۶۱۔ وج: ۳۷، ص: ۵۴۳، رقم الحدیث: ۲۲۹۱۰
- السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۸، ص: ۱۵۸
- مسند البزار، للامام ابی بکر احمد بن عمرو العتکی البزار، رقم الحدیث: ۴۰۵۸
- تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، للامام جمال الدین یوسف بن عبد الرحمٰن المزی ج: ۸، ص: ۱۹۰/۱۹۱

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و صحبہ وبارک وسلم نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَيَلْزَمُ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ۔ [۱]

ترجمہ: جو شخص جنت الفردوس کا طلب گار ہو اس پر سواد اعظم کی پیروی کرنا لازم وضروری ہے؛ کیوں کہ شیطان اسی کے ساتھ رہتا ہے جو تنہا ہو اور وہ دو لوگوں سے دور رہتا ہے۔

(۲) حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَالشَّيْطَانُ مَعَ مَنْ يُخَالِفُ الْجَمَاعَةَ۔ [۲]

ترجمہ: اللہ کا دستِ قدرت جماعت پر ہے اور شیطان جماعت کی مخالفت کرنے

---

[۱] المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب، ج:۱، ص:۲۶۸، رقم الحدیث: ۱۱۴

- السنن، للامام محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، رقم الحدیث: ۲۱۶۵
- السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۷، ص:۹۱
- التاریخ الکبیر، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، ج:۱، ص:۱۰۲

[۲] السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب تحریم الدم، باب قتل من فارق الجماعۃ، رقم الحدیث: ۴۰۳۷

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۷، ص:۱۴۵، رقم الحدیث: ۳۶۸
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، ج:۵، ص:۲۲۱

والوں کے ساتھ رہتا ہے۔

(۳) حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

یَدُ اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ فَإِذَا شَذَّ الشَّاذُّ مِنْھُمْ إِخْتَطَفَتْہُ الشَّیَاطِیْنُ کَمَا یَخْتَطِفُ الذِّئْبُ الشَّاۃَ مِنَ الْغَنَمِ۔ [۱]

ترجمہ: اللہ عزوجل کا دستِ قدرت جماعت پر ہے۔ جب ان میں سے کوئی شخص جماعت سے الگ ہوکر تنہارہ جاتا ہے تو شیاطین اسے اچک لیتے ہیں جس طرح تنہارہ جانے والی بکری کو بھیڑیا اچک لیتا ہے۔

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الإِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یأْخُذُ الشَّاۃَ الشَّاذَّۃَ الْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ فَإِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ الْعَامَّۃِ وَالْمَسْجِدِ۔ [۲]

---

[۱] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱،ص:۱۸۶، رقم الحدیث:۴۸۹

کتاب السنۃ، للامام ابی بکر احمد بن عمرو ابن ابی العاصم الجوابرۃ، رقم الحدیث:۸۱

شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، للامام ابی القاسم ہبۃ اللہ بن زید اللالکائی، ج:۱،ص:۹۹، رقم الحدیث:۱۴۴

[۲] المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، مسند معاذ بن جبل، ج:۳۶،ص:۳۵۸، رقم الحدیث:۲۲۰۲۹۔ وج:۳۶،ص:۴۲۱، رقم الحدیث:۲۲۱۰۷

ترجمہ: بے شک شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے۔ جس طرح بکری کا بھیڑیا ہوتا ہے جو دور دراز اکیلے رہنے والی بکری کو اچک لیتا ہے۔ تو تم ٹکڑیوں میں بٹنے سے بچو اور مسلمانوں کی عام جماعت (سوادِ اعظم) کو اور مسجد کو لازم پکڑو۔

(۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مالکِ بحر و بر حضور صاحبِ کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

❁ اِثْنَانِ خَيْرٌ مِنْ وَاحِدٍ وَ ثَلَاثَةٌ خَيْرٌ مِنْ اِثْنَيْنِ وَ اَرْبَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَنْ يَجْمَعَ اُمَّتِيْ اِلَّا عَلٰى هُدًى. [۱]

ترجمہ: دو ایک سے بہتر ہیں اور تین دو سے اور چار تین سے بہتر ہیں۔ پس تم پر لازم ہے کہ بڑی جماعت کا دامن تھامے رہو؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری امت کو صرف ہدایت پر جمع فرمائے گا۔ [۲]

❁ لہذا توسل اور زیارت کا انکار کرنے والے (درحقیقت) مسلمانوں کی بڑی

❁ صفحہ ۲۴۷: المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۲۰، ص:۱۶۴، رقم الحدیث:۳۵۴

❁ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، ج:۵، ص:۲۲۲

[۱] المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث آبی ذر الغفاری، ج:۳۵، ص:۲۱۵، رقم الحدیث:۲۱۲۹۳

❁ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، ج:۵، ص:۲۲۱

[۲] تلبیس ابلیس، للامام جمال الدین ابی الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی، الباب الاول، الامر بلزوم السنۃ والجماعۃ، ص:۱۳/۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

جماعت اور سوادِ اعظم سے جدا ہو چکے ہیں۔ ان نادانوں نے قرآن کی بہت سی آیتوں کو (جو کہ کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی تھیں) لے کر انھیں توسل وزیارت کا اعتقاد رکھنے والے مسلمانوں پر چسپاں کیا اور اِس بدترین فعل اور انتہائی بری خیانت کے ذریعے بہت سے علما، صلحا اور عبادت و ریاضت کرنے والے اولیا کی تکفیر کی اور یہ بکواس کی کہ یہ سب اُن مشرکوں کی طرح ہیں جنھوں نے یہ کہا تھا:

❁ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔[۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: (جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

❁ حالاں کہ آپ جانتے ہیں کہ مشرکوں نے غیر اللہ کی اُلوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد رکھا تھا اور انھوں نے بتوں کو مستحقِ عبادت سمجھا تھا۔ جب کہ کوئی بھی مومن غیر اللہ کے خدا ہونے یا اس کے مستحق عبادت ہونے کا قائل نہیں ہے۔ تو پھر ان انکار کرنے والوں نے توسل وزیارت کرنے والوں کو ان مشرکوں کی طرح کیسے قرار دے دیا؟ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۔

شفاعتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا ثبوت:

❁ توسل وزیارت (سے منہ موڑنے اور ان) کا انکار کرنے والوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ نبیِ کونین، جدُّ الحسن والحسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے

---

[۱] سورۂ زمر، آیت نمبر: ۳

شفاعت طلب کرنا جائز نہیں ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی بارگاہ میں سفارش کرے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

(يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ) وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ) ۔ [۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: (وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے) اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت سے وہ راضی ہو (اور وہ اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہوں گے)۔

یہ نادان (مذکورہ آیات سے) استدلال، اس طور پر کرتے ہیں کہ جب طالب شفاعت (شفاعت طلب کرنے والے) کو معلوم ہی نہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اس کی شفاعت کی اجازت ملے گی یا نہیں، تو پھر وہ ان سے شفاعت کیسے طلب کرسکتا ہے؟ اور جب طالب شفاعت کو پتہ نہیں کہ وہ "مَنِ ارْتَضٰی" میں سے ہے یا نہیں تو وہ شفاعت کی درخواست کیسے کرسکتا ہے؟

---

[۱] سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۲۵۵

[۲] سورۂ انبیاء، آیت نمبر: ۲۸

ان کی یہ دلیل باطل ومردود ہے۔ اس کے بُطلان پر وہ صحیح حدیثیں دلالت کر رہی ہیں جن میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو مومنوں کی شفاعت کرنے کی اِجازت مل چکی ہے۔ اور احادیثِ صحیحہ [۱] سے ثابت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (بروزِ قیامت) ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جو ہر

---

[۱] امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَآءَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدًا اَلْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ. حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جو بندۂ مومن اذان سن کر یہ دعا مانگے: اے اللہ! اِس کامل دعوت اور قائم رہنے والے نماز کے رب! (ہمارے آقا حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) کو مقامِ وسیلہ سے سرفراز فرما، انھیں فضیلت عطا فرما اور انھیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔ تو اس کے لیے بروزِ قیامت میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، باب قولہ عسیٰ آن یبعثک ربک مقاما محمودا، رقم الحدیث: ۴۷۱۹
- السنن، للامام ابی داوٗد سلیمان بن اشعث، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الدعاء عند الاذان، رقم الحدیث: ۵۲۹
- الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابواب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ، ابواب الآذان، باب منہ، رقم الحدیث: ۲۱۱

اذان کے بعد "اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ الخ" والی مشہور دعا پڑھے گا، اور جمعہ کے دن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر درودِ شریف پڑھنے والے اور آپ کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے بھی آپ کی شفاعت سے شادکام ہوں گے۔

اور بہت سی احادیثِ کریمہ اُن اعمال کے بارے میں مروی ہیں جن کے کرنے سے (حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی) شفاعت واجب وثابت ہو جاتی ہے۔ اگر انھیں ذکر کر دیں تو گفتگو کافی دراز ہو جائے گی۔ (حالاں کہ مقصود اقتصار واختصار ہے) اور گناہ گاروں کی شفاعت کے تعلق سے (بھی) احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔ مثلاً رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِیْ لِأَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ۔ [۱]

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

صفحہ ۲۵۱: السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الاذان، الدعاء عند الاذان، رقم الحدیث: ۶۸۰

السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب الاذاب والسنۃ فیھا، باب مایقال اذا اذن المؤذن، رقم الحدیث: ۷۲۲

المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ج: ۲۳ ص: ۱۲۰، رقم الحدیث: ۱۴۸۱۷

[۱] اسے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ابن ماجہ وامام ترمذی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔.......

۞ اور بہت سے محدثین کرام نے باری تعالیٰ کے قول "وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی" کی تفسیر میں فرمایا:

۞ جن کا خاتمہ ایمان پر ہوگا وہ "من ارتضیٰ" میں داخل ہیں؛ لہٰذا انھیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔[۱]

۞ ان تمام دلیلوں سے ثابت ہوا کہ عقیدۂ شفاعت ثابت و برحق ہے، حضور انور، شافعِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ہر مومن کی شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تو گویا شفاعت طلب کرنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، حضور ماہتابِ رسالت

○ صفحہ ۲۵۲: السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث، اول کتاب السنۃ، باب فی الشفاعۃ، رقم الحدیث: ۴۷۳۹

○ السنن، للامام محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ، باب منہ، رقم الحدیث: ۲۴۳۵/۲۴۳۶

○ السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم الحدیث: ۴۳۱۰

○ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج: ۲۰، ص: ۴۳۹، رقم الحدیث: ۱۳۲۲۲

[۱] ائمۂ تفاسیر کی درج ذیل کتب میں مذکورہ آیتِ مجیدہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

○ مفاتیح الغیب المشتھر بالتفسیر الکبیر، للامام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین الرازی

○ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، للامام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

○ معالم التنزیل المشتھر بتفسیر البغوی، للامام محی السنۃ ابی محمد الحسین بن مسعود البغوی

○ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، للامام عبد الحق بن غالب ابن عطیۃ الاندلسی

○ جامع البیان فی تفسیر آی القرآن المشتھر بتفسیر الطبری، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا وسیلہ پیش کر (کے یہ دعا کر) رہا ہے کہ تادم حیات اس کا ایمان محفوظ رہے؛ تا کہ وہ شفاعت کا اہل ہو کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفاعت میں داخل ہو جائے۔ یہ ساری باتیں بالکل ظاہر ہیں۔ ان میں کچھ بھی پوشیدگی نہیں ۔ہاں جو بصیرت سے محروم ہے اس کے نزدیک یہ ساری باتیں پردۂ خفا میں ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وہابیوں کا مکروفریب:

۞ توسل وزیارت کے ان منکروں کا ایک عقیدۂ باطلہ یہ بھی ہے کہ

"جو وفات پا چکا اُسے اور جمادات (جن میں حیات نہ ہو) کو صیغۂ ندا (مثلاً "یا") کے ساتھ پکارنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بھی کفر وشرک اور غیر اللہ کی عبادت میں داخل ہے"

۞ ان کا یہ عقیدہ (اور ان کی یہ سوچ) بھی باطل ومردود ہے۔ اس عدمِ جواز کی ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ بس کچھ شکوک وشبہات ہیں جن سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں، مثلاً یہ کہتے ہیں کہ صیغۂ ندا کے ذریعہ پکارنا دعا ہے، اور ہر دعا عبادت ہے؛ بلکہ دعا عبادت کی اصل ہے۔ ان نادانوں نے مشرکوں کے حق میں نازل ہونے والی بہت سی آیتوں کو اُن توحید پرستوں پر منطبق کیا ہے جن سے ندائے مذکور کا صدور ہوتا ہے۔ یہ تلبیس فی الدین (دین کے نام پر دھوکہ دینا) ہے، جس کے ذریعے انھوں نے بہت سے مسلمانوں کو گم راہ (بلکہ مشرک بھی) قرار دیا ہے۔

۞ ان (نادانوں) کے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ ندا کو کبھی دعا سے موسوم کیا جاتا ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول:

۞ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

۞ میں ندا کو دعا سے تعبیر کیا گیا ہے؛ لیکن اس دعا کو عبادت نہیں کہتے؛ کیوں کہ ہر دعا عبادت نہیں ہے۔ اگر ہر ندا دعا ہو اور ہر دعا عبادت، تو اس میں زندوں اور مُردوں کو ندا کرنا بھی داخل ہوگا، تو علی الاطلاق (بغیر کسی قید کے) ہر ندا ممنوع (منع) ہوگی۔ خواہ زندہ کے لیے ہو خواہ وفات یافتہ (وفات پا چکے انسان) کے لیے۔ حیوانات کے لیے ہو یا جمادات کے لیے، حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ صرف وہی ندا عبادت ہے جس میں ندا کرنے والا یہ اعتقاد رکھے کہ جس کو وہ ندا دے رہا ہے وہ خدا اور مستحق عبادت ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ وہ اس کی جانب رغبت کرے اور اس کے حضور عاجزی کا اظہار کرے۔

۞ تو جو چیز شرک میں داخل کرنے والی ہے وہ غیر اللہ کے معبود ہونے اور اس کے موثر ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے۔ [۲] اور مسلمان جس کو معبود یا موثرِ (حقیقی) نہ سمجھتے ہوں اگر

---

[۱] سورۂ نور، آیت نمبر: ۶۳

[۲] لفظِ شرک "شرکت" سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے "اللہ عز وجل کی ذات یا اس کی صفات میں کسی کو شریک ماننا"۔ حضرت علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:..............

.... اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْكِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ بِمَعْنٰی وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنَی اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ کَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ ۔ (شرح العقائد النسفیۃ، للامام سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی، ص:۶۱)

ترجمہ: مجوس کی طرح کسی کو واجب الوجود سمجھ کر الوہیت/الہ ہونے میں شریک کرنا یا بتوں کی پوجا کرنے والوں کی طرح کسی کو مستحق عبادت سمجھنا اشراک باللہ (اللہ عزوجل کے ساتھ شریک کرنا) کہلاتا ہے۔

صاحب لسان العرب علامہ محمد بن مکرم بن علی ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

وَ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ اَیْ جَعَلَ لَهٗ شَرِیْكًا فِیْ مُلْكِهٖ . تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ ۔ وَالشِّرْكُ اَنْ یَّجْعَلَ لِلّٰهِ شَرِیْكًا فِیْ رُبُوْبِیَّتِهٖ. تَعَالَی اللّٰهُ عَنِ الشُّرَكَاءِ وَالْاَنْدَادِ ۔ لِاَنَّ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا نَدِیْدَ۔

صفحہ ۱۹۰: (لسان المیزان، للامام ابن منظور الافریقی، ج:۱۰، ص:۴۴۹)

ترجمہ: جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس نے کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے ملک اور سلطنت میں شریک بنا دیا، جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔ اور شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات شریکوں اور ہمسروں سے پاک ہے؛ کیوں کہ وہ واحد ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کی کوئی نظیر اور نہ اس کے کوئی مثل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَالشِّرْكُ اَنْ یُّثْبِتَ بِغَیْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی شَیْئًا مِّنْ صِفَاتِهِ الْمُخْتَصَّةِ بِهٖ ۔
(الفوز الکبیر، للامام الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، ص:۲۷)

اسے ندا کریں تو یہ عبادت میں داخل نہیں ہے۔ چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔ جماد ہو یا کچھ اور ۔اور بہت سی حدیثوں میں اموات (مردوں) اور جمادات (بے جان چیزوں) کو ندا دینا واقع ہے۔

تو ان احمقوں کا یہ کہنا کہ ہر ندا دعا ہے **اور ہر دعا عبادت ہے** اپنے اطلاق اور عموم پر صحیح نہیں ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو زندہ اور مردہ دونوں کو ندا دینا ممنوع ہوتا؛ کیوں کہ دونوں مؤثر نہ ہونے میں برابر ہیں۔ اور کوئی بھی مسلمان غیر اللہ کے خدا ہونے یا اس کے مؤثر (حقیقی) ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

صفحہ ۲۵۶:

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لیے ثابت کرے۔

مذکورہ تعریفات سے واضح ہوا کہ شرک کا مدار محض اشتراک نہیں؛ بلکہ مدارِ شرک تین باتوں پر ہے۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود سمجھا جائے۔

(۲) اس کے مستحقِ عبادت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی خاص صفت مثلاً علم بالذات اور قدرت بالذات وغیرہ کسی غیر کے لیے ثابت مانی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی و ولی کو پکارنے والا سنی مسلمان نہ اسے واجب الوجود سمجھتا ہے، نہ اسے مستحقِ عبادت جانتا ہے اور نہ اس کے لیے اللہ عزوجل کی کوئی صفتِ خاص ثابت کرتا ہے، تو پھر اس کا پکارنا شرک کیوں کر ہوگا۔

وہابیوں کی توضیح اور اُس کا رد:

❁ اگر انکار کرنے اور منع کرنے والے یہ کہیں کہ:

"زندہ انسان کو ندا دینا اور اس سے کچھ طلب کرنا اس لیے جائز ہے کہ وہ اس مطلوبہ شے پر قادر ہے اور رہے وہ لوگ جو وفات پا چکے ہیں یا جمادات کے قبیل سے ہیں تو یہ کسی شے پر قادر نہیں ہیں۔ محض عاجز، محتاج اور کمزور ہیں"

❁ تو ہم ان سے کہیں گے کہ تمھارا یہ کہنا کہ زندہ بعض چیزوں پر قادر ہیں اس اعتقاد کو مستلزم ہے کہ بندہ اپنے افعالِ اختیاریہ (یعنی جن کاموں کو وہ اپنے اختیار اور مرضی سے کرتا ہے، اُن) کا خالق ہے، حالاں کہ یہ اعتقاد باطل و مردود ہے؛ کیوں کہ ہم اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ اور اس کے جملہ افعال کا خالق صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ بندہ صرف کاسب (یعنی پختہ ارادہ کر کے اس کا سبب اختیار کرنے والا) ہے۔ اللہ ربُّ العزت کا ارشادِ گرامی ہے:

❁ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: حالاں کہ تم کو اور تمھارے کاموں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اور اُس نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

❁ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ [۲]

---

[۱] سورۂ صافات، آیت نمبر: ۹۶

[۲] سورۂ زمر، آیت نمبر: ۶۲

ترجمۂ تبیان القرآن: اللہ ہر چیز کا خالق ہے (اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے)۔

تو خالق اور مؤثر نہ ہونے میں حی (زندہ)، میت (مردہ) اور جماد (مثلاً پتھر) سب برابر ہیں۔ مؤثر اور خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ غیر اللہ کی تاثیرِ حقیقی، اس کی الوہیت اور اس کے مستحقِ عبادت ہونے کا اعتقاد ہی توحید کے منافی ہے۔ اِن اعتقادات کے بغیر کسی کو محض صیغۂ ندا کے ساتھ پکارنا ایمان کے لیے کچھ بھی نقصان دِہ نہیں ہے۔

وفات یافتگان کو پکارنے کا جواز:

۞ اور جن حدیثوں میں وفات یافتگان اور جمادات کو اُلوہیت و تاثیر (حقیقی) کے اعتقاد کے بغیر پکارنا وارد ہوا ہے وہ بہت زیادہ ہیں۔ انھی میں سے ایک، نابینا والی حدیثِ پاک ہے جو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے؛ کیوں کہ اس میں ہے:

۞ "یَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ ... الخ" اور ماقبل میں یہ بھی گزرا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وفات پا جانے کے بعد بھی اُنھیں صیغۂ ندا کے ساتھ پکارتے تھے۔ اور حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث بھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔ جس میں تھا "إِنَّهُ جَاءَ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ" ان روایتوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو، وفاتِ اقدس کے بعد ندا دی گئی ہے اور اُنھیں مخاطب کر کے امت کے لیے بارش کی درخواست کی گئی ہے۔

۞ زیارتِ قبور سے متعلق احادیثِ کریمہ بھی اسی قبیل سے ہیں؛ کیوں کہ ان میں سے

اکثر میں صیغۂ ندا اور خطاب کا ذکر ہے، مثلاً:

۞ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ. أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. [۱]

---

[۱] اسے امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، امام نسائی نے حضرت سیدہ عائشہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے، امام ابوداؤد اور امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور امام ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

۞ الصحیح للامام مسلم بن حجاج، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، رقم الحدیث: ۲۴۹۔ وکتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، رقم الحدیث: ۲۳۰۲

۞ السنن، للامام سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب الطھارۃ، باب حلیۃ الوضوء، رقم الحدیث: ۱۵۰۔ وکتاب الجنائز، باب مایقول اذا زار القبور او مر بھا، رقم الحدیث: ۳۲۳۷۔ وکتاب الجنائز، الامر بالاستغفار للمؤمنین، رقم الحدیث: ۲۰۳۷

۞ السنن، للامام محمد بن زید ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیما یقال اذا دخل المقابر، رقم الحدیث: ۱۵۴۷

۞ الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابواب الجنائز عن رسول اللہ ﷺ، باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، رقم الحدیث: ۱۰۵۳

۞ الموطا، للامام مالک بن انس، ج: ۱، ص: ۶۵، کتاب الصلاۃ، جامع الوضوء، رقم الحدیث: ۶۴

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند أبی ہریرۃ، ج: ۱۴، ص: ۳۶۳، رقم الحدیث: ۸۸۷۸۔ و ج: ۱۵، ص: ۱۶۷، رقم الحدیث: ۹۲۹۲۔ و مسند الصدیقۃ عائشۃ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج: ۴۲، ص: ۲۹۷، رقم الحدیث: ۲۵۴۷۱

ترجمہ: اے قبر والے مومنو! اے مومنوں کی بستی والو! تم پر سلامتی ہو! ان شاء اللہ ہم بھی تمھارے پاس آنے والے ہیں۔

ان میں قبر والوں کو ندا بھی دی گئی ہے اور اُن سے خطاب بھی کیا گیا ہے۔ اس طرح کی حدیثیں بے شمار ہیں۔ انھیں ذکر کر کے گفتگو کو دراز کرنے کی حاجت نہیں۔

ندائے یارسول اللہ کا جواز:

مذاہب اربعہ (چاروں مذاہب یعنی مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے ائمۂ سلف وخلف نے زیارت کرنے والے کے لیے مستحب قرار دیا ہے کہ (حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی) قبر انور کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہے:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذَنْبِيْ مُسْتَشْفِعًا بِكَ إِلٰى رَبِّيْ۔[1]

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہوئے آیا ہوں۔

اور اُس تشہد میں بھی ندا کی صورت موجود ہے جسے مسلمان نماز میں پڑھتے ہیں؛ کیوں کہ ہر مسلمان نماز میں درمیانِ تشہد کہتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، للامام السید علی بن عبد اللہ السمہودی، ج:۱، ص:۴۴۹
الصارم المنکی، للامام شمس الدین محمد بن احمد عبد الہادی الحنبلی، ص:۲۵۲
فتح القریب المجیب علی الترغیب والترہیب، للعلامہ حسن بن علی الفیومی، ج:۴، ص:۴۷۲

ترجمہ: اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ [۲]

---

[۲] علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نمازی ''تشہد'' میں جب ''السلام علیك ایھا النبی''... پر پہنچے تو واقعۂ معراج کی حکایت کا قصد نہ کرے؛ بلکہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ذاتِ مقدسہ کی جانب لو لگا کر ''سلام'' کا نذرانۂ عقیدت پیش کرے۔ چناں چہ امام الاصفیاء حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء علوم الدین'' میں فرماتے ہیں:

وَ أَحْضِرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَ قُلْ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَلْيَصْدُقْ أَمَلُكَ فِيْ أَنَّهُ يَبْلُغُهُ وَ يَرُدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ أَوْفَى مِنْهُ ثُمَّ تُسَلِّمُ عَلَى نَفْسِكَ وَ عَلَى جَمِيْعِ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ ثُمَّ تَأَمَّلُ أَنْ يَرُدَّ اللهُ سُبْحَانَهُ عَلَيْكَ سَلَامًا وَافِيًا بِعَدَدِ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ. (احیاء علوم الدین، للامام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی، ج:۱،ص:۱۶۹)

ترجمہ: اپنے قلب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا تصور جماؤ اور صدقِ دل سے کہو! یا نبی اللہ! آپ پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کے برکتیں! اور اس وقت تمھیں اس بات کی سچی امید ہونی چاہیے کہ تمھارا سلام حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ عالی تک پہنچے گا اور آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اس کا بہتر جواب ارشاد فرمائیں گے۔ پھر تم خود پر اور اللہ عزوجل کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجو! پھر یہ بھی امید رکھو کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تعداد کے برابر تم پر خوب خوب سلامتی نازل فرمائے گا۔

اور حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث صحیح مروی ہے کہ انھوں نے قحط سالی میں (کہ جسے عامُ الرمادۃ کہا جاتا ہے) ایک بکری ذبح کی تو اسے بے مغز وگوشت پایا۔ وہ اسی وقت "وَا مُحَمَّدَاہ وَا مُحَمَّدَاہ" کی صدا لگانے لگے۔[۱]

یہ روایت بھی درجۂ صحت تک پہنچی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے صحابہ نے جب مسیلمہ کذّاب سے جہاد فرمایا تو "وا محمداہ وا محمداہ" کہنا ان کا شعار (علامتی نشان) بن گیا تھا۔[۲]

حضرت قاضی (ابوالفضل) عیاض (بن موسیٰ بن عیاض مالکی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الشفاء" میں ہے:

إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَدِرَتْ رِجْلُهُ مَرَّةً فَقِيْلَ لَهُ اُذْكُرْ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ وَا مُحَمَّدَاهُ فَانْطَلَقَتْ رِجْلُهُ۔[۳]

---

[۱] شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، للامام یوسف بن اسماعیل النبھانی، ص: ۱۷۲

[۲] البدایۃ والنھایۃ، للامام ابی الفداء عمادی الدین اسماعیل بن عمرو بن کثیر، ج: ۶، ص: ۳۳۳

[۳] الشفاء، للامام القاضی ابی الفضل عیاض بن موسیٰ، فصل فیما روی عن السلف والائمۃ من محبتہم للنبی وشوقھم لہ، ص: ۴۹۸

- الأدب المفرد، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، باب ما یقول الرجل إذا خدرت رجلہ، ص: ۲۰۷، رقم الحدیث: ۹۹۳
- الطبقات الکبری، للامام محمد ابن سعد الھاشمی البصری المعروف بابن السعد، ج: ۴، ص: ۱۵۴
- الاذکار، للامام محی الدین یحیٰی بن شرف النووی، ج: ۱، ص: ۳۰۵
- عمل الیوم واللیلۃ، للامام احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی، ص: ۱۱۴

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سُن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا کہ انھیں یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ انھوں نے فوراً کہا: وا محمداہ۔ یہ کہنا تھا کہ ان کا پیر فوراً صحیح ہو گیا۔ سبحان اللہ۔

جمادات سے مخاطِب ہونے کا جواز:

❁ جمادات سے مخاطِب ہونا اور انھیں ندا کرنا بھی کثیر احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے، ایک حدیثِ پاک ہے:

❁ إِنَّهُ ﷺ كَانَ إِذَا نَزَلَ أَرْضًا قَالَ يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ۔ [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب کسی زمین میں نزولِ اجلال فرماتے تو اس سے کہتے: اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

❁ اس حدیثِ پاک میں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے زمین (جو کہ جمادات میں سے ہے) سے خطاب کیا اور اسے ندا دی۔ لہٰذا اس میں شرک وکفر جیسی کوئی بات نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں نہ ہی غیر اللہ کے خدا ہونے کا اعتقاد ہے اور نہ ہی اس کے مستحقِ عبادت ہونے یا مؤثرِ (حقیقی) ہونے کا یقین۔

❁ فقہائے کرام نے آدابِ سفر میں لکھا ہے کہ مسافر کی سواری جب ایسی سرزمین میں بھٹک جائے جہاں کوئی اس کا مونس وغم خوار نہ ہو تو اسے:

❁ يَا عِبَادَ اللهِ! اِحْبِسُوْا۔

ترجمہ: اے اللہ کے بندو! میری حفاظت کرو!

کہنا چاہیے۔ یا اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے یا کسی سے مدد طلب کرنا چاہے تو اسے:

یَا عِبَادَ اللّٰہِ! أَعِیْنُوْنِیْ وَ أَغِیْثُوْنِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اور میری فریاد کو پہنچو! کہنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔[۱]

جوازِ ندا پر مزید دلائل:

جوازِ ندا پر فقہائے کرام نے اُس حدیثِ پاک سے بھی استدلال کیا ہے جسے علامہ (احمد بن محمد بن اسحق) ابن سنی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِکُمْ بِأَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ! یَا عِبَادَ اللّٰہِ! اِحْبِسُوْا فَإِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یُجِیْبُوْنَہٗ۔[۲]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا جانور کسی بیابان زمین میں گم ہو جائے تو اسے یوں ندا کرنا چاہیے! اے اللہ کے بندو! حفاظت کرو! کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے اس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔

---

[۱] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۰، ص:۲۱۷۔ وج:۱۷، ص:۱۱۷

المسند، للامام محمد بن حسین بن محمد ابی یعلی البغدادی الحنبلی، ج:۹، ص:۱۷۷

[۲] عمل الیوم واللیلۃ، للامام احمد بن محمد بن اسحق ابن السنی، باب مایقال اذا انفلت الدابۃ، ص:۳۰۳

❁ اس حدیثِ پاک میں اللہ عزوجل کے بندوں کو پکارنے اور ان سے نفع اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اللہ عزوجل کے ان بندوں کو کہ جنھیں ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، حصولِ منفعت کا سبب بنانے کا حکم دیا ہے۔

❁ حضرت امام (ابو القاسم سلیمان بن احمد) طبرانی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

❁ إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئاً أَوْ أَرَادَ عَوْناً وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا أَنِيسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ! أَعِينُونِي. وَفِي رِوَايَةٍ أَغِيثُونِي! فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً لَا تَرَوْنَهُمْ۔ [۱]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی شخص کا کوئی سامان گم ہوجائے یا وہ کسی سے مدد طلب کرنا چاہے اور وہ ایسی زمین میں ہو جہاں کوئی اس کا مونس وغم خوار نہ ہو تو اسے یہ کہنا چاہئے۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ میری فریاد کو پہنچو! کیوں کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جو تمھیں نظر نہیں آتے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ نے "ایضاح المناسك" کے حاشیہ میں فرمایا:

❁ یہ دعا نہایت مجرّب ہے، جیسا کہ اس حدیث کے راوی کا بیان ہے۔ [۲]

امام (سلیمان بن اشعث) ابوداؤد علیہ الرحمہ اور ان کے علاوہ دیگر ائمۂ حدیث

---

[۱] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۱۷، ص: ۱۱۷، مکتبۃ ابن تیمیہ

✿ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام ابی الحسن نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، ج: ۱۰، ص: ۹۳، مکتبۃ القدسی

✿ مسند البزار، للامام ابی بکر احمد بن عمرو البزار، ج: ۱۱، ص: ۱۸۱، مکتبۃ العلوم والحکم

[۲] المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، للامام احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ج: ۱۴، ص: ۴۰۵

نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب سفر میں ہوتے اور رات آجاتی تو یہ دعا پڑھتے:

۞ يَا أَرْضُ! رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللهُ. أَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَ شَرِّ مَا فِيْكِ وَ شَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَ شَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ. أَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَ أَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَ وَالِدٍ وَ مَا وَلَدَ. [۱]

اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ میں تیرے شر سے، تیرے اندر پیدا کیے گئے شر سے اور تیرے اوپر چلنے والوں کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں شیر، ہر سیاہ شے، سانپ اور بچھو سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں شہر میں رہنے والے اور ہر والد وولد کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔

۞ فقہائے کرام نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کے لیے رات کے وقت اِس دعا کو پڑھنا مسنون (سنت) ہے۔ اس حدیث پاک میں جماد کے لیے ندا وخطاب کا استعمال کیا گیا ہے۔ (ثابت ہوا کہ جمادات کو ندا دینا جائز ہے)۔

۞ امام (محمد بن عیسیٰ) ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام (عبد اللہ بن عبد الرحمٰن) دارمی علیہ الرحمہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب ہلال کو دیکھتے تو کہتے:

---

[۱] السنن، للامام ابی داود سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب الجهاد، باب مایقول الرجل اذا نزل المنزل، رقم الحدیث: ۲۶۰۳

رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ.[۱]

ترجمہ: میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی آقائے کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جماد کو ندادی ہے اور اس سے خطاب کیا ہے۔

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال:

حدیثِ صحیح میں آیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو دوڑے آئے اور حجرۂ اقدس میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے پاس تشریف لے گئے۔ چہرۂ اطہر سے نقاب اٹھایا، جھکے، پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ کہتے ہوئے رونے لگے:

بِأَبِيْ وَ أُمِّيْ! طِبْتَ حَيًّا وَ مَيِّتًا. أُذْكُرْنَا يَامُحَمَّدُ عِنْدَ رَبِّكَ وَلْنَكُمْ مِنْ بَالِكَ.[۲]

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ: فَقَبَّلَ جَبْهَتَهٗ ثُمَّ قَالَ: وَانَبِيَّاهُ! ثُمَّ قَبَّلَ ثَانِيًا وَ

---

[۱] السنن، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول عند رویۃ الھلال، رقم الحدیث: ۳۷۸۴

السنن، للامام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی السمرقندی، کتاب الصوم، باب مایقال عند رویۃ الھلال، رقم الحدیث: ۱۷۴۱

[۲] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المشتھر بالسیرۃ الحلبیۃ، للامام علی بن برہان الدین الحلبی، ج: ۳، ص: ۴۷۴، دار المعرفۃ، بیروت

قَالَ: وَاصَفِيَّاهُ! ثُمَّ قَبَّلَ ثَالِثًا وَقَالَ: وَاخَلِيلَاهُ! ۔[1]

ترجمہ: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ زندگی میں بھی پاکیزہ رہے اور بعدِ وصال بھی پاکیزہ رہیں گے۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم) اپنے رب کے پاس ہمیں نہ بھولنا اور ہمارا شمار آپ کی آل میں ہونا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس طرح ہے: آنے کے بعد انھوں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا: ہائے! اللہ کے نبی وصال فرما گئے۔ پھر دوسری مرتبہ بوسہ دیا اور کہا: ہائے! اللہ کے صفی وصال فرما گئے۔ تیسری مرتبہ بوسہ دیا اور کہا: ہائے! اللہ کے خلیل وصال فرما گئے۔

۞ اِس روایت میں بھی بعدِ وصال حضورِ اجمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو ندا دی گئی ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم کے اندازِ تخاطب سے استدلال:

۞ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہنے سے جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے وصال فرما جانے کا یقین ہوگیا تو وہ بھی یہ کہتے ہوئے رونے لگے:

۞ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! كَانَ لَكَ جِزْعٌ تَخْطُبُ النَّاسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَثُرُوا وَ اتَّخَذْتَ مِنْبَرًا لِتُسْمِعَهُمْ فَحَنَّ الْجِزْعُ لِفِرَاقِكَ حَتّٰى جَعَلْتَ يَدَكَ عَلَيْهِ لَسَكَنَ فَأُمَّتُكَ أَوْلٰى بِالْحَنِينِ عَلَيْكَ حِينَ فَارَقْتَهُمْ ۔ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ!

---

[1] المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند النساء، مسند الصدیقۃ عائشۃ بنت الصدیق رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۲۴۰۲۵

!لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَ رَبِّكَ أَنْ جَعَلَ طَاعَتَكَ طَاعَتَهُ فَقَالَ :مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔ [۱]

۞ بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ !لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ أَنْ بَعَثَكَ آخِرَ الأَنْبِيَاءِ وَ ذَكَرَكَ فِيْ أَوَّلِهِمْ فَقَالَ :وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى۔ [۲]

۞ بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ !لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ أَنَّ أَهْلَ النَّارِ يَوَدُّوْنَ أَنْ يَّكُوْنُوْا أَطَاعُوْكَ وَ هُمْ بَيْنَ أَطْبَاقِهَا يُعَذَّبُوْنَ يَقُوْلُوْنَ :يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُوْلَ [۳] -بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ !لَقَدِ اتَّبَعَكَ فِيْ قِصَرِ عُمْرِكَ مَا لَمْ يَتَّبِعْ نُوْحًا فِيْ كِبَرِ سِنِّهٖ وَ طُوْلِ عُمْرِهٖ۔

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کھجور کا ایک تنا تھا، جس پر کھڑے ہو کر آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے اور آپ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لیے منبر بنوا لیا تو آپ کی جدائی کے باعث وہ تنا رونے لگا ۔یہاں تک کہ جب آپ نے اس پر اپنا دستِ شفقت رکھا تو اسے قرار نصیب ہوا۔ یارسول اللہ! اب جب کہ آپ نے اپنی امت کو داغِ فراق دے دیا ہے تو آپ کی امت آپ پر آنسو بہانے کی زیادہ حق دار ہے۔

---

[۱] سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۰

[۲] سورۂ احزاب، آیت نمبر:۷

[۳] سورۂ احزاب، آیت نمبر:۶۶

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! خداے تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی فضیلت اس قدر بلند ہے کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چناں چہ قرآن مقدس میں فرمایا ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کرلی“۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! خداے تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شان یہ ہے کہ اس نے آپ کو سب سے آخر میں مبعوث فرمایا اور آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ چناں چہ فرمایا: ”اور یاد کرو جب ہم نے انبیاے کرام سے پختہ عہدلیا اور آپ سے، نوح سے، ابراہیم سے اور موسیٰ وعیسیٰ سے بھی پختہ عہدلیا“۔

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا! خداے تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شان اس قدر بلند ہے کہ دوزخی یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ آپ کی پے روی کرتے، جب کہ دوزخ کے طبقات میں انھیں عذاب دیا جارہا ہوگا، وہ یہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی پے روی کرلی ہوتی۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا! مختصر سی عمر میں آپ کی پے روی اتنے لوگوں نے کی جتنے لوگوں نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کی، اُن کی لمبی اور پوری عمر میں بھی نہیں کی۔

آپ ان الفاظ میں غور کریں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ اقدس سے نکلے۔ (اس روایت میں) آپ نے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وصال فرمانے کے بعد متعدد بار ندا دی ہے۔

اسے بہت سے ائمۂ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اسے امام قاضی (ابوالفضل عیاض (بن موسیٰ بن عیاض) علیہ الرحمہ نے ”الشفا“ میں، علامہ (شہاب الدین ابو

العباس احمد بن محمد) قسطلانی علیہ الرحمہ نے "المواھب اللدنیة" میں، امام (محمد بن محمد) غزالی علیہ الرحمہ نے "إحیاء العلوم" میں اور امام (ابو عبد اللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی) ابن الحاج علیہ الرحمہ نے "المدخل" میں روایت کیا ہے۔[۱]

❁ اس سے اور اس طرح کی دیگر روایتوں سے ان لوگوں کا رد ہو گیا جو (غیر اللہ کی ندا کے جواز کا علی الاطلاق (مکمل طور پر) انکار کرتے ہیں اور (بکواس کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہر ندا دعا ہے اور ہر دعا عبادت ہے۔[۲]

حضرت خاتونِ جنت اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ندا:

❁ حضرت امام (محمد بن اسماعیل) بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفات ہو گئی تو آپ کی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانِ اقدس سے (شدتِ رنج وغم کے باعث) یہ الفاظ نکلے:

---

[۱] المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة، للامام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد القسطلانی، ج: ۱۲، ص: ۱۵۴/ ۱۵۵، دار الکتب العلمیة

- شرح الشفاء، للامام علی بن سلطان القاری، ج: ۱، ص: ۱۱۶
- إحیاء علوم الدین، للامام محمد بن محمد الغزالی، ج: ۱، ص: ۳۱۰
- المدخل، للامام ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن الحاج، ج: ۳، ص: ۲۲۱
- الترغیب والترھیب، للامام ابی محمد عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، ج: ۲، ص: ۵۱۷

[۲] جب غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں تو غیر اللہ کو ندا دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۞ یَا اَبَتَاہُ! اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ! جَنَّۃُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاہُ۔ یَا اَبَتَاہُ! اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہُ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ نَعَاہُ۔ [۱]

ترجمہ: ابا حضور! آپ نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہہ دیا۔ ابو جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے۔ والدِ محترم! میں جبریل امین کو آپ کی وفات کی خبر دے رہی ہوں۔ نعی کا معنی ''موت کی خبر دینا'' ہے۔ اس حدیثِ پاک میں بھی آپ کو بعدِ وصال ندا دی گئی ہے۔

۞ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پھوپھی حضرت سیدتنا صفیہ (بنت عبد المطلب) رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے وصال کے غم میں (ایک مرثیہ کہا ہے، اس کے) بہت سے اشعار ہیں۔ ان کے ایک طویل قصیدے کا پہلا شعر یہ ہے۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْتَ رَجَاؤُنَا وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا

ترجمہ: یا رسول اللہ! آپ ہی ہماری امید گاہ ہیں۔ آپ ہم پر شفیق ومہربان تھے، سخت گیر نہ تھے۔ [۲]

۞ اس شعر میں بھی وصال کے بعد آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو صیغۂ ندا کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ اور کسی بھی صحابی نے انکار نہیں کیا؛ حالاں کہ وہ حضرات

---

[۱] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، رقم الحدیث: ۴۴۶۲

[۲] المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج: ۲۴، ص: ۳۲۰

وہاں موجود تھے اور سن (بھی) رہے تھے۔[۱]

تلقینِ میت سے جوازِ ندا پر استدلال:

میت کو دفن کرنے کے بعد، اُسے تلقین کرنے کا حکم بھی اُسے ندا دینے کے جواز پر دلالت کر رہا ہے۔[۲]

---

[۱] اگر وصال کے بعد حضور علیہ السلام کو پکارنا اور انھیں "یا رسول اللہ" کہنا جائز نہ ہوتا تو وہ نفوسِ قدسیہ ضرور منع فرما دیتے، ان کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ اُن کے روبرو خلافِ شرع کام ہو اور وہ منع نہ کریں۔

[۲] تلقین کا لغوی معنی ہے "سمجھانا، سکھانا، تعلیم دینا" اور اصطلاحی معنی ہے "مرنے والے یا فوت شدہ مسلمان کو تلقین کرنا"، تلقینِ میت سے مراد ہے کہ:

مسلمان کو مرنے سے قبل حالتِ نزع میں کلمۂ طیبہ/کلمۂ شہادت کی تلقین کرنا، یا اس کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کلمۂ طیبہ/کلمۂ شہادت اور قبر میں پوچھے جانے والے سوالات کی تلقین کرنا۔

دونوں طرح کی تلقینیں جائز و مستحسن ہیں، دونوں کے بارے میں واضح احادیثِ مبارکہ اور صریح آثارِ صحابہ و تابعین مروی ہیں۔ اور یہ ان امور میں سے ہے جو شرعاً ثابت شدہ اور باعثِ فضیلت ہیں۔

ذیل میں دونوں حالتوں میں تلقین کرنے کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

حالتِ نزع میں تلقین کرنے کا ثبوت :

حضرت امام مسلم، حضرت امام ترمذی، حضرت امام ابو داؤد اور حضرت امام نسائی.........

.... رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: اپنے مرنے والوں کو لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔

- الجامع للامام الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی تلقین المریض عن الموت والدعاء لہ عندہ، رقم الحدیث: ۹۷۶۔
- الصحیح للامام مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا الٰہ الا اللہ، رقم الحدیث: ۹۱۶
- السنن للامام النسائی، کتاب الجنائز، باب تلقین المیت، رقم الحدیث: ۱۸۲۶
- السنن للامام ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، رقم الحدیث: ۳۱۱۷
- السنن للامام ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی تلقین المیت لا الٰہ الا اللہ، رقم الحدیث: ۱۴۴۴

مذکورہ روایت حالتِ نزع میں، کلمۂ طیبہ تلقین کرنے کے حوالے سے ہے۔ لیکن اگر اس روایت کے الفاظ کو حقیقی معنٰی پر محمول کر لیا جائے تو اس سے تدفین کے بعد تلقین کرنا بھی ثابت ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ محدثینِ کرام وائمۂ عظام علیہم الرحمہ نے اسے حالتِ نزع میں تلقین پر محمول کیا ہے، اس لیے ناچیز نے بھی اسی حالت پر محمول کیا ہے۔

تدفین کے بعد تلقین کا ثبوت:

حضرت امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے، وہ اپنے والد حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ....

.... لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ،

اَلْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

ترجمہ: اپنے مردوں کو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کی تلقین کیا کرو۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

یارسول اللہ! کَیْفَ لِلْأَحْیَاءِ؟

ترجمہ: اے زندہ لوگوں کے واسطے پڑھنا کیسا ہے؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَجْوَدُ وَأَجْوَدُ.

ترجمہ: زندوں کے لیے پڑھنا تو بہت ہی اچھا ہے، بہت ہی اچھا ہے۔

✪ السنن للامام ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی تلقین المیت لا الٰہ الا اللہ، رقم الحدیث ۱۴۴۶:

اِس روایت کے الفاظ "کَیْفَ لِلْأَحْیَاءِ" سے ثابت ہو رہا ہے کہ "لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ" سے مراد فوت شدہ مومنین ہیں۔ یعنی اس حدیثِ پاک میں وصال کے بعد تلقین کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر روایت کو اِس معنیٰ پر محمول نہ کیا جائے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کی توجیہ نہ ہو سکے گی۔

تلقین کا طریقہ:

بعدِ تدفین تلقین کا طریقہ بھی حدیثِ پاک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں: ....

.... حضرت امام علاؤ الدین متقی بن حسام الدین ہندی علیہ الرحمہ کنز العمال میں روایت کرتے ہیں۔

عَنْ سَعِيْدِ الْأُمَوِي، قَالَ: شَهِدْتُ أَبَا أُمَامَةَ وَهُوَ فِي النَّزْعِ فَقَالَ لِي: يَا سَعِيْدُ! إِذَا أَنَا مِتُّ فَافْعَلُوا بِي كَمَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ إِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ عِنْدَ رَأْسِهِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهُ يَسْمَعُ وَلٰكِنَّهُ.

لَا يُجِيْبُ، ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهُ يَسْتَوِي جَالِسًا، ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانَةَ! فَإِنَّهُ يَقُوْلُ: أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللهُ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا. فَإِنَّهُ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ أَخَذَ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: أَخْرِجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا. مَا نَصْنَعُ بِهِ. قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ فَيَكُوْنُ اللهُ حَجِيْجَهُ دُوْنَهُمَا. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَإِنْ لَّمْ أَعْرِفْ أُمَّهُ. قَالَ: أَنْسِبْهُ إِلَى حَوَّاءَ. (کنز العمال، ج:۱۵، رقم الحدیث: ۴۲۹۳۴)

ترجمہ: حضرتِ سعید اموی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا درآں حالے کہ وہ حالتِ نزع میں تھے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے سعید! جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ وہی کچھ کرنا جس کا حکم حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا ہے۔ ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمھارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے اور اسے قبر میں دفن کر چکو تو تم میں سے ایک آدمی اس کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور اسے مخاطب کرکے کہے: اے فلاں ابن فلانہ! (فلانہ مؤنث کا صیغہ ہے جس سے واضح.........

.... ہوتا ہے کہ اسے اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا۔) بے شک وہ مدفون سنتا ہے؛ لیکن جواب نہیں دے پاتا۔ پھر دوبارہ مردے کو مخاطب کرتے ہوئے کہو: اے فلاں ابن فلانہ! اس آواز پر وہ بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہو: اے فلاں ابن فلانہ! اس پر وہ مردہ کہتا ہے: اللہ تم پر رحم فرمائے، ہماری رہنمائی کرو! پھر وہ کہے: اس حالت کو یاد کرو جس پر تم دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ وہ حالت اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اور یہ کہ تو اللہ تعالی کے رب ہونے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغمبر ہونے، اسلام کے دین حق ہونے اور قرآن کریم کے امام ہونے پر راضی تھا۔

جب یہ سارا عمل کیا جاتا ہے تو منکر نکیر میں سے کوئی ایک دوسرے فرشتے کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے: مجھے اس کے پاس سے لے چلو، ہم اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کریں گے؛ کیوں کہ اس کو اس کی حجت تلقین کر دی گئی ہے۔ سو اللہ تعالی اس کی حجت بیان کرنے والا ہو گا منکر نکیر کے علاوہ۔ پھر ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اس کی ماں کو نہ جانتا ہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اسے (تمام انسانوں کی ماں، حضرت) حواء (رضی اللہ عنہا) کی طرف منسوب کرو۔

۞ اس حکم کو بہت سے فقہائے کرام نے بیان فرمایا ہے اور بطورِ دلیل کے اس حدیثِ رسول کو پیش کیا ہے، جسے حضرت امام (سلیمان بن احمد) طبرانی علیہ الرحمہ نے صحابیِ رسول حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، نیز اُسے بہت سے شواہد سے قوت حاصل ہے۔

۞ اس (تلقین) کی (ایک) صورت یہ ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر میت کو مخاطب کر کے یوں کہے:

۞ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ أَمَةِ اللهِ! اُذْكُرِ الْعَهْدَ الَّذِيْ خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ قُلْ رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِالْمُسْلِمِيْنَ إِخْوَانًا. رَبِّيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. [۱]

ترجمہ: اے عبد اللہ ابن امۃ اللہ! اس پختہ عہد کو یاد کرو جس پر تم دنیا سے رخصت ہوئے۔ یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی خدا نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنت و دوزخ حق ہیں، قیامت آنے والی ہے، اس کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قبروں سے مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ کہو! میں اللہ عزوجل کے رب العالمین ہونے، اسلام کے دینِ برحق ہونے، (حضرت سیدنا) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ

---

[۱] البنایہ شرح الھدایہ، للامام بدر الدین محمود بن احمد العینی، ج ۳، ص: ۲۰۸

وبارک وسلم کے نبی ہونے، کعبہ کے قبلہ ہونے اور مسلمانوں کے بھائی بھائی ہونے پر راضی ہوں، میرا رب اللہ ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

۞ اس تلقین میں بھی (صاحبِ قبر کو) ندا اور (اس سے) خطاب ہے، پھر یہ (نادان واحمق) لوگ ندا کا مطلقاً انکار کیسے کرتے ہیں؟

مقتولینِ بدر سے خطاب بھی جوازِ ندا پر دال ہے:

۞ میت کو ندا کرنے کے جواز پر وہ مشہور حدیثِ پاک بھی دلالت کر رہی ہے جس میں ہے کہ میدانِ بدر میں قتل کیے گئے کفارِ قریش کو (قلیب نامی) کنویں میں ڈالنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان کو ندا دی۔ اسے امام (محمد بن اسماعیل) بخاری علیہ الرحمہ اور اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے۔ مذکورہ جملہ محدثین نے درج ذیل یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:

۞ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ يَقُولُ أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ؟ فَإِنَّا وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟[1]

---

[1] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، رقم الحدیث: ۳۹۷۶

۞ الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ و اثبات عذاب القبر والتعوذ منہ، رقم الحدیث: ۷۴۰۲

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، حدیث آبی طلحۃ زید بن سھل الانصاری، ج: ۲۶، ص: ۲۷۹، رقم الحدیث: ۱۶۳۵۹

حضور منوّر عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم انھیں اُن کے باپ کے نام کے ساتھ پکارنے لگے اور یہ فرمانے لگے کہ:

۞ کیا تمھیں اللہ ورسول کی اطاعت کرنے سے خوشی نہیں ملتی؟؛ کیوں کہ ہم نے تو اپنے رب کے کیے ہوئے وعدے کو حق وسچ پایا، تو کیا تم نے بھی اپنے رب کے کیے ہوئے وعدے کو حق پایا؟۔

۞ اس طرح کی ندا کے جواز پر دلالت کرنے والے وہ آثار اور اقوالِ صحابہ جو ائمۂ کرام، علمائے ذوی الاحترام اور اولیاے صالحین سے مروی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو نقل کرتے کرتے عمریں ختم ہو جائیں گی اور صدیاں گزر جائیں گی۔ یہ منع کرنے والے ان کا انکار نہیں کر سکتے۔ تو اس چیز کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر قرار دینا کیسے درست ہوگا جس کا ثبوت یقینی، قطعی، روشن اور واضح دلیلوں سے ہے؟

مومن کو "اے کافر" کہنا کفر ہے:

۞ حدیثِ صحیح میں آیا ہے:

مَنْ قَالَ لِأَخِيْهِ الْمُسْلِمِ "يَا كَافِرُ" فَقَدْ بَآءَ أَحَدُهُمَا. إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَ

صفحہ ۲۸۰:

۞ الصحیح، للامام ابی حاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی، رقم الحدیث: ۴۷۷۸

۞ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، للامام علی بن سلطان محمد المشتھر بالملا علی القاری، کتاب الجہاد، ج: ۶، رقم الحدیث: ۳۹۶۷

إِلَّا رَجَعَتْ إِلَيْهِ۔ [1]

جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہہ کر پکارا تو وہ قول ان دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور پلٹے گا۔ اگر وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا تو ٹھیک، ورنہ وہ قول اسی کہنے والے کی جانب پلٹ جائے گا۔

۞ علماے کرام فرماتے ہیں کہ ایک ہزار کافروں کے قتل کو معاف کر دینا ایک مسلمان کا خون بہانے سے بہتر ہے۔ لہٰذا اس بارے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ پس کسی بھی اہلِ قبلہ کے کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ہاں اگر اس سے کوئی ایسا جرم ثابت ہو جائے جو واضح طور پر "ایمان کے انکار" پر دلالت کرتا ہو تو اس وقت بلا تامل اس کی تکفیر کی جائے گی۔

۞ میں نے صاحب الحواشی علی المختصر شیخ محمد بن سلیمان کردی مدنی کا فقہِ شافعی میں ایک عمدہ رسالہ دیکھا ہے۔ اس رسالے میں انھوں نے بانیِ وہابیت محمد بن عبد الوہاب نجدی (جو کہ ان کا شاگرد تھا اور مدینۂ منورہ میں ان سے تلمذ کیا تھا) کو اس وقت مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا (جب کہ وہ وہابی تحریک لے کر اٹھا تھا):

۞ اے ابن عبد الوہاب! ہدایت کے پیروکار پر سلامتی ہو۔ خدا کے واسطے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی تکفیر سے اپنی زبان کو روک لو۔ جب تم کسی کے بارے میں یہ سنو کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر اس مستغاث بہ (جس سے فریاد کی گئی) کی تاثیر (حقیقی) کا قائل

---

[1] الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر، رقم الحدیث: ۲۲۴

ہے تو اسے درست بات بتاؤ اور اس کے سامنے دلائل سے ثابت کرو کہ تاثیرِ حقیقی صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ کسی غیر اللہ کے لیے نہیں۔ اگر وہ انکار کرے تو اس وقت خاص اسی کی تکفیر کرو۔ سوادِ اعظم کو کافر قرار دینا تمھارے لیے ہرگز جائز نہیں۔ جب کہ تم سوادِ اعظم سے جدا ہو، تو کفر کی نسبت سوادِ اعظم کے بجائے اس کی طرف کرنا جو کہ سوادِ اعظم سے جدا ہو، حق سے زیادہ قریب ہے؛ کیوں کہ اس نے مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۞ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کردیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

۞ اور سنو! بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے دور ہو جاتی ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ توسل و زیارت کا انکار کرنے والے (یہ نالائق) حد سے تجاوز کر چکے ہیں۔ انھوں نے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ کے اکثر افراد کی تکفیر کرکے انھیں مباح الدم والمال (یعنی انھیں قتل کرنے اور ان کا مال لوٹ لینے کو جائز) قرار دے دیا ہے اور انھیں ان مشرکین کی طرح قرار دے دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مبارک زمانے میں تھے، (مثلاً ابوجہل و ابولہب وغیرہما) اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ نبی

---

[۱] سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۱۵

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور دیگر انبیاے کرام ومرسلین عظام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء وصالحین کو وسیلہ بنانے اور (بالقصد) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی قبر انور کی زیارت کرنے اور انھیں "یَارَسُوْلَ اللہِ! اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ" کے ذریعے ندا کرنے کی وجہ سے مشرک ہیں۔(لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

جہالت وحماقت کی انتہا:

❁ یہ نادان کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں کو عام وخاص مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔

(۱) (وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ) فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۔[۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: (اور بے شک مساجد اللہ کی عبادت کے لیے ہیں) تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

(۲) وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۝۔[۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو اُن کو پکارے جو قیامت تک ان کی فریاد نہ سن سکیں اور وہ ان (کافروں) کی فریاد سے بے خبر ہیں۔

---

[۱] سورۂ جن، آیت نمبر:۱۸

[۲] سورۂ احقاف، آیت نمبر:۵/۶

اور جب لوگوں کو (میدانِ حشر میں) جمع کیا جائے گا تو وہ (اُن کے خود ساختہ معبود) اُن کے دشمن ہوں گے اور وہ اُن کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

(۳) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝۔[۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: سو (اے مخاطب) تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کر؛ ورنہ تو بھی عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

(۴) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ ۝۔[۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: (بطورِ حقیقی حاجت روا کے) اسی کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ کسی اور کو (حقیقی حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں وہ اُن کی پکار کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، اُن کا پکارنا صرف اس شخص کی طرح ہے جو (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے؛ تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے؛ حالاں کہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے۔

(۵) (يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ. وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ. كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى. ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

---

[۱] سورۂ شعراء، آیت نمبر: ۲۱۳

[۲] سورۂ فاطر، آیت نمبر: ۱۳/ ۱۴

مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۔[۱]

ترجمہ تبیان القرآن: وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے، ہر ایک وقتِ مقرر تک چلتا ہے، یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے، اسی کا ملک ہے اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں۔ (اے مشرکو!) اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکاروں کو نہیں سن سکیں گے اور اگر (بالفرض) سن لیں تو وہ تمہاری حاجت روائی نہ کرسکیں گے؛ بلکہ (تمہارے خود ساختہ معبود) قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اے مخاطب!) تم کو اللہ خبیر کی طرح کوئی خبر نہ دے سکے گا۔

(۶) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝۔[۲]

ترجمہ تبیان القرآن: آپ کہیے! کہ تم ان کو پکارو جو تمہارے زعم (گمان) میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق) ہیں، سو وہ تم سے نہ کسی ضرر (نقصان) کو دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے (کے مالک ہیں)۔ جن لوگوں کی یہ (مشرکین) عبادت

---

[۱] سورۂ رعد، آیت نمبر: ۱۴

[۲] سورۂ اسراء، آیت نمبر: ۵۶/۵۵

کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب تر وسیلہ تلاش کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے۔

۞ قرآنِ کریم میں اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں۔ ان تمام آیتوں میں وہابیوں کے نادان واحمق مفسرین نے "ندا" کو "دعا" کے معنیٰ پر محمول کیا ہے اور پھر انھیں مومنین و موحدین (مسلمانوں) پر چسپاں کرتے ہوئے یہ بکواس کی ہے کہ جس نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم یا دوسرے کسی نبی اور ولی سے فریاد کی یا اسے ندا دی یا ان سے شفاعت کی درخواست کی تو وہ بھی اُنھی مشرکوں کی طرح ہوگا اور وہ بھی اِن آیاتِ کریمہ کے عموم میں داخل (ہوکر کافر ومشرک) ہوگا۔ اس طرح کے مومن ان ہی مشرکوں کی طرح ہیں جو یہ کہتے تھے:

۞ (أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ) مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ)۔[1]

ترجمۂ تبیان القرآن: (سنو! خالص اطاعت اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں (بے شک اللہ ان کے درمیان اس کا فیصلہ

---

[1] سورۂ زمر، آیت نمبر: ۳

فرمادے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں، بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور بہت ناشکرا ہے)۔

۞ کیوں کہ یہ مشرک نبیوں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے تھے، نہ ان کے خالق ہونے کا عقیدہ؛ بلکہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ ہر شے کا خالق اللہ عزوجل ہی ہے، جیسا کہ درج ذیل دو نوں آیاتِ کریمہ سے واضح ہے:

(۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ [۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ان کو اس نے پیدا کیا ہے جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے۔

۞ انھیں اللہ تعالیٰ نے "لیقربونا الی اللہ زلفی" کہنے ہی کی بنیاد پر کافر و مشرک قرار دیا ہے۔ لہذا شفاعت طلب کرنے والے، اِستغاثہ کرنے والے اور انھیں پکارنے

---

[۱] سورۂ زخرف، آیت نمبر: ۸۷

[۲] سورۂ زخرف، آیت نمبر: ۹

والے بھی انھی کی مثل ہیں۔[1]

توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ اُلوہیت کا اتحاد:

❁ ان نادانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ توحید کی دو قسمیں ہیں:

(۱) توحیدِ ربوبیت، یہ وہی توحید ہے جس کا اقرار مشرکوں کو بھی تھا۔

(۲) توحیدِ الوہیت۔ یہ وہ توحید ہے جس کا اقرار مسلمان کرتے ہیں۔

❁ اسی (توحیدِ الوہیت) کے اقرار سے انسان دینِ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے توحیدِ ربوبیت کافی نہیں ہے۔

❁ ان نادانوں کا یہ کلام سرے سے باطل ہے۔ کیوں کہ مذکورہ آیاتِ کریمہ میں ”دعا“ عبادت کے معنی میں ہے۔ انھوں نے لوگوں کو دھوکہ دینے اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے اسے ”پکارنے“ کے معنی میں لے لیا ہے۔ گزشتہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے آپ اس (تفسیر) کا باطل ومردود ہونا جان چکے ہیں۔

---

[1] اس طرح کی جاہلانہ تفسیر آیاتِ قرآنیہ کے مقصود کے خلاف ہے، یہ تفسیر بالرائے ہے جو کہ انتہائی مذموم ہے؛ لہذا لائقِ التفات نہیں؛ کیوں کہ ”ما نعبدھم الا لیقربونآ الی اللہ زلفی“ میں موجود ”ما نعبدھم“ واضح طور پر اعلان کر رہا ہے کہ کفار ومشرکین اللہ عزوجل کے سوا جنھیں پکارتے تھے، انھیں اپنا معبود اور مستحقِ عبادت سمجھ کر پکارتے تھے، یہی تو ان کا شرک تھا جسے قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف کوئی بھی سنی مسلمان/مسلکِ اعلی حضرت کا پیروکار اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی اپنا معبود سمجھتا ہے نہ مستحقِ عبادت۔

رہی الوہیت اور ربوبیت کی جانب توحید کی تقسیم، سو یہ بھی باطل ہے؛ کیوں کہ توحید ربوبیت ہی توحیدِ الوہیت ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ، قَالُوْا بَلٰی''[۱] فرمایا، ''الست بالٰهکم'' نہیں فرمایا۔ تو ان سب کی جانب سے توحید ربوبیت ہی کافی ہو گئی۔ اور یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ جس نے (اے مخاطب) تمھارے رب ہونے کا اقرار کیا، اس نے تمھارے الٰہ ہونے کا بھی اقرار کیا؛ کیوں کہ ''رب'' اور ''الٰہ'' میں غیریت نہیں ہے (یعنی دونوں جدا نہیں ہیں)؛ بلکہ ان دونوں میں عینیت (یعنی دونوں کا مفہوم ایک ہی) ہے۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ قبر میں دو فرشتے بندے سے سوال کریں گے، وہ کہیں گے: ''من ربّك؟'' وہ ''من الٰهك''؟[۲] نہیں کہیں گے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ توحید ربوبیت ہی توحید الوہیت ہے۔

وہابیوں کی تقسیمِ توحید اور اس کا بطلان:

ان نادانوں پر تعجب ہے کہ جب کوئی مسلمان ان کے پاس آ کر کلمۂ طیبہ ''**لا إله الا الله محمد رسول الله**'' پڑھتا ہے تو یہ اس سے کہتے ہیں کہ ابھی تم نے توحید کی حقیقت نہ جانی۔ تمہاری یہ توحید ''**توحید ربوبیت**'' ہے۔ تم توحیدِ الوہیت سے ناآشنا ہو۔ اور اس طرح کی تلبیساتِ باطلہ (باطل ومردود دھوکے بازیوں) کی بنیاد پر یہ نادان اسے مباح الدم والمال (یعنی اسے قتل کرنے اور اس کا مال لوٹ لینے کو حلال) قرار دیتے ہیں۔

---

[۱] سورۂ اعراف، آیت نمبر: ۱۷۲

(ان احمقوں سے سوال ہے کہ) کیا کسی کافر کی توحید صحیح ہو سکتی ہے؟ کیوں کہ اگر ایسا ہو جائے تو اس کی توحید اسے دوزخ سے بچا لے گی؛ کیوں کہ دوزخ میں کوئی بھی توحید پرست باقی نہیں رہے گا۔[1]

اِن احمقوں کا اللہ عزوجل پر افترا:

مسلمانو! کیا تم نے احادیث و سِیَر (حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود کسی روایت کے بارے) میں سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں قبائلِ عرب (عرب کے قبیلے) اسلام قبول کرنے کے لیے آتے تھے تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ان کے سامنے توحید کی دو قسمیں بیان کیا کرتے تھے (۱) توحیدِ الوہیت (۲) توحیدِ ربوبیت۔ اور آپ انھیں بتاتے تھے کہ توحیدِ الوہیت ہی انھیں دین اسلام میں داخل کرے گی؟۔ یا صرف شہادتین (کلمۂ شہادت) کا اقرارِ ظاہری ہی ان کے لیے کافی ہوتا تھا اور آپ ان کے مسلمان ہونے کا فیصلہ فرما دیا کرتے تھے؟

یہ بکواس، اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر محض افترا اور کذب (یعنی جھوٹ کی تہمت لگانا) ہے؛ کیوں کہ جس شخص نے رب کو ایک جانا اس نے اِلٰہ کو بھی ایک مانا اور جس نے رب کے ساتھ کسی کو شریک کیا، اس نے اِلٰہ کے ساتھ بھی

---

[1] حالاں کہ کسی بھی کافر کا دوزخ سے نجات پانا شرعاً ممکن نہیں ہے، سیکڑوں آیاتِ کریمہ اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ توحیدِ ربوبیت ہی توحیدِ الوہیت ہے؛ لہٰذا وہابی مفسرین کی تقسیمِ توحید باطل ہے۔

شرک کیا۔ اس لیے کہ اہل ایمان کا، رب کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ تو جب لوگ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے ہیں تو ان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ ہی ان کا رب ہے۔ جس طرح غیر اللہ سے ربوبیت کی نفی (انکار) کرتے ہیں اسی طرح غیر اللہ سے الوہیت کی بھی نفی کرتے ہیں اور ذات وصفات میں وحدانیت کو اللہ عزوجل ہی کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

مشرکوں کا اعتقادِ صحیح بھی انھیں کفر سے کیوں نہ بچا سکا؟:

❁ جس چیز نے مشرکوں کو کفر و شرک میں داخل کیا تھا وہ صرف "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ" کی رٹ لگانا نہیں تھا (جیسا کہ انکار کرنے والے احمق گمان کرتے ہیں) بلکہ انھیں کفر و شرک میں داخل کرنے والا، یہ اعتقاد تھا کہ غیر اللہ بھی کبھی الٰہ ہو کر مستحق عبادت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان کا اعتقاد یہی تھا کہ خالق اور موثرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو جب انھوں نے غیر اللہ کی الوہیت اور اس کے مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد رکھا (جیسا کہ کلمۂ "ما نعبدھم" سے ظاہر ہے) اور ان پر (اللہ رب العزت کی طرف سے، ان کے مستحق عبادت نہ ہونے پر) دلیل قائم کی گئی کہ یہ نفع و ضرر کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی یہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں، بلکہ انھیں خود پیدا کیا گیا ہے (تو یہ عبادت کے حق دار کیسے ہو سکتے ہیں؟) تو انھوں نے جواب دیا کہ:

❁ "ہم تو انھیں محض اس لیے پوج رہے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں"

لہٰذا غیر اللہ کی الوہیت اور اس کے مستحق عبادت ہونے کے اعتقاد نے ہی انھیں شرک میں داخل کیا اور اس طرح کے اعتقاد کے ہوتے ہوئے اللہ عزوجل کے خالق و

موثر ہونے کے اعتقاد نے انھیں کچھ بھی نفع نہ دیا اور یہ کافر و مشرک ٹھہرائے گئے۔

مسلمان اللہ کے سوا کسی کو مستحقِ عبادت نہیں سمجھتے:

الحمد للہ مسلمان اس طرح کے عقیدے سے بری ہیں؛ کیوں کہ یہ کسی بھی غیر اللہ کے لیے الوہیت اور استحقاقِ عبادت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ دونوں (مسلم و کافر) کی حالتوں میں بڑا فرق ہے۔ مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے یہ نادان ان دونوں میں فرق نہیں کر سکے اور حواس باختہ (بد حواس) ہو کر بکنے لگے کہ توحید کی دو قسمیں ہیں: (۱) الوہیت (۲) ربوبیت۔ اور اس باطل تقسیم کے سبب مسلمانوں کی تکفیر کرنے لگے۔

آپ حضرات گزشتہ آیات و احادیث میں غور کریں تو اِن شاء اللہ تعالیٰ آپ پر واضح ہو گا اور آپ صحیح طور پر جان لیں گے کہ جس عقیدے پر سوادِ اعظم (اہلِ سنت و جماعت) ہیں وہی حق و درست ہے، (سعادتِ آخرت چاہنے والے کسی بھی شخص کے لیے) اس سے فرار ممکن نہیں۔

وہابیوں کے ایک اور عقیدے کا بطلان:

مسلمانوں کو مُلحِد (بے دین) اور کافر قرار دینے والوں کا (ایک) عقیدہ یہ بھی ہے کہ: **اللہ عزوجل کے ولیوں اور اس کے نیکوکار بندوں کی بارگاہ میں جانا، ان سے عقیدت رکھنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرکِ اکبر (سب سے بڑا شرک) ہے۔**

ان کا یہ عقیدہ بھی باطل و مردود ہے۔ کیوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و

بارک وسلم نے (فاروقِ اعظم) حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (مولائے کائنات) حضرت سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید التابعین حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے اور اُن سے دعا و استغفار کی درخواست کرنے کا حکم دیا تھا، یہ روایت صحیح مسلم شریف کے اندر موجود ہے۔[۱]

---

[۱] مکمل حدیث یہ ہے:

عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ حَتَّى أَتَى عَلَى أُوَيْسٍ فَقَالَ أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ نَعَمْ. قَالَ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ قَالَ نَعَمْ. قَالَ لَكَ وَالِدَةٌ قَالَ نَعَمْ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ. لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ. فَاسْتَغْفِرْ لِي. فَاسْتَغْفَرَ لَهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَيْنَ تُرِيدُ قَالَ الْكُوفَةَ. قَالَ أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا قَالَ أَكُونُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. (الصحیح، للامام مسلم بن حجاج القشیری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من آثار اویس القرنی رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۲۶۵۶)

ترجمہ: حضرت اسیر بن جابر سے مروی ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جب اہلِ یمن کی کمک آتی رجب وہ اپنے غلے لاتے تو آپ ان سے پوچھتے: کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟ یہاں تک کہ جب آپ کی ملاقات حضرت اویس سے ہوئی تو ان سے پوچھا: آپ اویس بن عامر ہیں؟ کہا: ہاں! بولے: قبیلۂ مراد پھر قبیلۂ قرن سے تعلق رکھتے ہیں؟ جواب دیا: ہاں! پوچھا: آپ کے جسم پر سفید داغ تھے، جن سے آپ شفا پا چکے ہیں، صرف ایک........

.... درہم کی جگہ باقی بچی ہے؟ بولے: جی! فرمایا: کیا آپ کی والدہ باحیات ہیں؟ جواب دیا: جی ہاں! یہ سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

تمھارے پاس اویس بن عامر اہلِ یمن کے غلوں کے ساتھ آئیں گے، وہ یمن پھر مراد پھر قرن سے تعلق رکھتے ہیں، انھیں برص کی بیماری تھی، لیکن وہ اس سے شفا پا چکے ہیں سوائے ایک درہم کی مقدار کے۔ ان کی والدہ زندہ ہیں جن کے ساتھ وہ بہترین حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ عزوجل کے نام کی قسم کھالیں تو اللہ عزوجل ان کی وہ بات پوری فرما دے۔ اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو کروا لینا۔

لہذا آپ میرے لیے بخشش کی دعا فرمادیں! تو انھوں نے ان کی مغفرت کی دعا کردی۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: کوفہ کا! کہا: کیا آپ کے لیے کوفہ کے گورنر کے نام خط لکھ دوں؟ فرمایا: فقیروں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

صالحینِ سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت:

اور آثارِ صالحین (یعنی اللہ والوں کی جانب منسوب چیزوں) سے برکت حاصل کرنا بھی جائز و مستحسن ہے؛ کیوں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سرکارِ دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب کھنکھارتے یا لعابِ دہن (اپنے مقدس منہ کا پاکیزہ تھوک) نکالتے تو صحابۂ کرام اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے جسم پر مَل لیا کرتے تھے۔ [۱]

---

[۱] حدیثِ پاک کا اہم ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں:

ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ. قَالَ فَوَاللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ. وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ. وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ. وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ. وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ. فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ. فَقَالَ أَيْ قَوْمِ. وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ. وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ. يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا. وَاللهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ. فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ. وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ. وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ. وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ. (الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الوضو، باب البزاق والمخاط ونحوہ من الثوب۔ وکتاب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب وکتابۃ الشروط، رقم الحدیث: ۲۷۳۱/۲۷۳۲)

....

.... ترجمہ : پھر عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبل اسلام، مقامِ حدیبیہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔ کہتے ہیں: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوکتے تو آپ کا لعابِ دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی آتا، تو وہ اسے اپنے چہرہ اور جلد پر مَل لیتا، جب حضور انھیں حکم دیتے تو وہ تعمیلِ حکم میں سبقت کرتے، جب حضور وضو فرماتے تو ایسا لگتا کہ صحابہ ان کا غسالہ پانے کے لیے لڑ پڑیں گے۔ جب حضور گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو بالکل پست کردیتے اور ادب واحترام کا عالم یہ تھا وہ اپنے آقا کی تعظیم کے پیشِ نظر ان کی جانب تیز نظر سے دیکھنے کی ہمت بھی نہ جٹا پاتے۔

عروہ اپنے ساتھیوں (کفارِ قریش) میں واپس آکر یوں گویا ہوئے: اے میری قوم! بخدا میں بطورِ وفد کے بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں روم کے بادشاہ قیصر، ایران کے والی کسریٰ اور حبشہ کے سلطان نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں؛ مگر میں نے کبھی کسی بادشاہ کے اصحاب کو اس کی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ان کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کھنکھارتے ہیں تو ان کا لعاب ان کا کوئی ساتھی اپنی ہتھیلی میں لے لیتا ہے، پھر (حصولِ برکت کے لیے) وہ اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب اس کی تعمیل کے لیے تیزی سے دوڑ پڑتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے غلام غسالہ پانے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ جب وہ باتیں کرتے ہیں تو ان کے عاشق اپنی آوازوں کو مکمل پست کردیتے ہیں۔ ان کی شان تو یہ ہے کہ ان کے اصحاب ان کی تعظیم کے پیشِ نظر انھیں جی بھر کے دیکھ بھی نہیں پاتے۔

۞ جب آپ علیک الصلاۃ والسلام نے اپنے مبارک سر کا حلق کرایا تو شمعِ رسالت کے اُن پروانوں نے آپ کے موہائے مبارک (بابرکت بالوں) کو برکت حاصل کرنے کے لیے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ سبحان اللہ۔ [۱]

۞ اِسی طرح جب آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پچھنا لگوایا (حجامہ کرایا) تو حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کا بابرکت،

---

[۱] حضرت امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ۔ وَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِّنْهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا۔ (الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الوضوء، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، رقم الحدیث: ۱۷۰/۱۷۱)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا سرِ اقدس حلق کرایا تو سب سے پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ کے موئے مبارک ملے۔ حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سے کہا: میرے پاس حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک موجود ہیں جو مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے/ان کے اہلِ خانہ سے ملے ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: ان مقدس بالوں میں سے کسی ایک بال کا میرے پاس ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

پاکیزہ اور مقدس خون پی لیا تھا۔[۱]

---

[۱] یہ روایت کئی کتب احادیث میں موجود ہے، چناں چہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَحْتَجِمُ . فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ! إِذْهَبْ بِهٰذَا الدَّمِ فَأَهْرِقْهُ حَيْثُ لَا يَرَاكَ أَحَدٌ. فَلَمَّا بَرَزْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَمَدْتُ إِلَى الدَّمِ فَحَسَوْتُهُ. فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا صَنَعْتَ يَا عَبْدَ اللهِ؟ قَالَ: جَعَلْتُهُ فِي مَكَانٍ ظَنَنْتُ أَنَّهُ خَافٍ عَنِ النَّاسِ. قَالَ: فَلَعَلَّكَ شَرِبْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: وَمَنْ أَمَرَكَ أَنْ تَشْرَبَ الدَّمَ؟ وَيْلٌ لَكَ مِنَ النَّاسِ وَوَيْلٌ لِلنَّاسِ مِنْكَ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ انھیں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں آنے کا شرف ملا، اس وقت آپ پچھنے لگوا رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو لے جا اور اسے ایسی جگہ بہا دے جہاں تجھے کوئی دیکھ نہ سکے۔ کہتے ہیں کہ جب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوا تو فرطِ عقیدت میں اس خونِ مبارک کو پی گیا۔ جب واپس حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ عالی میں آیا تو آپ نے پوچھا: اے عبد اللہ! تو نے اس خون کا کیا کیا؟ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ علیک الصلاۃ والسلام! میں نے اسے ایسی خفیہ جگہ رکھ دیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں سے مخفی رہے گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تو نے اسے پی لیا ہے۔ انھوں نے عرض کی: جی حضور! میں نے نوش کر لیا ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: تجھے کس نے کہا تھا کہ میرا خون پی لے؟ آج کے بعد تو لوگوں کو تکلیف دینے سے محفوظ ہو گیا اور لوگ تجھ سے تکلیف پانے سے محفوظ ہو گئے۔

....

.... اس حدیث مبارک کو درج ذیل محدثین کرام نے روایت کیا ہے:

- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشابوری، ج: ۳، ص: ۶۳۸
- السنن الکبریٰ، للامام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی، ج: ۷، ص: ۶۷، رقم الحدیث: ۱۳۱۸۵
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی، ج: ۸، ص: ۲۷۰
- سیر اعلام النبلاء، للامام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی، ج: ۳، ص: ۳۶۶
- حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، للامام ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفھانی، ج: ۱، ص: ۳۲۹
- معرفۃ الصحابۃ، للامام ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، ج: ۳، ص: ۱۶۵
- جمع الجوامع المعروف بالجامع الکبیر، للامام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی، ج: ۱۲، ص: ۵۵۵

اسی طرح حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور اقدس کا خونِ مبارک نوش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اسے بھی متعدد محدثین کرام نے روایت کیا ہے، چناں چہ حضرتِ سفینہ روایت کرتے ہیں:

إِحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: خُذْ هٰذَا الدَّمَ فَادْفِنْهُ مِنَ الطَّيْرِ وَالدَّوَابِّ وَالنَّاسِ .فَتَغَيَّبْتُ فَشَرِبْتُهُ. ثُمَّ سَأَلَنِي أَوْ أُخْبِرَ أَنِّي شَرِبْتُ فَضَحِكَ۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامہ کروایا، پھر مجھ سے فرمایا: اس خون کو لے جا اور اسے کسی ایسی جگہ دفن کر دے جہاں پرندے، چوپائے اور آدمی نہ پہنچ سکیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو میں نے اسے پی لیا۔ پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا، حضور علیہ السلام کو بتایا گیا کہ میں نے اسے پی لیا ہے۔ تو آپ (ناراض نہ ہوئے؛ بلکہ میری عقیدت ومحبت دیکھ کر) مسکرا پڑے۔

- التاریخ الکبیر، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، ج: ۴، ص: ۲۰۹، رقم الحدیث: ۲۵۲۴

۞ حضرت سیدتنا اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضور رحمتِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا بول (پیشاب) شریف پی لیا تو آپ نے ان سے فرمایا:

۞ صِحَّۃٌ یَا اُمَّ اَیْمَنَ۔ [1] امِّ ایمن! اب تم کبھی بیمار نہیں ہو گی۔

صفحہ ۳۰۰:

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۷، ص:۸۱، رقم الحدیث: ۶۴۳۴
- السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۷، ص:۶۷، رقم الحدیث: ۱۳۱۸۶
- شعب الایمان، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۵، ص:۲۳۳، رقم الحدیث: ۶۴۸۹
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی، ج:۸، ص:۲۷۰

[1] اسے درج ذیل محدثین کرام نے روایت کیا ہے:

- المستدرک علی الصحیحین، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشابوری، ج:۴، ص:۷۰
- حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، للامام ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی، ج:۲، ص:۶۷
- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۲۵، ص:۸۹/۹۰
- المدخل، للامام ابی عبد اللہ محمد بن محمد المعروف بابن الحاج، ج:۱، ص:۲۳۵
- الفتاوی الفقھیۃ الکبریٰ، للامام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی، ج:۴، ص:۱۱۷

اسی طرح کی ایک روایت حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے، کہتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبُوْلُ فِيْ قَدَحٍ عِيْدَانٍ. ثُمَّ يُوْضَعُ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ. فَبَالَ فِيْهِ ثُمَّ جَآءَ فَأَرَادَهٗ فَإِذَا الْقَدَحُ لَيْسَ فِيْهِ شَيْئٌ. فَقَالَ: لِامْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا بَرَكَةُ كَانَتْ تَخْدِمُ أُمَّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا جَاءَتْ بِهَا مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ: أَيْنَ الْبَوْلُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ

یہ ساری باتیں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں ۔ ان کا انکار کوئی جاہل یا (ہٹ دھرم) ہی کرسکتا ہے؛ بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنے چچا حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشکیزے کے پاس اس کا پانی پینے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند کو، گھر سے نیا پانی لانے کا حکم دیا؛ کیوں کہ انھیں یہ ناگوار گزرا کہ جس پانی کو لوگوں (مسلمانوں) نے پیا ہوا سے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نوش فرمائیں۔

صفحہ ۳۰۱:

اَلْقَدَحِ ؛ قَالَتْ:شَرِبْتُہٗ :فَقَالَ:لَقَدِ احْتَظَرْتِ مِنَ النَّارِ بِحِظَارٍ۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بیماری کے عالم میں رات کے وقت) لکڑی کے ایک پیالے میں پیشاب کرلیا کرتے تھے، پھر اُسے حضور کی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے استنجا فرمایا اور (جب) دوبارہ تشریف لائے اور اس برتن کو دیکھا تو اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام حبیبہ کی خادمہ برکۃ سے جو کہ حبشہ سے ان کے ساتھ آئی تھیں دریافت فرمایا کہ برتن کا پیشاب کیا ہوا؟ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے پی لیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے (بشارت دیتے ہوئے) فرمایا: تو نے خود کو دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے۔

اسے مندرجہ ذیل محدثین کرام نے روایت کیا ہے:

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ج:۲۴، ص:۱۸۹، رقم الحدیث:۴۷۷
- السنن الکبریٰ، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۷، ص:۶۷، رقم الحدیث:۱۳۱۸۴
- تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، للامام یوسف بن عبد الرحمٰن المزی، ج:۳۵، ص:۱۵۶

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ! اسے لوگوں نے پی لیا ہے۔ (یہ پانی آپ کے لائق نہیں ہے، آپ اسے نوش نہ فرمائیں) ہم آپ کے لیے نیا (تازہ رود وسرا) پانی لاتے ہیں۔

یہ سن کر آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا. اِنَّمَا اُرِیْدُ بَرَکَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ۔[1]

---

[1] امام طبرانی، علامہ ہیثمی اور علامہ عبد الرؤوف مناوی رحمۃ اللہ علیہم نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَبْعَثُ إِلَی الْمَطَاھِرِ فَیُؤْتَی بِالْمَاءِ فَیَشْرَبُہٗ یَرْجُوْ بَرَکَۃَ أَیْدِی الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام مشکیزے رلوٹے منگواتے تھے، آپ کی بارگاہ میں (ان میں) پانی لایا جاتا تھا تو آپ، مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینے کے قصد سے اسے نوش فرماتے تھے۔

- المعجم الکبیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، ج:۱۱، ص:۱۶۸
- المعجم الاوسط، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، رقم الحدیث:۷۹۴
- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام ابی بکر احمد بن حسین البیہقی، ج:۱، ص:۵۰۲
- فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، للعلامہ محمد عبد الرؤوف المناوی، ج:۵، ص:۱۹۹، رقم الحدیث:۶۹۵۹
- اسے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج، رقم الحدیث:۱۶۳۵)

ترجمہ: ایسامت کرو؛ کیوں کہ میں مسلمانوں کی برکت چاہتا ہوں۔

(کائنات کے آقا ہونے کے باوجود) جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم یہ فرمارہے ہیں، تو ہمارے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ (کیا ہم مسلمانوں کی خیر و برکت کا قصد و ارادہ نہیں کرسکتے؟) جب کہ ہر مسلمان کے پاس نور و برکت ہے اور ہم غیر اللہ کی تاثیر (حقیقی) کے قائل (بھی) نہیں ہیں تو (پھر کیوں کر اس سے روکا جاسکتا ہے؟) ثابت ہوا کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنا شرک یا حرام نہیں ہے۔ یہ (نجدی)) لوگ اپنے ناپاک مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں پر دینِ اسلام کا معاملہ خلط ملط کررہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیروکاروں کی جہالت:

❁ یہ لوگ (اس قدر متشدد و غالی ہیں کہ) صرف انھی لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں جو خلافِ شرع باتوں میں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ ان کے گمان کے مطابق توحید پرستوں کی تعداد بہت کم ہے۔

❁ محمد بن عبدالوہاب نجدی (کہ جس نے اس بدعت کو ایجاد کیا) درعیہ [۱] کی مسجد میں خطبۂ جمعہ دیتا تھا؛ وہ اپنے ہر خطبے میں کہتا تھا:

❁ جس مسلمان نے نبی (علیہ الصلاۃ والسلام) کو وسیلہ بنایا وہ کافر ہوگیا۔

---

[۱] diriyah سعودی عرب کی راج دھانی نجد موجودہ ریاض کے شمال مغربی علاقے میں واقع ایک شہر کا نام ہے

اس کے بھائی حضرت سلیمان بن عبد الوہاب (اہلِ سنت کے بڑے زبردست عالم تھے، وہ) اس کے تمام اقوال وافعال کا انکار کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کسی بھی بدعت وخرافات میں اس کی پیروی نہیں کی۔

ایک مرتبہ علامہ سلیمان نے اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب سے سوال کیا:

محمد بن عبد الوہاب! (یہ بتاکہ) اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟

اس نے کہا:

اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

(لیکن) تم نے چھٹا رکن ایجاد کرلیا ہے، وہ یہ کہ جو تمھاری پیروی نہ کرے وہ کافر ہے۔ تمھارا یہ گمان (تمھارے نزدیک) اسلام کا چھٹا رکن ہے۔

ایک دن محمد بن عبد الوہاب سے ایک دوسرے شخص نے سوال کیا:

رمضان المبارک کی ہر شب کو اللہ تبارک وتعالیٰ کتنے گناہ گاروں کو دوزخ سے آزادی کا پروانہ عطا فرماتا ہے؟

اس نے کہا:

(اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ماہِ رمضان کی) ہر رات ایک لاکھ (مسلمانوں) کو بخشتا ہے اور آخری شب میں اس قدر مسلمانوں کو آزاد فرماتا ہے جتنا مہینے بھر میں آزاد کرتا ہے۔

یہ جواب سن کر اس شخص نے کہا:

تمھارے پیروکار تو اس (تعداد) کا عشرِ عشیر (دسویں کا دسواں حصہ) سواں

حصہ) بھی نہیں ہیں، (یعنی ان کی تعداد تو انتہائی قلیل ہے) تو یہ کون سے مسلمان ہیں جن کی بخشش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؟ جب کہ تم نے مسلمانوں کو اپنے پیروکاروں میں منحصر کر دیا ہے۔

۞ یہ نایاب گفتگو سن کر وہ کافر دنگ رہ گیا اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

جب اس کے اور اس کے بھائی (حضرت علامہ سلیمان بن عبد الوہاب) کے درمیان اختلاف کافی بڑھ گیا تو انھیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں (ان کا) یہ نالائق (بھائی) انھیں قتل کرنے کا حکم نہ صادر کر دے، اس اندیشے کے پیشِ نظر وہ مدینہ منورہ کوچ کر گئے اور اس کے رد و ابطال میں ایک مستقل رسالہ لکھ کر اس کے پاس روانہ کیا؛ لیکن وہ (بدبخت) اپنی شرارتوں اور خباثتوں سے باز نہیں آیا۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کی بولتی بند:

[۱] ایک مرتبہ ایک شخص نے (جو کہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور اس قدر زور آور تھا کہ یہ ابن عبد الوہاب اس پر حملہ نہیں کر سکتا تھا) اس سے کہا:

۞ یہ بتاؤ! کہ جب تمھیں کوئی ایسا شخص جو کہ دین دار اور امین ہو اور تم اس کی امانت و دیانت کے معترف بھی ہو یہ خبر دے کہ فلاں پہاڑ کے پیچھے بہت سے لوگ تم پر حملہ کرنے کے ارادے سے آرہے ہیں اور (تحقیقِ حال کے لیے) تم ایک ہزار گھوڑسواروں کو پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کرنے والوں کو دیکھنے کے لیے بھیجو؛ لیکن وہ لوگ کسی (حملہ آور) نام و نشان (بھی) نہ پا سکیں اور واپس آکر تمھیں خبر دیں کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو تم ان ایک ہزار کی

بات مانوگے یا اُس ایک شخص کی تصدیق کروگے جو تمھارے نزدیک امین و صادق ہے۔

۞ اس نے جواب دیا:

میں ایک ہزار کی تصدیق کروں گا۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا:

زندہ اور وفات یافتہ تمام علما اپنی اپنی کتابوں میں تمھاری (ایجاد کردہ) بدعات وخرافات کو جھٹلاتے اور انھیں فضول سمجھتے ہیں؛ لہذا ہم انھی کی تصدیق کرتے اور تیری تکذیب کرتے ہیں۔

۞ یہ سن کر وہ (احمق) حیرت زدہ ہوا اور جواب دینے سے قاصر رہا۔

[۲] ایک مرتبہ ایک دوسرے شخص نے اس سے کہا:

یہ دین جو تم لے کر آئے ہو، اس کا سلسلہ رسولِ پاک علیہ الصلاۃ والتسلیم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟

اس (بدبخت) نے جواب دیا:

۞ میرے مشائخ پھر ان کے مشائخ، اسی طرح چھ سو سال تک کے تمام مسلمان مشرک (گزرے) ہیں۔

یہ سن کر اس شخص نے جواب دیا:

۞ پھر تو تمھارے دین کا سلسلہ منقطع (ٹوٹا ہوا) ہے، یہ متصل نہیں ہے۔ پھر یہ عقائد تم نے کہاں سے حاصل کیے؟

اس (نادان) نے کہا:

(یہ عقائد) اللہ عزوجل نے بطور الہام [۱] مجھے عنایت فرمائے ہیں، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام پر الہام ہوا کرتے تھے۔

اس شخص نے کہا:

یہ بات صرف تمھی میں منحصر نہیں ہے۔ تمھاری طرح ہر شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھ پر وحیِ الٰہی نازل ہوتی ہے اور (من جانب اللہ) مجھے الہام کیا جاتا ہے۔

[۳] پھر اس شخص نے محمد بن عبد الوہاب سے کہا:

توسل کے جواز پر سب کا اجماع ہے، حتیٰ کہ (تمھارے مقتدیٰ) ابن تیمیہ نے بھی توسل کی دو قسمیں کی ہیں اور توسل کرنے والوں کو کافر نہیں کہا، یہاں تک کہ روافض و خوارج اور تمام بدعتی فرقے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کے جواز کا قول کرتے ہیں تو تمھارے لیے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

---

[۱] اللہ ربُّ العزت کی جانب سے انسانی قلب پر، سوتے یا جاگتے ہیں، خیر کی جن باتوں کا فیضان ہوتا ہے اس کو "الہام" کہتے ہیں۔ اس میں انسان کے کسب اور اس کی محنت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ محض تحفۂ الٰہی ہے۔ اللہ ربُّ العزت جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے سرفراز کرتا ہے۔ اس کے برعکس برے الہامات اور گم راہ کن خیالات کا اِلقا شیاطین کرتے ہیں۔ اس طرح کا الہام "کاہن، ساحر اور دیگر کفار و فساق کو ہوتا ہے۔ (سورۂ انعام، آیت نمبر: ۱۱۲۔ تفسیر طبری، ج:۵، ص: ۳۱۴۔ مرقات المفاتیح، کتاب العلم، ج:۱، ص: ۴۴۵)

یہ سن کر محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کہا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی تھی۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا؟

محمد بن عبد الوہاب کا مقصد یہ تھا کی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باحیات تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم وفات پا چکے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل نہیں کیا۔

اس کی یہ دلیل سن کر اس شخص نے کہا:

یہ حدیث پاک تو تمھارے (ہی) خلاف دلیل ہے؛ کیوں کہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگ کر (صبحِ قیامت تک کے مسلمانوں کو) یہ بتلا دیا کہ غیرِ نبی سے بھی توسل کرنا اور اس کے طفیل (اللہ عزوجل سے) بارش کی دعا کرنا جائز ودرست ہے۔ بھلا تم اس حدیثِ پاک سے کیسے استدلال کر سکتے ہو؟[1]

اور عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی ہیں جنھوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تخلیق سے پہلے ان کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ نبیِّ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے توسل کرنا حضرت

---

[1] یہ حدیثِ شریف تو ہماری مستدل بہ ہے، اس سے تو ہمارا عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں انبیائے کرام واولیائے عظام سب کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

عمر اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک مشہور ومعروف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ چاہا کہ مومنوں کو بتادیں کہ غیر نبی سے بھی توسل کرنا جائز و درست ہے۔

۞ اُس شخص کی اِس (فاضلانہ) گفتگو سے محمد بن عبد الوہاب نجدی حیران وششدر رہ گیا؛ لیکن اپنی گمرہی اور بدترین قباحتوں پر اڑا رہا۔

[۴] اس کی ایک قبیح حرکت یہ (بھی) ہے کہ جب اس نے لوگوں کو نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت سے منع کیا تو مقامِ احسآء[۱] کے کچھ مسلمانوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ پُر انوار کی زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ بات محمد بن عبد الوہاب نجدی کو معلوم ہوگئی۔ واپسی میں جب یہ لوگ مقامِ درعیہ سے، اس کے قریب سے ہو کر گزرے تو اس جاہل نے (اپنے آدمیوں کے ذریعے) ان سب کی داڑھیاں مونڈوا دیں۔ اس کے بعد انھیں گھوڑوں پر اُلٹا سوار کرا کے درعیہ سے احسآء روانہ کیا۔

[۵] ایک مرتبہ اُسے معلوم ہوا کہ اس کی پیروی نہ کرنے والے دور دراز رہنے والوں کی ایک جماعت نے حج کرنے اور نبیِّ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کرنے کا قصد کیا ہے۔ جب یہ لوگ مقامِ درعیہ میں اس کے پاس سے گزرے تو کچھ مسلمانوں نے اِسے اپنے پیروکاروں سے یہ کہتے ہوئے سنا:

---

[۱] احساء سعودی عرب کا ایک شہر ہے، جو کہ عرب کے نخلستانی علاقے میں واقع ہے، یہ خلیج عرب سے قریباً ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اِسے حساء بھی کہا جاتا ہے۔

۞ خَلُّوا الْمُشْرِكِيْنَ يَسِيْرُوْنَ طَرِيْقَ الْمَدِيْنَةِ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَعْنِي أَتْبَاعَهُ يَخْلِفُوْنَ مَعَنَا۔

مشرکوں کو مدینے کے راستے پر جانے دو اور مسلمانوں کو یعنی اس کے پیروکاروں کو ہمارے ساتھ رہنے دو!

بانیٔ وہابیت کے سیاہ کارنامے:

[۱] محمد بن عبد الوہاب نجدی رسولِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں درودِ پاک بھیجنے سے منع کرتا تھا، درودِ شریف کے صیغے سننے سے اسے تکلیف ہوتی تھی، شبِ جمعہ کو صلاۃ وسلام پڑھنے اور مسجد کے میناروں پر درود وسلام پڑھنے سے سختی کے ساتھ منع کیا کرتا تھا۔ اور جو شخص بھی اس کی حکم کی خلاف ورزی کرتا تھا، یہ اُسے سخت سے سخت سزا دیا کرتا تھا۔

۞ اس (بدبخت) نے اس وقت (ظلم وزیادتی کی) حد پار کردی، جب اس نے ایک شاندار آواز والے مؤذن کو اذان کے بعد مینار میں صلاۃ وسلام پڑھنے سے منع کیا؛ لیکن جب وہ باز نہیں آیا تو اس ظالم نے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کے (قتل کے) بعد یہ بکواس کی:

۞ ''زانیہ کے گھر میں رات گزارنے والے کا گناہ اس شخص سے کم ہے جو منبر پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر درود پڑھتا ہے''

[۲] یہ جاہل اپنے ساتھیوں کو یہ سبق سکھاتا تھا کہ توحید کی حفاظت کرنے والے صرف

یہی لوگ ہیں۔ کس قدر ناپاک ہے اس کا یہ قول اور کس قدر برا ہے اس کا یہ کام۔

[۳] یہ احمق (حضرت علامہ محمد بن سلیمان جزولی علیہ الرحمہ کی انتہائی مبارک کتاب) دلائل الخیرات (وشوارق الأنوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار) وغیرہ [۱] کو جلوا دیتا تھا۔

اور اپنی خباثتوں پر یہ کہہ کر پردہ ڈالتا تھا:

"یہ ساری چیزیں بدعات وخرافات کے قبیل سے ہیں، میرا مقصد تو فقط توحید کی حفاظت کرنا ہے"

[۴] یہ (نالائق) اپنے ماننے والوں کو فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابوں کو پڑھنے سے منع کرتا تھا اور ان میں بہت سی کتابوں کو اس نے نذرِ آتش بھی کیا تھا۔ اس نے اپنے تمام پیروکاروں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ قرآن کی تفسیر اپنی سمجھ کے مطابق کریں۔ چناں چہ اس کی جماعت کے چغد، جاہل اور کمینے قسم کے لوگ تفسیر آیات اور تشریحِ احادیث کا کام انجام دیا کرتے تھے، حالاں کہ انھیں نہ قرآنِ کریم کی ایک آیت یاد ہوتی، نہ ہی کوئی ایک حدیثِ پاک حفظ ہوتی۔

اُن کا ایک جاہل دوسرے احمق سے کہتا تھا:

میرے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھو! میں اُن کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ وہ قرآنِ پاک پڑھتا اور یہ اپنی رائے سے اس کی تفسیر بیان کرتا۔ اور یہ سرکش (شیخ نجدی) لوگوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیتا تھا۔

---

[۱] کہ جن میں نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس میں درود پاک بھیجنے کے فضائل ومناقب کا تذکرہ ہے۔

۞ اس کے ماننے والے نادان اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور یہ (ابن عبد الوہاب نجدی) ان تمام (من گھڑت) تفسیروں کو کتبِ علم (یعنی علومِ دینیہ کی کتابوں) اور اقوالِ علما و مفسرین پر ترجیح دیتا تھا۔

[۵] (یہ ظالم) حضراتِ ائمۂ اربعہ (یعنی چاروں فقہی اماموں) علیہم الرحمہ کے بہت سے اقوال وارشادات کے بارے میں کہتا تھا:

"میری نظر میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے"

۞ مگر کبھی کبھی تقیہ کر کے کہتا تھا:

"ائمۂ مجتہدین (حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک بن انس، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) تو حق پر تھے: لیکن مذاہب اربعہ (چاروں فقہی مذاہب، یعنی فقہِ حنفی، فقہِ مالکی، فقہِ شافعی اور فقہِ حنبلی) کو مدوّن و مرتّب کرنے والے ان کے پیروکار علما خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا"

[۶] (یہ بیوقوف) کبھی یہ کہتا تھا:

۞ "شریعت تو ایک ہے؛ مگر ان لوگوں نے اسے چار میں کیسے تقسیم کر دیا۔ یہ ہے اللہ عزوجل کی کتاب اور یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سنت۔ ہم صرف انھی دونوں پر عمل کریں گے۔ ہم کسی مصری، شامی یا ہندی کی پیروی نہیں کریں گے"

۞ مصری، شامی اور ہندی سے اس (نادان) کی مراد وہ اکابر علمائے حنابلہ ہیں جنھوں نے اس کے رد و ابطال میں کتابیں لکھیں ہیں۔

۞ خلاصۂ کلام یہ کہ اس کے نزدیک حق کا معیار یہ تھا کہ اس کی طبیعت کے موافق ہو،

اگرچہ شریعت کی یقینی دلیلوں اور اجماعِ امت کے خلاف ہو اور باطل کا پیمانہ یہ تھا کہ اس کی خواہش کے خلاف ہو اگرچہ اس کے حق ہونے پر روشن دلیلیں موجود ہوں اور اس کی حقانیت پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہو۔

شانِ رسالت میں ابنِ عبدالوہاب نجدی کی گستاخیاں:

۞ یہ (بدبخت) انسان مختلف عبارتوں کے ذریعے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کی تنقیص وتوہین کیا کرتا تھا اور خود کو توحید کا نگہبان سمجھتا تھا۔ اس (مردود) کی ایک (انتہائی ناپاک) عبارت یہ ہے:

۞ **”حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم طارش تھے“**

اہلِ مشرق کی زبان میں ”طارش“ اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف بھیجا گیا ہو۔ اِس (ناپاک) قول سے اس خبیث کی مراد یہ تھی کہ حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم (بندوں تک) محض (اللہ عزوجل کا) پیغام لانے والے ہیں۔ یعنی حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ آپ اُس قاصد کی طرح ہیں جسے کوئی امیر وحاکم کسی معاملے میں لوگوں کے پاس بھیجے؛ تاکہ وہ اُن تک اُس کا پیغام پہنچا کر واپس آجائے، بس۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۞ اس کا ایک خبیث قول یہ ہے:

”جب میں نے صلحِ حدیبیہ کے واقعے میں غور کیا تو مجھے فلاں فلاں بات جھوٹی نظر

آئی" معاذ اللہ رب العالمین۔

۞ اس (بدبخت) کی اِس جیسی بہت سی عبارتیں ہیں، یہاں تک کہ اُس کے پیروکار بھی اسی کے مثل کہتے اور کرتے تھے؛ بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ خبیث وناپاک باتیں کیا کرتے تھے اور جب لوگ محمد بن عبد الوہاب نجدی کو خبر دیتے (کہ تمھارے فلاں فلاں مریدوں نے ایسی ایسی خلافِ شرع باتیں کہی ہیں) تو یہ ان باتوں پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتا تھا۔ اس کے پیروکار اس طرح کی بکواسیں کبھی کبھی اس کے دربار میں، اس کے منہ پر کرتے، تب بھی یہ (ناہنجار اپنی) رضامندی کا اظہار کیا کرتا تھا۔

۞ کبھی کبھی اس کے بعض پیروکار یہ بکواس کرتے تھے:

عَصَايَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ لِاَنَّهَا يُنْتَفَعُ بِهَا فِي قَتْلِ الْحَيَّةِ وَنَحْوِهَا وَمُحَمَّدٌ قَدْ مَاتَ وَلَمْ يَبْقَ فِيهِ نَفْعٌ اَصْلاً۔ وَاِنَّمَا هُوَ طَارِشٌ وَقَدْ مَضٰى۔[۱]

ترجمہ: میری یہ لاٹھی محمد (فداہ ابی وامی) سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ یہ سانپ مارنے اور اس جیسے دوسرے کاموں میں کام آتی ہے۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم) تو انتقال کر چکے ہیں۔ اب ان سے فائدے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ وہ تو قاصد (ایلچی) تھے، جو کہ گزر گئے۔ معاذ اللہ۔

۞ اس (خبیث) کا رد کرنے والے بعض علمائے اہلِ سنت نے فرمایا:

اس طرح کی بکواس کرنا مذاہب اربعہ میں کفر ہے؛ بلکہ یوں کہیے کہ اس طرح کی باتوں کے کفر ہونے پر (ائمہ مجتہدین کا) اجماع ہے۔

---

[۱] شھداء الفضیلۃ، ص: ۲۸۸

ابنِ عبدالوہاب نجدی کا بچپن:

❁ محمد بن عبدالوہاب نجدی (تحریکِ وہابیت کا بانی) ابتدا میں مدینۂ منورہ میں علم حاصل کیا کرتا تھا۔ اس کا تعلق قبیلۂ بنی تمیم سے تھا۔ یہ شخص حصولِ علم کے لیے مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان گردش کرتا رہتا تھا۔ اس نے مدینۂ منورہ کے بہت سے جلیل القدر علماے علم حاصل کیا۔ شیخ محمد بن سلیمان شافعی اور شیخ محمد حیات سندی حنفی (علیہما الرحمہ) اس کے اساتذہ ومشائخ میں سے ہیں۔

بدبختی کے آثار:

❁ اس کے زمانۂ طالب علمی ہی میں یہ دونوں شیخ اپنی فراستِ ایمانی سے اس کے اندر کفرو اِلحاد اور بدعت وضلالت کے آثار دیکھ کر کہا کرتے تھے:

”عن قریب یہ گمراہ ہو جائے گا اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ بعد والوں کو بدبخت اور گمراہ کرے گا“

❁ ان مشائخ کرام نے جیسا فرمایا تھا بالکل ویسا ہی ہوا اور اُن حضرات کی فراست ایمانی نے خطا نہ کی۔

ابنِ عبدالوہاب نجدی اپنے والد اور سگے بھائی کی نظر میں:

❁ ابن عبدالوہاب نجدی کے والد حضرت عبدالوہاب (علیہ الرحمہ) علماے صالحین میں سے تھے۔ انھوں نے بھی اپنی اس ناخلف اولاد میں گم رہی اور بددینی کو بھانپ لیا تھا۔

اس لیے وہ اس کی بڑی مذمت کرتے تھے اور مسلمانوں کو اس سے خبردار رہنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اسی طرح اس کے بھائی حضرت علامہ سلیمان بن عبد الوہاب (علیہ الرحمہ) اس کی ایجاد کردہ خرافات و منکرات اور اس کے عقائدِ باطلہ کا بھرپور رد فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے اِس کے رد میں ایک کتاب بھی تالیف کی تھی۔ (جیسا کہ ماقبل میں گزرا)

۞ محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوا، اُس نے بڑی لمبی عمر پائی یہاں تک کہ ۱۲۰۶ھ میں ۹۵ رسال کی عمرِ دراز پا کر فوت ہوا۔

ابنِ عبد الوہاب نجدی کی خود ساختہ توحید:

۞ جب اُس (بدنصیب) نے اُن بدعات و خرافات اور عقائدِ خبیثہ کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا جو شیطانِ لعین نے اس کے لیے آراستہ کر دیے تھے، تو مدینۂ منورہ سے کوچ کر کے جانبِ شرق (پوربی علاقے) میں آ گیا اور لوگوں کو شرک ترک کر کے توحید کی طرف آنے کی دعوت دینے لگا۔ یہ، مسلمانوں کے سامنے اپنی بات کو خوب آراستہ کر کے پیش کرتا تھا اور انھیں یہ سمجھاتا تھا کہ (اس وقت) لوگوں کے عقائد اور اُن کے طور طریقے مشرکانہ (ہو چکے) ہیں اور وہ بدعات و خرافات میں غرق (ہو چکے) ہیں۔

۞ اس طرح دھیرے دھیرے ان کے سامنے اپنے عقائدِ باطلہ کو ظاہر کرنے لگا۔ اس کے دامِ فریب میں آ کر، بہت سے خالی الذہن اور سیدھے سادے، بالکل نچلے درجے کے دیہاتی لوگ اُس کے مطیع و فرماں بردار بن گئے۔

محمد بن سعود کی نصرت وحمایت:

۞ مشرق میں اس کی تحریک کا آغاز ۱۱۴۳ھ میں ہوا۔ ۱۱۵۰ھ کے بعد اس کی تحریک ''نجد'' (موجودہ ریاض) اور اس کے دیہی علاقوں میں مشہور ہوگئی اور اس کی تحریک سے متاثر ہو کر ''دَرْعِیَہ'' کا امیر محمد بن سعود اس کی نصرت وحمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنی حکومت کو وسیع کرنے اور اپنے اقتدار کو نافذ کرنے کے لیے محمد بن عبد الوہاب کو ذریعہ بنایا اور باشندگانِ درعیہ (درعیہ کے رہنے والوں) کو محمد بن عبد الوہاب کے عقائدِ باطلہ کی پے رَوی پر ابھارا۔

۞ اُس کی ترغیب وتحریک پر باشندگانِ درعیہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگ اس کے پیروکار بن گئے۔ یکے بعد دیگرے عرب کے متعدد قبائل اور مختلف خاندان اُس کے فرماں بردار بن گئے، یہاں تک کہ اس کی حکومت قوی و مستحکم ہوگئی اور اہلِ بادیہ (صحراؤں میں رہنے والے، دیہاتی لوگ) اس سے خوف کھانے لگے۔

۞ یہ (ابن عبد الوہاب نجدی) اُن سے کہتا تھا:

''ہم تمھیں خالص توحید کی اور اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں''

۞ یہ ان کے روبرو خوب چکنی چپڑی باتیں کیا کرتا تھا۔ یہ لوگ چوں کہ پرلے درجے کے جاہل اور دینی امور سے بالکل ناآشنا تھے؛ اس لیے انھوں نے اُس کی بدعات وخرافات کو خوب پسند کیا۔

یہ (نالائق) ان سے کہتا تھا:

"میں تمھیں دین کی دعوت دے رہا ہوں اور (کان کھول کر سن لو) روے زمین پر بسنے والے تمام انسان مطلقاً (بغیر کسی قید کے، سب کے سب) کافر ہیں اور جو شخص کسی مشرک کو قتل کرتا ہے وہ جنت کا حق دار بن جاتا ہے"

اَن اَن پڑھ دیہاتیوں نے اس کی پے روی کی اور اُن کے دل اس کی بتائی ہوئی باتوں پر مطمئن ہو گئے۔

ابن عبدالوہاب نجدی اپنے پیروکاروں کی نظر میں:

ابن عبدالوہاب نجدی کو اُن (دیہاتیوں) کے درمیان وہ مقام حاصل تھا جو ایک نبی کو اپنی امت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے پیروکار کسی بھی بات میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے تھے اور اس کے حکم کے بغیر کسی بھی کام کو عملی جامہ نہیں پہناتے تھے۔ یہ لوگ اس کی غایت درجہ تعظیم کیا کرتے تھے۔

اس کے پیروکار جب کسی کو قتل کرتے تھے تو اس کا مال لوٹ کر اس کا پانچواں حصہ امیر محمد بن سعود کو دیتے اور باقی اپنے درمیان تقسیم کر لیتے تھے۔ وہ جہاں بھی جاتا یہ لوگ اس کے ساتھ جاتے اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرتے۔ امیر محمد بن سعود اس کے ہر حکم کو نافذ کرتا تھا، یہاں تک کہ اس کی حکومت کشادہ ہو گئی۔

وہابیوں کا علماے حرمینِ شریفین سے پہلا مناظرہ:

وہابی فساد کے پھیلنے اور نجدی حکومت کے وسیع ہونے سے پہلے ان لوگوں نے

شریف [۱] مسعود بن سعید بن سعد بن زید کے دورۂ اقتدار میں حج کرنے کا ارادہ کیا۔ شریف مسعود کی حکومت مکۂ مکرمہ میں ۱۱۴۶ھ سے ۱۱۶۵ھ تک (مسلسل ۱۹ رسالوں تک) رہی۔ ان لوگوں نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے؛ تاکہ وہ حج کی اجازت حاصل کریں۔ ان کا سب سے بڑا مقصد اپنے عقائد کو ظاہر کرنا اور اہلِ حرمین کو ان کے قبول کرنے پر ابھارنا تھا۔

۞ پہلے انھوں نے اپنے تیس علما بھیجے۔ ان کا گمان تھا کہ یہ لوگ اہلِ حرمین کے عقایدِ صحیحہ کو فاسد کر کے ان میں کذب داخل کر دیں گے۔ انھوں نے آ کر (شریفِ مکہ سے) حجِّ بیت اللہ کی اجازت طلب کی، اگر چہ کچھ نقد کے بدلے ہی کیوں نہ ہو، جسے وہ ہر سال ادا کریں گے۔

۞ اہلِ حرمین (حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ کے رہنے والے) یہ سن چکے تھے کہ نجد میں محمد بن عبد الوہاب (نامی شخص) کا خروج ہوا ہے اور اس نے اہلِ بادیہ کے عقائد کو فاسد کر دیا ہے؛ لیکن یہ لوگ اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں تھے۔ جب یہ علماے نجد مکۂ مکرمہ پہنچے تو شریف مسعود نے حرمینِ شریفین کے علماے کرام کو حکم دیا کہ وہ ان علماے نجد سے مناظرہ کریں۔ جب ان علماے کرام نے ان نجدی جاہلوں سے مناظرہ کیا تو انھیں مسخرہ

---

[۱] "شریف" ایک عظیم الشان منصب تھا، جو کہ فاطمین مصر کے دور میں ۹۶۷ء میں قائم کیا گیا۔ پہلے شریفِ مکہ "تیمون" تھے۔ یہ ۱۳ رسالوں تک اس منصب پر قائم رہے۔ شریفِ مکہ کی بنیادی ذمے داری حرمینِ شریفین میں عازمینِ حج وعمرہ کو سہولیات فراہم کرنا اور ان کا مکمل انتظام وانصرام کرنا تھا۔ یہ منصب گورنری کے منصب سے کم نہ تھا۔

(یعنی بالکل ان پڑھ، گنوار، جاہل، قابلِ استہزاء) پایا۔

یہ، اپنی نادانی اور جہالت میں ان گدھوں کی طرح تھے جو شیر کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوں۔ علمائے حرمین نے جب ان کے عقائد میں غور کیا تو انھیں بہت سے کفریات (کفریہ باتوں) پر مشتمل پایا۔ جب اُن علمائے اہلِ سنت نے اُن (نجدیوں) پر حجت و برہان قائم کردی تو شریف مسعود نے قاضی شرع کو حکم دیا کہ ان کے کفر ظاہری کا قطعی فیصلہ کرے؛ تاکہ اگلے پچھلے سبھی جان لیں کہ یہ کافر و مرتد ہیں اور اس نے یہ حکم بھی صادر کیا کہ ان ملحدوں اور گدھوں کو قید کرکے، اِن کے ہاتھوں میں زنجیریں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دی جائیں۔

چناں چہ ان کی ایک جماعت گرفتار ہوئی اور دوسری جماعت بھاگ کر درعیہ میں پناہ گزیں ہوئی اور اپنے امیر کو اپنے مشاہدے سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر ان کے امیر نے تکبر و غرور سے کام لیا؛ لیکن اپنے مقصد (یعنی مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے) سے باز رہا اور (فی الحال) اسے مؤخر کردیا (ٹال دیا)۔

شریفِ مکہ مسعود بن سعید کا انتقال:

جب ۱۱۶۵ھ میں شریف مسعود کا انتقال ہوا اور اس کی حکومت ختم ہوگئی۔ اور اس کے بھائی شریف مساعد بن سعید مکہ مکرمہ کے نئے امیر منتخب ہوئے، تو ان لوگوں نے حجِ بیت اللہ کی اجازت طلب کرنے کے لیے ان کے پاس بھی اپنے آدمی بھیجے۔ جب انھوں نے بھی اجازت دینے سے صاف انکار کردیا، تو ان کی خواہشات دھری کی دھری رہ گئیں۔

شریف احمد بن سعید کا دورِ اقتدار:

۞ جب شریف مساعد کی حکومت (بھی) گزر گئی اور ۱۱۸۴ھ میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھائی شریف احمد بن سعید مکۂ معظمہ کے امیر مقرر کیے گئے۔ ان کے امیر بننے کے بعد درعیہ کے امیر (محمد بن سعود) نے ان کے پاس (حجِّ بیت اللہ کی اجازت طلب کرنے کے لیے، وہابی) علما کی ایک ٹیم بھیجی۔ شریف نے اپنے علما کو انھیں جانچنے کا حکم دیا۔ جب ان علمائے ذوی الاحترام نے اُن وہابی علما (کے افکار و نظریات) کو پرکھا تو پایا کہ ان کا مذہب وہی ہے جو زنادقہ (بے دینوں) کا ہے۔ اس لیے انھوں نے بھی حج کی اجازت دینے سے منع کر دیا۔

وہابیوں کی ایک اور ناکام کوشش:

۞ پھر ۱۱۸۶ھ میں شریف احمد بن سعید سے مکۂ مکرمہ کی امارت و حکومت ان کے بھتیجے شریف سرور بن مساعد نے چھین لی، تو ان لوگوں نے شریف سرور بن مساعد کے زمانۂ اقتدار میں ان کے پاس حج کی اجازت طلب کرنے کے لیے آدمی بھیجے۔ انھوں نے ان کو جواب دیا کہ اگر تم لوگ مکۂ معظمہ آنا چاہتے ہو تو میں تم سے اس کے بدلے ہر سال وہی ٹیکس لوں گا جو عجمیوں (یعنی عرب کے علاوہ دیگر ممالک میں رہنے والوں سے) اور رافضیوں سے لیتا ہوں اور عمدہ قسم کے سو گھوڑے مزید لوں گا۔ ان پر اس رقم کا ادا کرنا گراں گزرا اور انھوں نے رافضیوں کی طرح خراج ادا کرنے کو پسند نہ کیا۔

آلِ سعود اور خلافتِ عثمانیہ کے مابین جنگ کا آغاز:

جب ۱۲۰۲ھ میں شریف سرور بن مساعد کا انتقال ہو گیا اور ان کے بھائی شریف غالب مکۂ مکرمہ کے حاکم منتخب ہوئے تو انھوں (یعنی وہابیوں) نے ان کے پاس بھی حج کی اجازت حاصل کرنے کے لیے اپنے نمائندے بھیجے۔ انھوں نے بھی انکار کیا اور ان پر حملہ کرنے کی دھمکی دی اور ۱۲۰۵ھ میں ایک عظیم الشان لشکر تیار کر کے ان پر چڑھائی بھی کر دی۔

ان کے اور شریف غالب کے درمیان ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۲۰ھ تک مسلسل جنگیں ہوتی رہیں۔ جب شریف غالب ان کو ہٹانے سے عاجز ہو گئے تو وہ ظالم مکۂ معظمہ میں داخل ہو گئے؛ لیکن مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل ان کے اور شریف غالب کی فوج کے درمیان بڑی خون ریز جنگیں ہوئیں۔ اگر ان کی تفصیلات ذکر کروں تو گفتگو بہت دراز ہو جائے گی۔

نجدی بدبختوں کی فتوحات کا سلسلہ:

اس مدت میں اہلِ نجد کی حکومت بہت وسیع ہو چکی تھی اور ان کا فتنہ وفساد کافی پھیل چکا تھا۔ اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے یہ لوگ پورے جزیرۂ عرب کے مالک بن گئے۔ (تفصیل یہ ہے کہ) یہ لوگ پہلے مشرق پر قابض ہوئے، پھر احسآء، بحرین، عمان اور مسقط پر غالب ہوئے اور (پھر) ان کی حکومت بغداد اور بصرہ سے جا ملی۔ اس کے بعد پورے

حرار پر بھی ان کا کنٹرول ہو گیا۔ پھر نخلستانی علاقہ خیوف، پھر خربیہ، فرع اور جہنیہ پر قابض ہوئے۔ پھر مدینۂ منورہ اور شام کے درمیان کے تمام صوبوں اور علاقوں کے مالک ہو گئے؛ یہاں تک کہ ان کی حکومت کی سرحدیں شام اور حلب سے جا ملیں اور یہ لوگ شام، حلب، بغداد، مدینہ اور مکہ غرض کہ پورے عرب دنیا پر حکمراں ہو گئے۔ یہ لوگ مکہ اور طائف پر قابض ہونے سے پہلے ان کے قرب میں واقع تمام قبائلِ عرب کے مالک ہو چکے تھے۔

نجدیوں کی بے رحمی اور شقاوتِ قلبی:

❁ اور جب ۱۲۱۷ھ میں طائف پر ان کی حکومت قائم ہوئی تو ان ظالموں نے چھوٹے اور بڑے، حاکم اور محکوم سب کو بے دریغ (بے تحاشا، بے سوچے سمجھے، کھلے دل سے) قتل کیا۔ جس (خوش نصیب) کی عمر باقی تھی وہی اُن ظالموں سے بچ سکا۔ یہ لوگ بچوں کو ان کی ماں کی گود ہی میں قتل کر دیتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے مالوں کو لوٹا، ان کی عورتوں کو قید کیا اور بہت سے ایسے کارہائے بد (برے کام) کیے جن کو ذکر کر دینے سے گفتگو کافی طویل ہو جائے گی۔

❁ شہرِ طائف کو تباہ و برباد کرنے کے بعد محرم ۱۲۱۸ھ میں، ان درندوں نے مکۂ مکرمہ کا قصد کیا۔ شریفِ مکہ کے اندر ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ لہٰذا اس نے ان کے لیے مکۂ مکرمہ خالی کر دیا اور جدّہ چلا گیا۔ اُن نجدیوں کے مکے میں داخل ہونے سے پہلے، مکے کے چند افراد دو مرتبہ اُن کے پاس گئے اور انھوں نے اہلِ مکہ کے لیے امان حاصل کی۔ اس لیے یہ لوگ مکۂ مکرمہ میں اپنی امان کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے داخل ہوئے، اس

کے بعد شریف غالب کو قتل کرنے کے لیے جدہ کی جانب روانہ ہوئے۔

۞ شریف غالب نے انتہائی بہادری وجاں بازی کے ساتھ ان سے جہاد کیا اور ان پر توپوں سے حملے کیے۔ اس وجہ سے یہ لوگ جدہ میں داخل نہیں ہو سکے، چناں چہ ماہِ صفر ۱۲۱۸ھ میں ناکام و نامراد ہو کر اپنے دِیار (وطن) واپس چلے گئے اور مکۂ مکرمہ کی حفاظت کے لیے اپنی فوج کی ایک ٹکڑی کو چھوڑ گئے۔

۞ اسی سال ماہِ ربیع الاول میں شریف غالب مکۂ مکرمہ واپس آیا، اس کے ساتھ جدّہ کا والی "پاشا" اور چند فوجی ٹکڑیاں تھیں، چناں چہ اُس نے (اپنی فوج کے بل بوتے) نجدیوں کو نکال کر مکۂ مکرمہ پر دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اس کے اور نجدیوں کے درمیان ۱۲۲۰ھ تک خون ریز جنگیں ہوتی رہیں۔ نجدی تمام اطراف پر غالب آئے اور انھوں نے مکۂ معظّمہ کا گھیراؤ کر لیا۔

۞ (اس وقت) اہلِ مکہ سخت مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوئے۔ (کھانے پینے کے سامان بالکل ختم ہو گئے، حالت یہ ہو گئی کہ) لوگ کتّوں اور مرداروں کو کھانے پر مجبور ہو گئے۔ پھر شریف غالب نے اُن سے صلح کر لی اور وہ لوگ مکۂ مکرمہ میں صلح کے ذریعے داخل ہوئے۔ اور مکۂ مقدسہ میں اُن کی حکومت ۱۲۲۷ھ تک قائم رہی۔

مکۂ مکرمہ سے وہابی حکوت کا خاتمہ:

۞ اس کے بعد ہمارے سردار (سلطنتِ عثمانیہ کے فرماں روا) سلطان محمود نے مصر کے وزیر اعظم اور (اپنے) مشیر محترم محمد علی پاشا کو حکم دیا۔ محمد علی پاشا نے اپنے سردار کے حکم

سے ان (بدبختوں) کے خلاف (سخت) فوجی کارروائی کی اور انھیں حرمین طیبین سے نکال پھینکا۔ پھر اُس نے جہاد کرنے کے لیے ایک (عظیم الشان) لشکر اُن کے دیار (علاقے) میں بھیجا اور لشکر کے ساتھ خود بھی گیا، یہاں تک کہ اس نے انھیں بیخ و بن (جڑ) سے اکھاڑ پھینکا۔

۞ بعض علماے کرام نے نجدیوں کے مکۂ مکرمہ سے نکلنے کی تاریخ "قطع دابر الخوارج" [یعنی خارجیوں کی دُم کٹ گئی رخارجی ہلاک ہو گئے] سے نکالی ہے۔ ان کی جنگوں کے حالات اور مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے اُن کے سلوک کو اگر لکھ دوں تو کلام بہت طویل ہو جائے گا، اس لیے ان کے ذکر سے گریز کرتا ہوں۔

۞ نجدیوں کا پہلا امیر "محمد بن سعود" تھا۔ جب یہ مر گیا تو اس کی نالائق اولاد نے اس کی تحریک کو آگے بڑھایا اور جب "محمد بن عبد الوہاب" نجدی مر گیا تو اس کی ناخلف اولاد نے بھی اس کی ایجاد کردہ خرافات کو فروغ دینا شروع کیا۔

۞ محمد بن سعود اور اس کی اولاد کا طریقۂ کار یہ تھا کہ جب انھیں کسی قبیلے پر غلبہ حاصل ہوتا تو اسے اس کے قریب والے قبیلے پر مسلط کر دیتے اور وہ دوسرے کو اس کے بعد والے پر مسلط کر دیتا۔ اس طرح سے یہ لوگ (عرب کے) تمام قبیلوں پر قابض ہو گئے۔

محمد بن سعود کا طریقۂ کار:

۞ محمد بن سعود جب کسی شہر پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو جس قبیلے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا اس کے نام چھنگلی کے برابر ایک چھوٹا سا خط لکھتا اور اس سے شریکِ جنگ ہونے کا

مطالبہ کرتا۔ اس کا انتہائی مختصر خط پڑھ کر وہ لوگ اس کے پاس سفر کے ضروری سازوسامان کے ساتھ آجاتے اور اُسے کسی چیز کا مکلف نہیں بناتے۔ اس کے پاس کوئی منظّم فوج تھی نہ لشکر اور نہ ہی حساب رکھنے والا کوئی محکمہ۔

❁ یہ لوگ جب کچھ لُوٹتے تو ایک خُمس (یعنی پانچواں حصہ) اسے دیتے اور چار خمس آپس میں بانٹ لیتے۔ یہ (بدبخت) جہاں جاتا اس کے ساتھ اس کے ہزاروں عاشق ہوتے جنھیں صرف اللہ شمار کرسکتا ہے۔ یہ لوگ (اس کے ایسے عاشق تھے کہ) معمولی سے معمولی کاموں میں بھی اس کی مخالفت نہیں کرسکتے تھے۔

نجدی فتنہ سب سے بڑا فتنہ:

❁ یہ ایک آزمائش تھی جس کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو آزمایا اور یہ اسلام میں ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ہے، جس کے مصائب سے (لوگوں کی) عقلیں زائل ہوگئیں اور اربابِ عقل ودانش حیران ہوگئے۔ یہ لوگ کچھ چیزوں کے ذریعے نادانوں کو اس شبہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ یہ لوگ احکامِ دینیہ کو قائم کرنے والے ہیں؛ کیوں کہ انھوں نے دیہاتیوں کو نماز قائم رکھنے، جمعہ کا اہتمام کرنے اور جماعت کی پابندی کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح زنا، لواطت اور ڈاکہ زنی جیسے ظاہری برے کاموں سے باز رہنے کا بھی حکم دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راستے محفوظ و پُرامن ہوگئے، (اور اہل عرب یہ سمجھے کہ یہ لوگ حق پر ہیں)۔

نجدیوں کی دعوتِ توحید کی حقیقت:

۞ (اسی طرح) یہ نجدی لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے، تو جاہل و ناداں قسم کے لوگ انھیں (بہت) اچھا سمجھنے لگے۔ لیکن احمق لوگ ان (بدبختوں) کی اِس حرکت سے غافل رہے کہ یہ لوگ (دنیا بھر کے) مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں؛ بلکہ چھ سو سال قبل کی پوری اُمتِ مسلمہ کو کافر و بے دین خیال کرتے ہیں۔ جاہل لوگ اس سے بھی غافل رہے کہ یہ نجدی مسلمانوں کی جان و مال کو اپنے لیے مباح (حلال) سمجھتے ہیں اور یہ کہ انھوں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور ان سے محبت کرنے والوں کی شان میں طرح طرح کی (سخت ترین) گستاخیاں کر کے ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

۞ اُن کے اِس طرح کے بے شمار گندے اور ناپاک افکار و خیالات ہیں جنھیں انھوں نے ایجاد کیا اور جن کے ذریعے انھوں نے امتِ محمدیہ علی سیدھا الصلاۃ والتحیۃ کی تکفیر کی۔

۞ جب کوئی شخص طوعاً و کرھاً اُن کے (نئے) دین کی پے روی کرنا چاہتا تو یہ لوگ پہلے اسے یہ حکم دیتے:

۞ ''شہادتین (کلمۂ شہادت) کا اقرار کرو!''

پھر اُس سے کہتے:

''تم اپنے نفس پر گواہی دو کہ تم کافر تھے۔ اسی طرح اپنے والدین پر گواہی دو کہ وہ حالتِ کفر میں مرے اور فلاں فلاں کے بارے میں گواہی دو کہ وہ بھی کافر تھے''

۞ اسی طرح ماضی کے اکابر علما کی ایک بڑی جماعت کا نام لے کر ان کے کفر کا اقرار کراتے۔ اگر وہ ان سب کے کافر ہونے کی گواہی دے دیتا تو اسے قبول کر لیتے اور اپنا بھائی بنا لیتے ورنہ قتل کروا دیتے۔

۞ یہ لوگ واضح طور پر کہتے تھے کہ چھ سو سال سے پوری امت کافر ہے۔ سب سے پہلے اِس خبیث عقیدے کا اظہار محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کیا تھا۔ اس کے بعد اس کے ماننے والوں نے بھی اُس کی پے رَوی کی اور اس خبیث قول کو اپنی زبانوں پر لائے۔

۞ جب کوئی مسلمان حج کرنے کے بعد ان کے (ایجاد کردہ) دین میں داخل ہوتا تو یہ (نالائق) اسے دوبارہ حج کرنے کا حکم دیتے اور کہتے:

"تم نے پہلا حج (چوں کہ) حالتِ شرک میں کیا تھا، تم سے حجِّ فرض ساقط نہیں ہوا (لہذا تمھیں پھر سے حج کرنا ہوگا)"

۞ (ان کی حماقت و جہالت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ) اگر باہری لوگ ان کی پے رَوی کرتے تو یہ ان کو مہاجرین سے موسوم کرتے اور اگر ان کے شہر والے پے رَوی کرتے تو ان کو انصار کے نام سے پکارتے۔

ابنِ عبد الوہاب نجدی کی دلی آرزو:

۞ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ وہ نبوت کا دعوے دار تھا، البتہ اس کا اظہار نہیں کر سکا؛ اس لیے کہ یہ شروع شروع میں ان لوگوں کی خبروں کے مطالعے کا بڑا شوق رکھتا تھا جنھوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا، جیسے: مسیلمہ کذاب،

سجاح، اسود عنسی، طلیحہ اسدی اور ان جیسے دوسرے دعوے دار۔ گویا کہ وہ اپنے دل میں دعویٰ نبوت کا ارادہ رکھتا تھا، اگر اس دعویٰ کے اظہار پر قدرت پاتا تو ضرور ظاہر کر دیتا۔

۞ یہ اپنے ماننے والوں سے کہتا تھا:

"میں تمہارے پاس دینِ جدید (نیا دین) لے کر آیا ہوں"

یہ (بدبخت) اپنے اقوال و افعال سے بھی اس کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اسی لیے یہ چاروں اماموں کے (فقہی) مذاہب اور علمائے کرام کے اقوال و آرا پر اعتراض کرتا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دین میں سے صرف قرآنِ مقدس کو قبول کیا اور اپنی مرضی اور منشا کے مطابق اس کی تاویل کی (مگر حقیقت یہ ہے کہ) قرآنِ کریم کو بھی اس نے محض زبانی قبول کیا تھا؛ تا کہ لوگ اس کی حقیقت سے ناآشنا رہیں۔

ائمۂ تفاسیر کے اقوال سے انحراف:

۞ محققینِ اہلِ سنت نے (مضبوط) دلائل کے ساتھ اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے ماننے والے اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ حضور مختارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، آپ کے صحابۂ کرام، سلفِ صالحین اور ائمۂ تفاسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بیان کردہ تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے تھے؛ کیوں کہ وہ ان باتوں کا قائل نہیں تھا۔ وہ قرآنِ کریم کے علاوہ نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی احادیثِ کریمہ، صحابۂ کرام، تابعین

عظام اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال کو توجہ کے لائق نہیں سمجھتا تھا، اِسی طرح ان مسائل کو بھی قبول نہیں کرتا تھا جنھیں ائمۂ کرام نے قرآن وحدیث سے مستنبط کیا تھا۔

اجماع اور قیاسِ شرعی کا صاف انکار:

۞ یہ (شخص) اجماع اور قیاسِ صحیح کا بھی منکر تھا۔ یہ، حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کا جھوٹا دعوی کیا کرتا تھا، حالاں کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اس کے عقائدِ باطلہ سے بری ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے ہم عصر بہت سے علماے حنابلہ نے نہ صرف یہ کہ اس کے رد کو مستحسن قرار دیا؛ بلکہ اس کے رد میں بہت سے رسالے بھی تصنیف کیے۔ خود اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے اس کے رد میں ایک رسالہ تحریر کیا تھا۔

تکفیرِ مسلمین کا جنون:

۞ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے لیے، اُن آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرکے، انھیں مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے جو مشرکوں اور کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں۔

۞ چناں چہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خارجیوں کا یہ وصف روایت کرتے ہیں کہ وہ کفار کے بارے میں نازل ہونے والی

آیتوں کو لے کر مسلمانوں پر چسپاں کریں گے۔[۱]

۞ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي رَجُلٌ مُتَأَوِّلٌ لِلْقُرْآنِ يَضَعُهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ۔[۲]

ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس شخص سے اندیشہ ہے جو قرآنِ کریم کی غلط تفسیر بیان کرے گا اور اسے دوسرے مقام پر رکھے گا۔

---

[۱] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیہم، رقم الحدیث: ۶۹۳۰

[۲] اسے علامہ متقی ہندی علیہ الرحمہ نے ''کنز العمال'' میں، حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اِن الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَى هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَتَأَوَّلُوْنَ الْقُرْآنَ عَلَى غَيْرِ تَأْوِيْلِهِ۔

ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ان لوگوں کا خوف ہے جو قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر بیان کریں گے جس

کا تفسیرِ قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

- کنز العمال، للعلامہ علاؤ الدین المتقی بن حسام الدین الہندی، ج:۱، ص:۲۷۰
- مخالفۃ الوہابیۃ للقرآن والسنۃ، للشیخ عمر عبد السلام، ص:۳۹
- کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبد الوہاب، للعلامۃ السید محسن الامین، ج:۱، ص:۱۱۶

۞ یہ دونوں حدیثیں محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں پر حرف بحرف صادق آتی ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ اپنے گورنروں کو بھی (جو کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر جاہل ہوتے تھے) یہ حکم دیتا تھا:

۞ ”اپنی سمجھ کے مطابق غور وفکر کر کے وہی حکم صادر کرو جو اس دین (وہابی) کے مناسب ہو اور اُن (فقہاء وائمہ کی) کتابوں کی طرف بالکل دھیان نہ دو؛ کیوں کہ ان میں حق اور باطل دونوں ہیں“

۞ اس کی ایجاد کردہ بدعات وخرفات میں، اُس کی پے رَوی نہ کرنے کی وجہ سے، اس نے بہت سے علما وصالحین اور عوام المسلمین کو قتل کرا دیا۔ وہ (بدبخت) شیطان کی خواہش کے مطابق زکات کا مال تقسیم کرتا تھا۔

ابن عبد الوہاب کے مقلدین کا فریب:

۞ اس کے ماننے والے مذاہبِ اربعہ (چاروں فقہی مذاہب) میں سے کسی کی پے رَوی نہیں کرتے؛ بلکہ اپنے آقا ”شیخِ نجدی“ کے فرمان کے مطابق خود ہی اجتہاد کیا کرتے ہیں۔ البتہ لوگوں کو فریب دینے کے لیے بظاہر حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کا دعوی کرتے اور خود کو حنبلی کہتے ہیں۔

۞ محمد بن عبد الوہاب نجدی نمازِ (فرض) کے بعد (اجتماعی طور پر) دعا کرنے سے (بھی) منع کرتا تھا اور کہتا تھا:

''یہ تو بدعت ہے اور تم لوگ اس کے ذریعے اجر چاہتے ہو''[1]

اِن نجدیوں کے خلاف اہلِ حق کا جہاد:

❁ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے فرمانِ مبارک:

---

[1] آج بھی سعودی عرب کی تمام مساجد؛ بلکہ حرمین شریفین میں بھی، اِس فتوے پر ایسی پابندی کے ساتھ عمل ہوتا ہے، جیسے فرض کے بعد دعا مانگنا سخت ناجائز و حرام ہو اور دینِ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ ان کی اس پابندی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے ''شیخ نجد'' کے فتوے کو وحیِ الٰہی کا درجہ دے رکھا ہے۔ وہاں کوئی بھی امام فرض نمازوں کے بعد اجتماعی شکل میں دعا مانگنے کی ہمت وجرأت نہیں کرسکتا۔ وہاں جانے والے خوش نصیب، اپنی کھلی سے آنکھوں سے وہابیوں کو ''فرض نمازوں کے بعد'' اس قدر تیزی کے ساتھ مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھتے ہیں، جیسے مسجد میں کانٹے بچھے ہوں۔ ان پر بدعات سے بچنے کا ایسا جنون طاری رہتا ہے کہ تنہا دعا مانگنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حالاں کہ فرض نمازوں کے بعد انفراداً واجتماعاً، ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے۔ فرض نمازوں کے بعد کے اوقات ''قبولیتِ دعا'' کے اوقات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان اوقات میں دعائیں مانگنا، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں رونا اور گڑگڑانا، حضورِ اقدس علیہ الصلاۃ والسلام، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ثابت ہے۔

مندرجہ ذیل کتب میں روایتیں موجود ہیں، جو چاہے مطالعہ کرے اور حق کے جلووں سے اپنے قلب وجگر کو منور کرے۔

اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ وَسَكَتَ الْعَالِمُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔[ا]

ترجمہ: جب بدعتوں کا ظہور ہو اور عالمِ دین خاموش رہے تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت برستی ہے۔

- صفحہ ۳۳۴: المعجم الکبیر، للامام الطبرانی، ج: ۱۳، ص: ۱۲۹، رقم الحدیث: ۳۲۴
- المعجم الکبیر، للامام الطبرانی، ج: ۴، ص: ۲۱
- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۲۴۷
- السنن، للامام ابی داود، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۳

[ا] اس حدیثِ پاک کو متعدد محدثین نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ وَسُبَّ أَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فتنے ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو عالم پر واجب ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے (اور ناموسِ صحابہ کی حفاظت کرے)، جو عالم ایسا نہ کرے اس پر اللہ عزوجل کی، جملہ فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

- الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، للامام احمد بن محمد بن حجر سعدی مکی ہیتمی، المقدمۃ الاولیٰ، ص: ۴۱
- الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، للامام ابی بکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی، تحقیق الدکتور محمود الطحان، ج: ۲، ص: ۱۸۸
- میزان الاعتدال فی نقد الرجال، للامام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی، ج: ۶، ص: ۲۱۴
- لسان المیزان، للامام احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، ج: ۵، ص: ۲۶۴

اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ارشادِ گرامی:

مَا ظَهَرَ اَهْلُ بِدْعَةٍ اِلَّا اَظْهَرَ اللّٰهُ فِيْهِمْ حُجَّتَهٗ عَلٰى لِسَانِ مَنْ شَآءَ مِنْ خَلْقِهٖ [۱]

ترجمہ: جب بھی بدعتی لوگ ظاہر ہوتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں اپنی پسندیدہ مخلوق کی زبان پر اپنی حجت (حق وصداقت کی مضبوط دلیل) کو ظاہر فرمادیتا ہے۔

پر عمل کرتے ہوئے مذاہب اربعہ کے علمائے ذوی الاحترام نے بڑی بڑی کتابوں میں ان (وہابیوں) کا رد بلیغ فرمایا۔ اسی لیے مشرق ومغرب میں پھیلے تمام مسالک کے علما وفضلا نے ان کے رد کو مستحب قرار دیا ہے (بلکہ علمائے ربانیین نے ان کی تردید کو فرائض میں شمار کیا ہے) اور بعض علمائے اہلِ سنت نے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ہی کے اقوال سے اس (محمد بن عبد الوہاب نجدی) کے رد کا التزام کیا اور اس (گنوار) سے ایسے ایسے (علمی) سوال کیے جنھیں ایک ادنی طالب علم بھی حل کرسکتا ہے؛ لیکن وہ جاہل ان کا بھی جواب نہ دے سکا، اس لیے کہ اسے کسی بھی علم کی ہوا نہیں لگی تھی، اسے تو صرف وہی وسوسے معلوم تھے جو شیطانِ لعین نے اس کے لیے آراستہ کیے تھے۔

---

[۱] الجامع الصغیر، للامام عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، رقم الحدیث: ۱۱۸۸۳

- جامع الاحادیث، للامام عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، ج:۱۹، ص:۴۹
- الجامع الکبیر، للامام عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، ج:۷، ص:۶۵۸
- الفردوس بماثور الخطاب، للامام ابی شجاع شیرویہ بن شهر دار الدیلمی، ج:۳، ص:۶۷
- کنز العمال، للامام علی بن حسام الدین المتقی الھندی، ج:۱، ص:۲۲۰
- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، للامام نور الدین علی بن سلطان المعروف بالملا علی القاری، ج:۱۱، ص:۱۵۳

جنھوں نے اس کے رد میں کتابیں تالیف کیں اور اس سے ایسے سوالات کیے جن کا وہ جواب نہ دے سکا، اُن میں حضرت علامہ شیخ محمد بن عبد الرحمن بن عفالق ہیں۔ انھوں نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے رد میں "تَهَكُّمُ الْمُقَلِّدِيْنَ بِمَنِ ادَّعٰى تَجْدِيْدَ الدِّيْنِ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس مبارک رسالے میں انھوں نے اس کے ایجاد کردہ ہر مسئلے کا بھرپور رد فرمایا ہے۔ اس رسالے کے علاوہ انھوں نے علومِ شریعت و آداب سے متعلق چند سوالات لکھ کر اس کے پاس روانہ کیے۔ بڑے بڑے سوالات کے جواب دینا تو درکنار اس (بدبخت) سے چھوٹے سے چھوٹے سوال کا جواب بھی نہ بن پڑا۔

ابنِ عبد الوہاب نجدی کا علمی قد:

ان کا ایک سوال یہ تھا:

(محمد بن عبد الوہاب!) میں تجھ سے باری تبارک و تعالیٰ کے قول "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا الخ" جو کہ قصارِ مفصل میں سے ہے،[۱] کے بارے میں سوال کرتا ہوں کہ اس آیتِ کریمہ میں:

---

[۱] سورۂ حجرات سے سورۂ ناس تک کی سورتوں کو "مفصَّل" کہا جاتا ہے۔ مفسرین کرام نے اس کے تین حصے کیے ہیں۔

(۱) سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتوں کو "طِوالِ مفصَّل" کہتے ہیں۔

(۲) سورۂ بروج سے سورۂ بینہ تک کی سورتوں کو "اوساطِ مفصل" سے موسوم کرتے ہیں۔

(۳) اور سورۂ بینہ سے سورۂ ناس تک کی سورتوں کو "قِصارِ مفصَّل" کہا جاتا ہے۔

حقیقتِ شرعیہ، حقیقتِ لغویہ اور حقیقتِ عرفیہ کی تعداد کتنی ہے؟[۱]

---

[۱] حقیقت کا لغوی معنٰی:

لفظِ حقیقت ''حق'' سے ماخوذ ہے۔ یہ اگر فاعل کے معنٰی میں ہو تو اس کا معنٰی ''ثابت'' ہوتا ہے، اور اگر مفعول کے معنٰی میں ہو تو اس کا مفہوم ''مُثبت'' یعنی ثابت کردہ ہوگا۔

حقیقت کا اصطلاحی معنٰی:

جو لفظ ابتدائی طور پر جس معنٰی کے لیے وضع کیا گیا ہو، اگر اسی میں استعمال ہو تو اسے ''حقیقت'' کہتے ہیں۔ جیسے ''اسد'' کا لفظ چیر پھاڑ کرنے والے انتہائی خطرناک درندے ''شیر'' کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اسد کا استعمال شیر کے معنٰی میں ''حقیقت'' ہے۔

پھر حقیقت کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ لغوی ۲۔ عرفی ۳۔ شرعی

(۱) حقیقتِ لغوی: لفظ لغت میں پہلی بار جس معنٰی کے لیے وضع کیا گیا ہو اس کا استعمال اسی معنٰی میں ہو۔

(۲) حقیقتِ عرفی: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ حقیقتِ عرفیہ عامہ ۲۔ حقیقتِ عرفیہ خاصہ

(۱) حقیقتِ عرفیہ عامہ: لفظ اہلِ لغت کے یہاں اپنے ہی بعض مدلول پر بہت زیادہ استعمال ہونے کی وجہ سے، یا مجاز کے حقیقت پر غالب آجانے کی وجہ سے متعارف ہوجائے۔

پہلی صورت کی مثال: جیسے ''دابۃ'' کا لفظ اصل لغت میں ہر اس چیز کے لیے وضع کیا گیا تھا جو زمین پر رینگ کر چلے، پھر عرف نے اسے چوپائیوں کے لیے مخصوص کردیا۔

دوسری صورت کی مثال جیسے ''غائط'' کا لفظ اصل لغت میں ہر اس کھلی جگہ کے لیے وضع کیا گیا تھا جہاں اطمینان وسکون حاصل ہو؛ لیکن پھر عرفِ عام میں یہ انسان کے بدن سے نکلنے والے فضلات (پیشاب/ پاخانہ) کے استعمال ہونے لگا۔

نیز مجازِ مرسل، مجازِ مرکب، استعارۂ حقیقیہ، استعارۂ وفاقیہ، استعارۂ تبعیہ، استعارۂ مطلقہ، استعارۂ مجرَّدہ اور استعارۂ مرشَّحہ پر روشنی ڈالو! اور اس آیتِ مبارکہ میں وضع، ترشیح، تجرید، استعارہ بالکنایہ اور استعارۂ تخییلیہ کہاں کہاں ہیں؟[1]

---

(۲) صفحہ ۳۳۸: حقیقتِ عرفیہ خاصہ: وہ الفاظ جو کسی خاص گروہ مثلاً نحویوں اور صرفیوں کے نزدیک ان ہی معانی میں مستعمل ہوں جن کے لیے انھوں نے ان کو وضع کیا تھا۔ مثلاً نحوی حضرات رفع، نصب اور جر کا استعمال اُن خاص معانی میں کرتے ہیں جو خود انھوں نے وضع کیے ہیں۔

(۳) حقیقتِ شرعی: لفظ شریعت میں پہلے پہل جس معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا تھا، اسی معنیٰ میں استعمال ہو۔ جیسے:

صلاۃ کا لفظ شریعت میں ایک مخصوص عبادت (نماز) کے لیے وضع کیا گیا ہے، اگر یہ اسی معنیٰ میں مستعمل ہو تو "حقیقت شرعیہ" ہے۔

[1] مجازِ مرسل: اس مجاز کو کہتے ہیں جس میں معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی کے مابین علاقۂ تشبیہ نہ ہو۔ (دروس البلاغۃ، ص: ۱۱۲)

مجازِ مرکب: جو مرکب علاقۂ تشبیہ کے بغیر غیرِ مَاوُضِعَ لَہٗ میں مستعمل ہو، اسے "مجازِ مرکب" کہتے ہیں۔ (دروس البلاغۃ، ص: ۱۱۳)

استعارہ: مجاز میں معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی کے درمیان اگر علاقۂ مشابہت ہو تو اسے "استعارہ" کہتے ہیں۔ مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہا جاتا ہے۔

بالفاظِ دیگر، استعارے کے طور پر استعمال ہونے والے لفظ کو "مستعار" اور اس کے....

.... معنیٰ حقیقی (کہ جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہے) کو "مستعار منہ" اور معنیٰ مجازی (کہ جس میں وہ استعارہ استعمال کیا جارہا ہے) کو "مستعار لہ" اور وجہ شبہ کو "جامع" کہتے ہیں۔ نیز مستعار منہ اور مستعار لہ کو "طرفینِ استعارہ" کہتے ہیں۔

استعارہ کی درج ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) استعارۂ مصرحہ: جس میں لفظ مشبہ بہ کی صراحت کی گئی ہو۔

(۲) استعارۂ مکنیہ: جس میں مشبہ بہ کو حذف کردیا ہو اور اس کے کسی لازم کے ذریعے اس کی جانب فقط اشارہ کیا گیا ہو۔

(۳) استعارۂ تخییلیہ: استعارہ میں مشبہ بہ کو حذف کرکے اس کے لازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرنا "استعارہ تخییلیہ" کہلاتا ہے۔

(۴) استعارۂ اصلیہ: جس میں مستعار اسمِ غیر مشتق ہو، جیسے ضلالت کے لیے تاریکی اور ہدایت کے لیے نور کا استعارہ۔

(۵) استعارۂ تبعیہ: جس میں مستعار فعل یا حرف یا اسمِ مشتق ہو۔

(۶) استعارۂ مرشحہ: وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے مناسب کوئی شے ذکر کی جائے۔

(۷) استعارۂ مجردہ: وہ ہے جس میں ایسی شے ذکر کی جائے جو مشبہ کے مناسب ہو۔

(۸) استعارۂ مطلقہ: جس میں مستعار لہ اور مستعار منہ میں سے کسی کے لیے "مناسب" ذکر نہ کیا جائے۔

(۹) استعارۂ وفاقیہ: یہ ہے کہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں کی صفات کسی ایک شے یا شخص میں جمع ہوجائیں۔ یعنی وہ استعارہ جس کے طرفین کسی ایک شے میں جمع ہوسکتے ہوں۔

(ملخصاً از دروس البلاغۃ، از ص: ۱۰۷ تا ۱۱۱، وغیرہ من کتب البلاغۃ)

۞ یہ بھی بتاؤ کہ تشبیہِ ملفوف ومفروق اور تشبیہِ مفرد ومرکب کتنی تعداد میں ہیں؟[۱]

یہ بھی واضح کرو کہ مجمل ومفصل، ایجاز، اطناب اور مساوات، اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی (کہ جسے مجازِ حکمی اور عقلی بھی کہا جاتا ہے) کے مقامات کیا کیا ہیں؟[۲]

۞ یہ بھی سمجھاؤ کہ اس آیتِ کریمہ میں کہاں پر **مُضْمَر** کو **مُظْهَر** اور مظہر کو مضمر کی جگہ رکھا گیا ہے؟

---

[۱] **تشبیہ کے اقسام:**

مشبہ اور مشبہ بہ کے اعتبار سے تشبیہ کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں، اسے ''تشبیہِ مفرد بمفرد'' کہتے ہیں۔

(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ایسی ہیئت وکیفیت پر مشتمل ہوں جو متعدد امور سے حاصل ہوئی ہو، اسے ''تشبیہِ مرکب بمرکب'' کہتے ہیں۔

(۳) مشبہ مفرد اور مشبہ بہ مرکب ہو، اسے ''تشبیہِ مفرد بمرکب'' کہتے ہیں۔

(۴) مشبہ مرکب اور مشبہ بہ مفرد ہو، اسے ''تشبیہِ مرکب بمفرد'' کہتے ہیں۔

(دروس البلاغۃ، ص: ۹۸/۹۹)

(۵) تشبیہِ ملفوف: دو یا دو سے زائد مشبہ لائے جائیں، پھر مشبہ بہ کا ذکر کیا جائے۔

(۶) تشبیہِ مفروق: مشبہ اور مشبہ بہ کو لایا جائے، پھر مشبہ اور مشبہ بہ کو لایا جائے۔

(دروس البلاغۃ، ص: ۹۸/۹۹/۱۰۰)

[۲] تشبیہِ مفصل: وہ ہے جس میں وجہِ شبہ کو ذکر کیا جائے۔

تشبیہِ مجمل: وہ ہے جس میں وجہِ شبہ کو ذکر نہ کیا جائے۔ (دروس البلاغۃ، ص: ۱۰۲)

۞ **ایجاز، اطناب ومساوات:**

قلب میں گردش کرنے والے معانی کو تین طریقوں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔.......

.... مساوات، ایجاز اور اطناب۔یہی تین طرق اہلِ بلاغت کے یہاں معروف ومقبول ہیں۔

مساوات: معنیٰ مراد کو اس کے مساوی عبارت سے اس طرح ادا کرنا کہ وہ متوسط طبقے کے لوگوں کی عرف کے مطابق ہو۔متوسط طبقے میں وہ لوگ آتے ہیں جو نہ بلاغت کے درجے تک پہنچے ہوں اور نہ ہی عربی کلام سے عاجز ہوں۔

ایجاز: معنیٰ مراد کو اس سے ناقص اور کم عبارت سے ادا کیا جائے ،مگر وہ عبارت مقصود کو پوری طرح سے بیان کرنے والی ہو؛لیکن اگر مقصود کو بیان کرنے سے قاصر ہو تو اسے اِخلال کہتے ہیں۔

اطناب: معنیٰ مراد کو ایسی عبارت سے ادا کیا جائے جو اُس سے زائد ہو،مگر اس زائد عبارت سے کوئی نہ کوئی فائدہ وابستہ ہو۔اگر زیادتی میں کوئی فائدہ نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں،زیادتی متعین ہوگی یا متعین نہیں ہوگی،اول کو حشو اور ثانی کو تطویل کہا جاتا ہے۔

(دروس البلاغۃ،:۷۶ تا ۷۸)

✿ اسناد کی دو قسمیں ہیں۔اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی :

اَلْاِسْنَادُ الْحَقِيْقِيُّ هُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اَوْ مَا فِيْ مَعْنَاهُ اِلٰى مَا هُوَ لَهٗ عِنْدَ الْمُتَكَلِّمِ .

ترجمہ : فعل یا شبہِ فعل کی نسبت اس کی طرف کرنا،متکلم کے نزدیک وہ فعل یا شبہِ فعل جس کے لیے ہو۔اسے اسنادِ حقیقی عقلی بھی کہا جاتا ہے۔

اَلْاِسْنَادُ الْمَجَازِيُّ هُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اَوْ مَا فِيْ مَعْنَاهُ اِلٰى غَيْرِ مَا هُوَ لَهٗ عِنْدَ الْمُتَكَلِّمِ فِي الظَّاهِرِ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِيْنَةٍ مَانِعَةٍ مِّنْ اِرَادَةِ الْاِسْنَادِ الْحَقِيْقِيِّ .

ترجمہ : فعل یا شبہِ فعل کی نسبت کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ سے اس کی طرف کرنا،متکلم کے نزدیک بظاہر جس کے لیے وہ فعل یا شبہ فعل نہ ہو اور اسنادِ حقیقی مراد لینے سے روکنے والا کوئی قرینہ بھی ہو۔اسے اسنادِ مجازی عقلی اور حکمی بھی کہا جاتا ہے۔

۞ یہ بھی متعین کرو کہ ضمیر شان، التفات، فصل، وصل، کمالِ انقطاع اور کمالِ اتصال کے مقامات کیا ہیں![۱]

---

[۱] وضع الضمیر موضع الظاہر وعکسہ :

بعض احوال مقتضائے ظاہر سے عدول کا تقاضا کرتے ہیں تو کلام کو بعض مخصوص صورتوں میں مقتضائے ظاہر کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔

انھی میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کسی مقصد کے پیش نظر اسم ظاہر لانے کے مقام پر اسم ضمیر لایا جاتا ہے، مثلاً یہ دعویٰ مقصود ہو کہ ضمیر کا مرجع ہمیشہ ذہن میں حاضر رہتا ہے۔

اسی طرح کسی مقصد کے پیش نظر اسمِ ضمیر لانے کے مقام پر اسمِ ظاہر ذکر کیا جاتا ہے۔

(دروس البلاغہ، ص: ۸۸)

۞ ضمیر شان: کبھی جملے سے پہلے ضمیرِ غائب، بغیر مرجع کے ذکر کی جاتی ہے۔ اگر مذکر کی ضمیر ہے تو اُسے "ضمیرِ شان" اور اگر مؤنث کی ضمیر ہے تو اُسے "ضمیرِ قصہ" کہا جاتا ہے۔

۞ التفات: مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام پیش کرنے کی صورتوں میں ایک صورت "التفات" بھی ہے۔ التفات کا معنی ہے "کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے، انھی میں سے کسی دوسری حالت کی جانب منتقل کرنا"۔ التفات کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) تکلم سے خطاب کی طرف التفات.

(۲) تکلم سے غیبت کی جانب التفات.

(۳) خطاب سے تکلم کی جانب التفات.

(۴) خطاب سے غیبت کی جانب التفات۔

(۵) غیبت سے خطاب کی جانب التفات۔

(۶) غیبت سے تکلم کی جانب التفات۔

(بغیۃ الایضاح لتلخیص المفتاح فی علوم البلاغۃ، ج:۱، ص:۱۳۹ / ۱۴۰)

۞ فصل ووصل:

ایک جملے پر دوسرے جملے کا عطف کرنا "وصل" اور عطف نہ کرنا "فصل" کہلاتا ہے۔

درج ذیل دو مقامات پر وصل واجب ہے۔

(۱) جب دو جملے خبر یا انشاء میں متفق ہوں اور ان کے درمیان مناسبت تامہ ہو، نیز عطف سے کوئی شے مانع نہ ہو۔

(۲) جب عطف نہ کرنے سے مقصود کے خلاف کا وہم پیدا ہو۔

۞ درج ذیل پانچ مقامات میں فصل واجب ہے۔

(۱) دونوں جملوں میں اتحادِ تام ہو، بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل واقع ہو، یا دوسرا جملہ پہلے جملے کے لیے بیان واقع ہو، یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید ہو۔

(۲) دونوں جملوں کے درمیان تباینِ تام ہو، بایں طور کہ دونوں خبر اور انشاء میں مختلف ہوں، یا دونوں کے مابین معنوی مناسبت نہ ہو۔ اس مقام میں کہا جاتا ہے کہ دونوں جملوں کے مابین "کمالِ انقطاع بلا ایہام" ہے۔ اسی طرح وصل وعطف کے مقامِ دوم میں کہا جاتا ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان "کمالِ انقطاع مع الایہام" ہے۔

(۳) دوسرا جملہ پہلے والے جملے سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہو۔ اس مقام پر کہا جاتا ہے کہ دونوں جملوں کے مابین "شبہِ کمالِ اتصال" ہے۔

(۴) کوئی جملہ ایسے دو جملوں کے بعد آئے جن میں ایک پر اس کا عطف صحیح ہو، جب کہ دوسرے پر عطف کرنا باعثِ فسادِ معنیٰ ہو، تو وہم کو دفع کرنے کے لیے عطف کو ترک کر دیا جائے گا۔

(۵) کسی مانع اور رکاوٹ کی وجہ سے حکم میں دونوں جملوں کو شریک کرنا مقصود نہ ہو۔ (دروس البلاغۃ، ص:۷۱ تا ۷۵)

- نیز اس آیتِ کریمہ میں جہاں پر دو جملوں میں ایک کا عطف دوسرے پر کیا گیا ہے ان میں وجہِ جامع کیا ہے؟ بیان کرو!
- نیز جملوں کے محلِ تناسب اور وجہِ تناسب کو اور حسن و بلاغت میں اس کے وجہِ کمال کو بیان کرو! اس پر بھی روشنی ڈالو کہ اس میں کہاں کہاں ایجازِ قصر اور کہاں کہاں ایجازِ حذف ہیں؟ اور احتراس و تتمیم پر بھی روشنی ڈالو۔[۱]
- اِن مذکورہ چیزوں میں ہر ایک کی وضاحت کرو! (ان سوالات کو پڑھنے کے

---

[۱] ایجاز کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایجازِ قصر (۲) ایجازِ حذف

ایجازِ قصر یہ ہے معانی زیادہ ہوں، الفاظ کم ہوں اور کوئی لفظ محذوف نہ ہو۔ اس کی مثال "ولکم فی القصاص حیاۃ" ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۷۹)

ایجازِ حذف میں قلیل الفاظ اگرچہ معانی کثیرہ پر دلالت کرتے ہیں، مگر اس میں ایک کلمہ یا جملہ محذوف، یا چند جملے حذف کیے جاتے ہیں اور محذوف کی تعیین پر قرینہ بھی موجود ہوتا ہے۔

(البلاغۃ العربیۃ، ج: ۲، ص: ۲۹۔ ودروس البلاغۃ، ص: ۷۹)

احتراس و تتمیم :

احتراس : مقصود کے خلاف کا وہم پیدا کرنے والے کلام میں ایسا اضافہ کرنا جو اس وہم کو دور کر دے۔

تتمیم : مقصود کے خلاف کا وہم نہ پیدا کرنے کلام میں ایسا فضلہ یعنی جملۂ غیر مستقلہ یا غیر رکن کلام لانا جو معنی کے حسن و جمال کو دوبالا کر دے۔ (البلاغۃ العربیۃ، ص: ۸۸)

بعد) محمد بن عبدالوہاب نجدی (کا سر چکرا گیا اور وہ جاہل) ان میں کسی ایک کا بھی جواب نہ دے سکا۔

اِن خارجیوں کے بارے میں حضور علیہ السلام پیش گوئیاں :

۞ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے بہت سی حدیثوں میں ان خارجیوں کے بارے میں خبر دی ہے۔ وہ حدیثیں غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نبوت ورسالت کی صداقت کی روشن دلیل ہیں۔ یہ تمام حدیثیں مرتبۂ صحت پر فائز ہیں۔ ان میں سے کچھ تو صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مروی ہیں اور کچھ دوسری کتب احادیث کی زینت ہیں۔ اب آپ وہ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں!

۞ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مشرق کی جانب اشارہ کر کے فرمایا:

اَلْفِتْنَةُ مِنْ هٰهُنَا، اَلْفِتْنَةُ مِنْ هٰهُنَا۔ [1]

ترجمہ: فتنہ یہاں سے اٹھے گا۔ فتنہ یہاں سے اٹھے گا۔

۞ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ۔ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهٖ۔ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ۔

ترجمہ: کچھ لوگ مشرق کی جانب سے نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے؛ لیکن

قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ دین میں نہیں لوٹیں گے، یہاں تک تیر اپنے سوراخ کی طرف پلٹ آئے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ (ہمیشہ) سر منڈائیں گے۔

''فُوق'' فا کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ تانت رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں رتیر کا وہ نشان جس میں کمان کا تار رکھ کر کھینچتے ہیں۔

✪ حضورِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَ فُرْقَةٌ . قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَ يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ . طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ اَوْ قَتَلُوْهُ. يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ. مَنْ قَتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ. سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ. [۱]

---

[۱] ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام ابو داؤد نے حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

✪ الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق، رقم الحدیث: ۷۵۶۲۔

✪ السنن، للامام ابی داود سلیمان بن اشعث السجستانی، اول کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، رقم الحدیث: ۴۷۶۵

ترجمہ: عن قریب میری امت میں اختلاف اور گروہ بندی ہوگی۔ ایک قوم ایسی (پیدا) ہوگی جن کی باتیں تو اچھی ہوں گی؛ لیکن ان کے کام برے ہوں گے۔ قرآن تو پڑھیں گے؛ لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر واپس نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے سوفار کی طرف پلٹ آئے۔ وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جو انھیں قتل کرے یا جسے وہ شہید کریں۔ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے؛ لیکن وہ خود کتاب اللہ سے کافی دور ہوں گے۔ جو انھیں قتل کرے گا وہ ان کی بنسبت اللہ کے قرب کا زیادہ حق دار ہوگا۔ ان کی علامت تحلیق (ٹکلا کرانا) ہوگی۔

۞ حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ سَيَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ قَوْلَ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ . فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِيْ

۞ السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، رقم الحدیث: ۴۱۰۳

۞ السنن، للامام محمد بن یزید بن ماجہ، المقدمۃ، باب فی ذکر الخوارج، رقم الحدیث: ۱۷۵

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، ج: ۳۳، ص: ۲۶، اول مسند البصریین، حدیث ابی برزۃ الاسلمی، رقم الحدیث: ۱۹۷۸۳

قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ [۱]

ترجمہ: آخری زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جن کی عمریں کم اور عقلیں ماؤف ہوں گی۔ وہ مخلوق میں سب سے بہتر شخص کی طرح باتیں کریں گے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کریں گے؛ لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جب تم ان سے ملنا تو انھیں قتل کر دینا؛ کیوں کہ جو انھیں قتل کرے گا، اُسے بروزِ قیامت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اجر دیا جائے گا۔

✪ حضور مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ۔ [۲]

---

[۱] حضرت امام بخاری اپنی سند کے ساتھ، حضرت شیر خدا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، بایں الفاظ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، حُدَّاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیھم، رقم الحدیث: ۶۹۳۰)

[۲] اسے امام مسلم اور امام دارمی علیہما الرحمہ، نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: جانب شرق (پورب کی جانب سے) سے کچھ لوگ نکلیں گے جو قرآنِ کریم کی تلاوت کریں گے؛لیکن قرآنِ پاک (کا اثر) ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔یہ لوگ مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے۔

حضور سیدِ ابرار واخیار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قولِ مبارک ہے:

یَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ یَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ۔ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ لَا یَعُوْدُوْنَ فِیْہِ حَتّٰی یَعُوْدَ السَّھْمُ اِلٰی فُوْقِہٖ۔ سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ۔[1]

ترجمہ: مشرق (نجد) کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے جو قرآنِ مجید کی تلاوت کریں گے؛لیکن قرآنِ حکیم (کا اثر) ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔وہ دین سے اس

صفحہ ۳۴۹:

الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الزکاۃ، باب الخوارج شر الخلق والخلیقۃ، رقم الحدیث:۱۰۶۷

السنن، للامام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی السمرقندی، کتاب الجھاد، باب فی قتال الخوارج، رقم الحدیث:۲۴۷۸

[1] اسے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر والمنافق واصواتھم وتلاوتھم لایجاوز حناجرھم، رقم الحدیث:۷۵۶۲

طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ لوگ دین کی طرف واپس نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے سوفار کی طرف آجائے۔ ان کی عادت سر منڈانا ہوگی۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ۔ [۱]

ترجمہ: کفر کا سر مشرق کی جانب ہے اور تکبر وغرور اونٹ اور گھوڑے پالنے والوں میں ہے۔

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مشرق (نجد) کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مِنْ هٰهُنَا جَائَتِ الْفِتَنُ۔ [۲]

ترجمہ: فتنے یہاں سے اٹھیں گے۔

---

[۱] اسے امام بخاری، امام مسلم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب بدء الخلق، باب مال المسلم، رقم الحدیث: ۳۳۰۱
- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب فضل أھل الیمن، رقم الحدیث: ۵۲
- المؤطا، للامام مالک بن انس، کتاب الجامع، باب ماجاء فی أمر الغنم، رقم الحدیث: ۲۷۸۰
- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ، ج: ۱۵، ص: ۲۴۰، رقم الحدیث: ۹۴۱۱

[۲] اسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدنا ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ الفخر والخیلاء فی الفدادین أھل الوبر والسکینۃ فی أھل الغنم، رقم الحدیث: ۳۴۹۸

نبیِّ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ بِالْمَشْرِقِ. وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ. [1]

ترجمہ: دلوں کی سختی اور بے وفائی مشرق (کے لوگوں) میں ہے اور ایمان اہلِ حجاز میں ہے۔

حضور تاجدارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا! اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا!

ترجمہ: الٰہی! ہمارے ملکِ شام میں برکت نازل فرما۔ یا اللہ! ہمارے ملکِ یمن میں برکت نازل فرما!

اہلِ نجد نے عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَفِيْ نَجْدِنَا.

ترجمہ: یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے لیے بھی دعا فرمادیں!

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے دوبارہ یہی دعا فرمائی اور نجد کا نام تک نہیں لیا اور تیسری مرتبہ اُن کی درخواست پر ارشاد فرمایا:

---

[1] اسے امام مسلم اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

- الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب فضل اَھل الیمن، رقم الحدیث: ۵۳
- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ج: ۲۲، ص: ۴۲۸، رقم الحدیث: ۱۴۵۹۵۔۔۔ ج: ۲۳، ص: ۶۰، رقم الحدیث: ۱۴۷۱۵

هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔ [۱]

ترجمہ: (نجد کے لیے کیسے دعا کروں) وہاں تو (اعتقادی اور عملی) زلزلے اور (انتہائی خطرناک) فتنے اٹھیں گے اور شیطان کی سینگ وہیں سے طلوع ہوگی۔

حضور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ. كُلَّمَا قُطِعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ۔[۲]

---

[۱] اسے امام بخاری اور امام ترمذی رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، ج: ۲، ص: ۳۳، کتاب الاستسقاء، باب ما قیل فی الزلازل والآیات، رقم الحدیث: ۱۰۳۷۔ وکتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق، رقم الحدیث: ۷۰۹۴

الجامع، للامام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۹۵۳

المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۵۹۸۷

[۲] اسے امام نسائی نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

السنن، للامام احمد بن شعیب النسائی، کتاب تحریم الدم، من شہر سیفہ ثم وضعہ علی الناس، رقم الحدیث: ۴۱۰۳

السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فی ذکر الخوارج، رقم الحدیث: ۱۷۰

المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۶۹۵۲

ترجمہ: جانب مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے؛ لیکن قرآن کی تاثیر ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب بھی ان کی ایک نسل کو ختم کیا جائے گا تو دوسری نسل پیدا ہو جائے گی، یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت مسیح دجال کے ساتھ ہوگی۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے "**سیماھم التحلیق**" فرما کر انھی خارجیوں کی طرف واضح اشارہ کیا ہے، جن کا خروج مشرق (نجد) سے ہوا ہے اور جو بدعات وخرافات میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے تابع وفرماں بردار ہیں؛ کیوں کہ یہ اپنے ہم عقیدہ لوگوں کو سر منڈانے کا حکم دیتے ہیں اور جب کوئی شخص اُن کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو اسی مجلس میں اس کا سر حلق کر دیتے ہیں۔ اب تک جتنے بھی گمراہ فرقے پیدا ہوئے ہیں ان میں سے کسی کی بھی یہ علامت نہیں بنی ہے؛ لہٰذا مذکورہ احادیثِ کریمہ ان کے بارے میں صریح ہیں۔

مفتی زبید حضرت سید عبد الرحمٰن اہدل فرماتے ہیں:

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے (افکار ونظریات کے) رد و ابطال کے لیے کسی کو کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قول "**سیماھم التحلیق**" ہی ان (کی تردید) کے لیے کافی ہے؛ اس لیے کہ ان نجدیوں کے علاوہ کسی بھی گمراہ فرقے نے اپنا شعار سر منڈانا نہیں بنایا۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی ان عورتوں کا بھی سر منڈانے کا حکم دیتا تھا جو اس کی پیروی کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت زبردستی اس کے مسلک میں داخل کی گئی اور

اس (شیخ نجدی) کے گمان کے مطابق اسے نئے سرے سے اسلام میں داخل کیا گیا۔ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اس کا سر صاف کرنے (مونڈنے) کا حکم دیا۔

اس عورت نے اس پر حجت قائم کرتے ہوئے کہا:

۞ تم مردوں کو سر مونڈنے کا حکم دیتے ہو، اگر تم انھیں داڑھی صاف کرنے کا حکم دیتے تو عورتوں کو سر مونڈنے کا حکم دینا تمھارے لیے جائز ہوتا؛ کیوں کہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی داڑھی کے بالوں کے درجے میں ہیں۔

۞ یہ سن کر وہ (بدبخت) حیران رہ گیا اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا؛ لیکن اس نے ایسا اس لیے کیا کہ اس پر اور اس کے پیروکاروں پر حضور نبیٔ کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قول "سیماھم التحلیق" صادق آجائے؛ کیوں کہ اس کا معنیٰ قریب حلقِ راس (سر کے بالوں کو جڑ سے صاف کرنا) ہی سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے قول کی سچائی ظاہر ہوگئی۔

۞ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہاں سے شیطان کی سینگ نمودار ہوگی، ایک روایت میں "قرنا الشیطٰن" (بصیغۂ تثنیہ) ہے۔ (یعنی نجد سے شیطان کی دو سینگیں نمودار ہوں گی)۔[1]

---

[1] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم، رقم الحدیث: ۳۳۰۲

۞ الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب الفتنۃ من المشرق، رقم الحدیث: ۲۹۰۵

۞ بعض علما نے فرمایا:

شیطان کی دوسینگوں سے مراد ''مسیلمہ کذاب'' اور ''محمد بن عبدالوہاب نجدی'' ہیں۔

ایک روایت میں یہ آیا ہے:

وَ بِهَا يَعْنِيْ نَجْدًا الدَّآءُ الْعُضَالُ۔ [۱]

ترجمہ: یعنی نجد میں نہایت پیچیدہ بیماری ہے۔

بعض شارحین نے فرمایا:

الدآء العضال سے مراد ''ہلاکت'' ہے۔

۞ تاریخ کی کچھ کتابوں میں قتالِ بنی حنیفہ کے بعد مذکور ہے:

''آخری زمانہ میں مسیلمہ (کذاب، کہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا) کی بستی میں ایک شخص پیدا ہوگا جو دینِ اسلام کو بدل دے گا''

۞ اس کا ذکر ان بعض حدیثوں میں بھی ملتا ہے، جن میں فتنوں کا ذکر ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا:

۞ فِتْنَةٌ عَظِيْمَةٌ تَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ۔ تَصِلُ اِلٰى جَمِيْعِ الْعَرَبِ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ۔ وَاللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ۔ [۲]

ترجمہ: میری امت میں ایک عظیم فتنہ ظاہر ہوگا جو عرب کے ہر گھر؛ بلکہ پورے

---

[۱] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للامام علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی، ج: ۱۰، ص: ۵۷، المکتبۃ الشیعیۃ

[۲] اسے امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عرب میں پہنچ جائے گا۔ اس فتنے میں مارے جانے والے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بارے میں زبان کھولنا تلوار کی مار سے زیادہ سخت ہوگا۔

۞ ایک روایت اس طرح آئی ہے:

سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ يَعْنِيْ تَعْمٰى بَصَائِرُ النَّاسِ فَلَا يَرَوْنَ مَخْرَجًا وَيَصَمُّوْنَ عَنِ اسْتِمَاعِ الْحَقِّ۔ مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا اِسْتَشْرَفَتْ لَهٗ۔[۱]

وَفِيْ رِوَايَةٍ سَيَظْهَرُ مِنْ نَجْدٍ شَيْطَانٌ تَتَزَلْزَلُ جَزِيْرَةُ الْعَرَبِ مِنْهُ۔[۲]

ترجمہ: عن قریب ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو بہرا، گونگا اور اندھا ہوگا۔ یعنی لوگوں

صفحہ ۳۵۶ : تَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ۔ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ۔ اَللِّسَانُ فِيْهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ۔

ترجمہ: ایک ایسا فتنہ رونما ہوگا جو پورے عرب پر چھا جائے گا، اس میں قتل کیے جانے والے لوگ دوزخ میں جائیں گے، اس کے بارے میں زبان کھولنا تلوار کی مار سے زیادہ سخت ہوگا۔

۞ السنن، للامام محمد بن یزید ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، رقم الحدیث: ۴۱۰۲

۞ السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، رقم الحدیث: ۴۲۶۷

۞ المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، ج: ۱۱، ص: ۵۶۳، رقم الحدیث: ۶۹۸۰

۞ الجامع، للامام محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۲۱۷۸

[۱] السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، اول کتاب الفتن والملاحم، باب فی کف اللسان، رقم الحدیث: ۴۲۶۴

[۲] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق، رقم الحدیث: ۷۰۹۴

کی بصیرتیں اندھی ہو جائیں گی تو انھیں حق کی راہ نظر نہیں آئے گی اور وہ حق کو سننے سے بہرے ہو جائیں گے۔ جو اس فتنہ کو دیکھے گا وہ فتنہ بھی اس کے قریب آئے گا۔ اور ایک روایت اس طرح ہے۔ نجد سے ایک شیطان ظاہر ہوگا جس سے جزیرۃ العرب تھرا جائے گا۔

❁ حضرت علامہ حبیب علوی بن احمد بن حسن بن قطب حبیب عبد اللہ الحاد باعلوی نے اپنی عظیم الشان کتاب ''مصباح الانام و جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی أضلّ العوام'' (جو کہ انھوں نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے رد میں لکھی ہے) میں اس موضوع پر بکثرت احادیث کریمہ جمع فرمائی ہیں۔

❁ ان میں ایک حدیث وہ بھی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے عمّ محترم (چچا جان) حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

❁ سَیَخْرُجُ فِیْ ثَانِیْ عَشَرَ قَرْنًا فِیْ وَادِیْ بَنِیْ حَنِیْفَۃَ رَجُلٌ کَھَیْئَۃِ الثَّوْرِ لَا یَزَالُ یَلْعَقُ بَرَاطِمَہٗ۔ یَکْثُرُ فِیْ زَمَانِہِ الْھَرْجُ وَالْمَرْجُ۔ یَسْتَحِلُّوْنَ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ یَتَّخِذُوْنَھَا بَیْنَھُمْ مَتْجَرًا وَ یَسْتَحِلُّوْنَ دِمَآءَ الْمُسْلِمِیْنَ وَیَتَّخِذُوْنَھَا بَیْنَھُمْ مَفْخَرًا۔ وَھِیَ فِتْنَۃٌ یَعْتَزُّ فِیْھَا الْاَرْذَلُوْنَ وَالسُّفَّلُ۔ تَتَجَارٰی بَیْنَھُمُ الْاَھْوَآءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ۔ [۱]

ترجمہ: بارہویں صدی ہجری میں وادیِ بنی حنیفہ میں ایک شخص نکلے گا جو بیل کی

---

[۱] الصواعق والرعود، للعلامۃ عبد اللہ بن داود الزبیری الحنبلی، تحقیق الدکتور عبد اللہ بن راشد المطری، ص: ۸۳

طرح اپنے موٹے موٹے ہونٹوں کو چاٹتا رہے گا۔ اس کے زمانہ میں بڑے اختلافات ہوں گے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اموال حلال سمجھ کر لوٹ لیں گے اور ان سے تجارت کریں گے۔ مسلمانوں کا خون بہائیں گے اور اس پر فخر کریں گے۔ یہ ایسا فتنہ ہوگا جس پر کمینے اور نادان لوگ ناز کریں گے۔ یہ لوگ خواہشات کی پیروی اس طرح کریں گے جس طرح کتا اپنے آقا کی پیروی میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

۞ انھوں نے اس حدیثِ پاک کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''اس حدیثِ پاک کے بہت سے شواہد ہیں جن سے اس کے مضمون و مفہوم کو قوت حاصل ہوگئی ہے، اگرچہ (مجھے) یہ علم نہیں کہ اس کی تخریج کس محدث نے کی ہے''

۞ پھر علامہ مذکور نے اپنی اسی کتاب میں فرمایا:

اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب نجدی قبیلۂ بنی تمیم سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ یہ ذوالخویصرہ تمیمی (منافق) کی پشت سے ہو جس کے بارے میں حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا أَوْ فِيْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ

الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ. لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔[۱]

ترجمہ: اس کی پشت سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآنِ کریم کی تلاوت تو کرے گی؛ لیکن قرآنِ پاک (کا اثر) ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں ان کو پا گیا تو انھیں قومِ عاد کی طرح قتل کروں گا۔

۞ یہ حقیقت ہے کہ یہ خارجی مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور کافروں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ جب حضرت علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کو قتل کیا تو ایک شخص نے کہا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے انھیں ہلاک کر کے ہمیں ان سے نجات دے دی"

۞ یہ سن کر حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

"ہر گز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ان میں سے کچھ (بدبخت) ابھی مردوں کی پشتوں میں ہیں، ابھی عورتیں ان سے حاملہ نہیں ہوئیں۔ اور ضرور بالضرور ان کا آخری شخص مسیح دجّال کے ساتھ ہوگا"[۲]

---

[۱] الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب علیہ السلام و خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الی الیمن قبل حجۃ الوداع، رقم الحدیث: ۴۳۵۱

۞ الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، رقم الحدیث: ۲۴۹۹

[۲] کنز العمال، للامام علی بن حسام الدین المتقی الھندی، رقم الحدیث: ۳۱۵۴۲

اِس طرح کی ایک حدیثِ مبارک خلیفہ بلافصل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس میں صراحت ہے کہ بنی حنیفہ "مسیلمہ کذاب" کی قوم کو کہتے ہیں اور اس حدیث میں یہ بھی ہے:

اِنَّ وَادِيَهُمْ لَا يَزَالُ وَادِيَ فِتَنٍ اِلٰى آخِرِ الدَّهْرِ وَلَا يَزَالُ فِيْ فِتْنَةٍ مِنْ كَذَّابِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ [۱]

ترجمہ: ان کی وادی (بستی) ابد الآباد تک (ہمیشہ) فتنوں کی وادی رہے گی۔ اور اپنے کذاب و دجال کی وجہ سے یہ صبح قیامت تک فتنوں کا گہوارہ رہے گی۔

ایک روایت میں ہے:

وَيْلٌ لِلْيَمَامَةِ۔ وَيْلٌ لَا فِرَاقَ لَهٗ۔ [۲]

ترجمہ: یمامہ کے لیے تباہی و بربادی ہے، ایسی تباہی و بربادی جو اس سے جدا نہیں ہوگی۔

اور مشکاۃ المصابیح کی حدیث اس طرح ہے:

سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ۔ فَاِيَّاكُمْ وَ اِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا

---

[۱] الصواعق والرعود، للعلامۃ عبد اللہ بن داود الزبیری الحنبلی، تحقیق الدکتور عبد اللہ بن راشد المضری، ص: ۷۰

[۲] تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، للامام حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری، ج: ۲، ص: ۴۱

يُفْتِنُوْنَكُمْ۔ [۱]

ترجمہ: آخری زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے، وہ تم سے ایسی باتیں کریں گے جنھیں تم نے سنا ہوگا نہ تمھارے باپ داداؤں نے۔ تم ان سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا۔ کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

۞ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی تمیم کے بارے میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ [۲]

ترجمۂ تبیان القرآن: (اے رسول مکرم) بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ [۳]

---

[۱] الصحیح، للامام مسلم بن حجاج، المقدمۃ، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا، رقم الحدیث: ۷

۞ مشکاۃ المصابیح، للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی، ج: ۱، ص: ۵۵

[۲] سورۂ حجرات، آیت نمبر: ۴

[۳] ملاحظہ فرمائیں:

۞ جامع البیان عن تاویل آی القرآن المشتھر بتفسیر الطبری، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری

۞ تفسیر القرآن الکریم، للامام الحافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی

۞ الجامع لاحکام القرآن والمبیّن لما تضمنہ من السنۃ وآی الفرقان، للامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی

۞ مدارک التنزیل وحقائق التاویل المشتھر بتفسیر النسفی، للامام ابی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی تحت ھذہ الآیۃ الکریمۃ

۞ (اور حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہِ اقدس کے ادب واحترام کے سلسلے میں یہ تعلیم ارشاد فرمائی)

۞ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۝۔ [۱]

ترجمۂ تبیان القرآن: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اپنے) نبی کی آواز پر بلند نہ کرو (اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو، جیسے کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمھیں پتا بھی نہیں چلے گا)۔

۞ حضرت علوی حداد (کہ جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے) نے فرمایا:

بنی حنیفہ اور بنی تمیم ووائل کی مذمت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اکثر خوارج اِنھی قبیلوں سے ہیں۔ سرکش ابن عبد الوہاب نجدی اور اس گمراہ فرقے کا امیر عبد العزیز بن محمد بن سعود بن وائل بھی اِنھی میں سے ہے۔

مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

۞ كُنْتُ فِي مَبْدَءِ الرِّسَالَةِ أَعْرِضُ نَفْسِي عَلَى الْقَبَائِلِ فِي كُلِّ مَوْسِمٍ وَلَمْ يُجِبْنِي أَحَدٌ جَوَابًا أَقْبَحَ وَلَا أَخْبَثَ مِنْ رَدِّ بَنِي حَنِيفَةَ۔ [۲]

---

[۱] سورۂ حجرات، آیت نمبر: ۲

[۲] اسے متعدد علمائے کرام ومحدثین عظام نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:
عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم أَتَى بَنِي حَنِيفَةَ فِي مَنَازِلِهِمْ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ وَعَرَضَ عَلَيْهِمْ نَفْسَهُ. فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ أَقْبَحَ رَدًّا عَلَيْهِ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: ابتدائے اسلام میں، میں ہر موسم حج میں تمام قبیلوں میں جاتا تھا۔ تو قبیلۂ بنی حنیفہ سے زیادہ قبیح (برا سخت) اور بدتر جواب مجھے کسی کی طرف سے نہیں ملتا تھا۔

۞ حضرت علوی حداد نے (مزید) فرمایا:

حبر الامۃ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے جب میں طائف آیا تو حضرت علامہ طاہر سنبل حنفی ابن علامہ شیخ محمد بن سنبل الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی۔ انھوں نے مجھے بتایا:

۞ **"میں نے ان وہابیوں کے رد میں "الانتصار للاولیاء الأبرار" نامی ایک رسالہ لکھا ہے"**

۞ اور فرمایا:

صفحہ ۳۶۳: ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم، قبیلۂ بنی حنیفہ کے پاس تشریف لاتے اور انھیں اللہ عزوجل کے دین کی جانب بلاتے، تو وہ آپ علیک الصلاۃ والسلام کی
دعوت پر عربوں میں سب سے برا ردِ عمل ظاہر کرتے۔

- البدایۃ والنھایۃ، للامام عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر البصری الدمشقی، ج: ۳، ص: ۴۷
- تاریخ الرسل والملوک المعروف بتاریخ الطبری، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، ج: ۲، ص: ۳۵۰
- سیر اعلام النبلاء، للامام محمد بن احمد شمس الدین الذہبی، ج: ۱، ص: ۲۳۳
- تاریخ الاسلام، للامام محمد بن احمد شمس الدین الذہبی، ج: ۱، ص: ۲۸۶
- الکامل فی التاریخ، للامام ابی الحسن علی بن محمد بن الاثیر الجزری، ج: ۱، ص: ۶۸۷

"مجھے امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رسالے کے ذریعے ہر اس شخص کو نفع دے گا جس کے دل میں شیخ نجدی کی بدعات وخرافات داخل نہ ہوئی ہوں، رہے وہ لوگ کہ جن کے دل میں اس کی بدعات داخل ہو چکی ہیں تو ان کے فلاح پانے کی کوئی امید نہیں ہے؛ کیوں کہ صحیح بخاری میں ہے "یمرقون من الدین ثم لا یعودون فیہ" (اس کے ماننے والے دین سے نکل جائیں گے پھر پلٹ کر نہیں آئیں گے)"

۞ آپ نے مزید فرمایا:

بعض علما کے بارے میں جو منقول ہے کہ انھوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بعض افعال مثلاً:

۞ "بدؤوں کو صوم وصلاۃ (روزہ ونماز) کا پابند بنانا، انھیں ظاہری برے کاموں سے اور لوٹ مارے روک دینا اور انھیں توحید کی دعوت دینا وغیرہ"

کو صحیح و درست قرار دیا ہے۔تو (اس بارے میں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ) ان کا شیخ نجدی کے افعال کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بعض علما اس کی بدعات ومنکرات اور اس کے کالے کرتوت مثلاً:

(۱) چھ سو سال کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔

(۲) بہت سی دینی کتابوں کو جلا دینا۔

(۳) بے شمار علمائے کرام اور عوام المسلمین کو بے دریغ قتل کرنا۔

(۴) مسلمانوں کی جان ومال کو اپنے لیے حلال سمجھنا۔

(۵) باری تعالیٰ کے لیے عقیدۂ تجسیم کو ظاہر کرنا (اور اس کے لیے معاذ اللہ جسم واعضا کو ثابت ماننا)۔

(۶) اور اس (خبیث عقیدے کو بیان کرنے) کے لیے درسگاہیں لگانا۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور جملہ انبیا ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم واولیاے صالحین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی توہین کرنا۔

(۸) ان کی مبارک قبروں کو ڈھا دینا، گرا دینا۔

(۹) (مقامِ) احساء میں یہ فرمان جاری کرنا کہ اولیا کی قبروں کو بیت الخلاء بنا دیا جائے۔

(۱۰) لوگوں کو دلائل الخیرات وغیرہ اوراد و وظائف کی دیگر کتابوں کو پڑھنے سے روکنا۔

(۱۱) جشنِ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم منانے اور اذان کے بعد منبر پر صلاۃ وسلام پڑھنے سے روکنا۔

(۱۲) اور ایسا کرنے والے کو قتل کر دینا وغیرہ۔

۞ عقائدِ خبیثہ سے واقف نہیں ہو سکے؛ اس لیے انھوں نے اس کے اُن افعال کو سراہا جن کا وہ لوگوں کو حکم دیتا تھا۔

۞ (حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ) یہ جاہل دعویٔ نبوت کی راہ ہموار کرنے کے لیے بعض نچلے اور گھٹیا قسم کے لوگوں کی دعوت کرتا تھا اور انھیں اپنے مضمونِ کلام سے اس (نبوت و رسالت کی ضرورت و اہمیت) کو سمجھاتا تھا۔ نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتا تھا اور زکاۃ کا مال اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتا تھا۔

۞ اور اس کا اعتقاد تھا کہ اسلام اُس میں اور اُس کے ماننے والوں میں منحصر ہے اور پوری مخلوق مشرک ہے۔ وہ اپنے خطبوں اور مجلسوں میں اس بات کو صراحتاً بیان کرتا تھا کہ نبیوں، فرشتوں اور ولیوں کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ بنانے والا کافر ہے اور گمان کرتا تھا کہ جو کسی کو "مولانا" یا "سیدنا" کہہ دے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

اس نادان وجاہل نے پیغمبر خدا حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول "وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا" نہیں پڑھا؟ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اس قول کو بھی نہیں دیکھا جو آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے انصار سے کہا تھا یعنی "قُوْمُوْا لِسَيِّدِكُمْ" یعنی اپنے سردار کے لیے اٹھ جاؤ![1]

---

[1] اسے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوسعید خدری سے "قوموا الی سید کم" کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

- الصحیح، للامام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاستیذان، باب قول النبی ﷺ قوموا الی سیدکم، رقم الحدیث: ۶۲۶۲
- الصحیح، للامام مسلم، بن حجاج، کتاب الجهاد والسیر، باب جواز قتال من نقض العهد، رقم الحدیث: ۱۷۶۸
- السنن، للامام ابی داؤد سلیمان بن اشعث، اول کتاب الادب، باب ما جاء فی القیام، رقم الحدیث: ۵۲۱۵
- المسند، للامام احمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدری رضی اللہ عنہ، ج: ۱۷، ص: ۲۵۹، رقم الحدیث: ۱۱۱۶۸
- شرح الاقتصاد فی الاعتقاد، للعلامہ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی، ج: ۲، ص: ۱۱
- مرقاة الصعود الی سنن ابی داؤد، للامام جلال الدین السیوطی، کتاب الادب، باب ما جاء فی القیام، ج: ۳، ص: ۱۳۲۱
- شرح السیر الکبیر، للامام شمس الائمہ السرخسی، ج: ۱، ص: ۵۸۹
- لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، للامام الشیخ عبدالحق الدہلوی، ج: ۸، ص: ۸۷

۞ یہ بدبخت نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت سے بھی منع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ تو مر چکے ہیں (معاذ اللہ)۔ نیز علم نحو، علمِ لغت اور علم فقہ کا انکار کرتا تھا اور ان علوم کا درس دینے سے بھی روکتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ سارے علوم بدعت ہیں۔

۞ اس کے بعد حضرت علوی حداد نے اپنی اسی کتاب میں کہا:

حاصلِ کلام یہ کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے اقوال وافعال سے ہمارے نزدیک اس کے ایسے عقائد ثابت ہوتے ہیں جو واجبی طور سے اُسے دین اسلام سے خارج کر رہے ہیں؛ کیوں کہ وہ ان اموال کو مباح قرار دیتا ہے جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور ایسی چیزوں کا انکار کرتا ہے جن کا ضروریاتِ دین سے ہونا معلوم ومشہور ہے اور اس کے اقوال و افعال میں کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔

۞ نیز یہ (بدبخت) حضراتِ انبیاے کرام ومرسلین عظام اور اولیاء وصالحین کی شانِ اقدس میں (بدترین) گستاخیاں کرتا ہے۔ اور جان بوجھ کر ان حضرات کی توہین کرنا چارو ں اماموں کے نزدیک کفر ہے۔ انتھٰی کلامہٗ۔

ابن عبد الوہاب نجدی کی ذریتِ خبیثہ:

۞ اس سے پہلے گزر چکا کہ وہ ۹۵ رسال زندہ رہا؛ کیوں کہ اس کی پیدائش ۱۱۱۱ھ اور ہلاکت ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔ بعض مؤرخین نے اس کی تاریخ ہلاکت ۱۲۰۶ھ ”بَدَا هَلَاكُ الْخَبِيْثِ“ (خبیث ہلاک ہوگیا) سے نکالی ہے۔

۞ مرنے کے بعد عبد اللہ، حسن، حسین اور علی کی شکل میں ناخلف اولاد چھوڑی، جنھوں

نے تحریکِ وہابیت کو خوب فروغ دیا۔ انھیں "اولاد الشیخ" یعنی شیخ کی اولاد کہا جاتا تھا۔ ان میں عبداللہ سب سے بڑا تھا۔ یہی اپنے باپ کے بعد تحریک کا ذمے دار ہوا۔ اس کے دو لڑکے تھے۔ سلیمان اور عبدالرحمٰن۔ سلیمان بدعات ومنکرات میں اپنے باپ سے زیادہ سخت تھا۔ اس لیے ۱۲۳۳ھ میں ابراہیم پاشا نے اسے قتل کر دیا اور عبدالرحمٰن کو قید کر کے مصر بھیج دیا، جہاں وہ ایک مدت تک زندہ رہا اس کے بعد ہلاک ہو گیا۔

۞ حسن بن محمد بن عبدالوہاب، عبدالرحمٰن کا جانشیں بنا اور جن دنوں وہابی مکۂ مکرمہ کے حاکم تھے تو یہی حسن (بن محمد) منصبِ قضاء پر قابض تھا۔ عبدالرحمٰن ایک طویل عرصہ تک زندہ رہا اور تقریباً سو سال کا ہو کر مرا اور عبداللطیف نامی ایک لڑکا چھوڑ گیا۔ حسین بن محمد کی بہت سی اولاد تھیں، ان کی نسل آج بھی درعیہ میں باقی ہے اور اولاد الشیخ (کے لقب) سے جانی جاتی ہے۔ و نسأل اللہ أن یھدیھم للصواب۔

لطیفہ:

۞ زبیر نامی شہر میں ایک بڑے نیک وپارسا عالمِ دین رہتے تھے۔ نام تھا شیخ عبد الجبار۔ یہ اسی شہر کی مسجد میں منصب امامت پر فائز تھے۔ جس زمانہ میں ابراہیم پاشا نے شہر درعیہ پر حملہ کر کے اسے تہ و بالا اور اس کے رہنے والوں کو زیر وزبر کر دیا تھا، اس وقت وہاں کے دو شخصوں کے مابین اس گمراہ گروہِ وہابیہ کے تعلق سے بحث وتکرار ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

"یہ (ترکی) حکومت ختم ہو جائے گی اور اس دین (وہابی) کا غلبہ واقتدار پلٹ

کر آجائے گا، جیسا کہ پہلے تھا اور یہ حکومت یقیناً چلی جائے گی“

۞ دوسرے نے کہا:

”اِن (وہابیوں) کو پہلے کی طرح ہرگز عروج حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کی بدعات وخرافات کا دوبارہ رواج ہوگا“

۞ پھر دونوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ صبح چل کر نمازِ فجر شیخ عبد الجبار کی اقتدا میں پڑھیں گے اور غور سے سنیں گے کہ فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد وہ کون سی سورت تلاوت کرتے ہیں۔ اسی سے نیک شگون لے کر اپنے اختلاف کا فیصلہ کریں گے۔

۞ چناں چہ دونوں گئے اور ان کی اقتدا میں نمازِ فجر ادا کی۔ شیخ عبد الجبار صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں یہ آیت کریمہ (بھی) پڑھی:

۞ وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ [1]

ترجمۂ تبیان القرآن: اور جس بستی کے لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ان کا (دنیا میں) لوٹ کر آنا محال ہے۔

۞ انھیں سخت تعجب ہوا اور وہ دونوں اس آیتِ قرآنیہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔

تمّت بالخير والله سبحانه وتعالى أعلم

وَصلّى اللّٰہ تعالىٰ على سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ آلہ وصحبہ وسلم

---

[1] سورۂ انبیاء، آیت نمبر: ۹۵

طلبۂ درس نظامی دارالعلوم محبوب سبحانی

کرلا ویسٹ، ممبئی ۰۷۔ ۲۰۲۳ء

شمار نمبر	نام مع ولدیت	شمار نمبر	نام مع ولدیت
۱	جماعت : اعدادیہ	۱۵	فیضان بن محمد وکیل
۲	محمد محمود رضا بن محمد مقصود احمد	۱۶	محمد تفسیر رضا بن محمد منصور
۳	الطاف بن محمد اختر شیخ	۱۷	محمد اسلم رضا بن عبد الجلیل
۴	محمد عمر رضا بن محمد علاء الدین	۱۸	محمد ذیشان انور بن محمد اسلام
۵	سیف الدین بن کریم اللہ خان	۱۹	محمد سہیل بن محمد اسحاق عالم
۶	محمد راشد بن محمد مسلم انصاری	۲۰	محمد رحیم بن محمد حسن شاہ
۷	محمد امیر حمزہ بن محمد شریف	۲۱	محمد معراج عالم بن تفضل حسین
۸	اختر رضا بن نصر اللہ عرف چھانگر	۲۲	عبد القادر بن عبد المتین شاہ
۹	سعدین رضا بن مظہر الحق	۲۳	محمد شاہد بن آس محمد ہاشمی
۱۰	عبد المنان بن محمد جلیل ادریسی	۲۴	محمد ہاشم بن عظیم الدین انصاری
۱۱	ثاقب بن مستقیم انصاری	۲۵	مسیح الدین خان بن رفیع الدین علی
۱۲	محمد امان اللہ بن محمد احسن علی	۲۶	محمد حسن بن محمد شاہد انصاری
۱۳	محمد دل خوش بن محمد بائل عالم	۲۷	توفیق بن نور الہدیٰ
۱۴	ارباز بن عتیق احمد خان	۲۸	محمد رئیس بن جمیع اللہ

۲۹	محمد فرحان رضا بن غوث محمد	۴۷	مشتاق بن آفتاب الدین
۳۰	محمد عدنان رضا بن مجیب الرحمٰن رضوی	۴۸	انتخاب عالم بن اختر عالم
۳۱	محمد سمیع اللہ بن محمد مصطفیٰ	۴۹	قطب الدین بن سعید الرحمٰن
۳۲	شاہد رضا بن نوشاد عالم	۵۰	مجیب الدین بن کریم اللہ خان
۳۳	معین الدین بن محمد امین	۵۱	محمد برکت عالم بن تنزیل الرحمٰن
۳۴	سبطین رضا بن محمد عبد الرشید قادری	۵۲	مکرم عالم بن مطیع الرحمٰن
۳۵	محمد شاہ نواز بن جلال الدین	۵۳	محمد فرقان بن محمد سلیمان خان
۳۶	آصف رضا بن غلام مصطفیٰ	۵۴	شاداب خان بن فیروز خان
۳۷	محمد حمزہ نوری بن ہلال نوری	۵۵	ابو شعیب خان بن وکیل خان
۳۸	رحمت علی عرف سجیت عالم بن عبد الجلیل	۵۶	محمد حسنین بن محمد اشتیاق عالم
۳۹	محمد شعیب بن صدرِ عالَم	۵۷	سجو خان بن غالب خان
۴۰	مصطفیٰ رضا بن زاہد عالم شیخ		**جماعت: اولیٰ**
۴۱	منتظر عالم بن شاہد عالم	۱	ریحان رضا بن عیاض احمد صدیقی
۴۲	سفیان خان بن شعبان خان	۲	محمد نور یزرا علین بن عبد السبحان
۴۳	محمد عالم گیر بن محمد ظہور عالم	۳	نیاز احمد بن فرم الدین
۴۴	محمد اصبر بن مدار اللہ	۴	محمد مظفر بن ظہیر الدین انصاری
۴۵	خان معین الدین بن محمد خالد خان	۵	عبد الواحد بن علاؤ الدین
۴۶	محمد اویس بن محمد اقبال خان	۶	عثمان غنی بن عبد المطلب

۷	محمد افضل بن خورشید عالم شیخ	۲۵	سلامت خان بن محمد عمر خان
۸	محمد حسن رضا بن محمد اسرائیل انصاری	۲۶	نصیر احمد بن نذر الحسن
۹	محمد سفیان بن محمد ذکی اللہ	۲۷	حسنین رضا بن حکیم خان
۱۰	محمد کیف بن محمد شاہین شیخ	۲۸	محمد معاذ بن شمیم اختر
۱۱	شعیب اختر بن رمضان علی	۲۹	محمد انصاف علی بن امتیاز علی
۱۲	محمد احمد بن عبد اللہ	۳۰	محمد نعمت رضا بن مجیب الرحمن
۱۳	محمد یوسف بن محمد شاہین شیخ	۳۱	فیض رضا بن محمد صابر عالم
۱۴	شعیب بن نثار احمد خان	۳۲	محمد فاروق بن عبد المجید
۱۵	محمد الفاظ بن محمد اسلام	۳۳	سید محمد نوران بن مفتی شاکر حسین سیفی
۱۶	محمد تحسین رضا بن محمد یونس عالم	۳۴	محمد مشتاق بن محمد عالم گیر
۱۷	عبد اللطیف بن انعام اللہ	۳۵	محمد صابر بن غلام مصطفیٰ صدیقی
۱۸	محمد حسین رضا بن محمد حسن منظر	۳۶	محمد ارشاد بن محمد مشتاق
۱۹	محمد مشرف رضا بن محمد انور عالم	۳۷	محمد شہباز بن محمد الطاف
۲۰	ابو سعید بن تمثیل علی	۳۸	محمد معین بن مشائخ
۲۱	رضا اختر بن عبد الحق	۳۹	محمد صلاح الدین بن محمد ارشاد ہاشمی
۲۲	محمد ناصر بن غلام نبی	۴۰	محمد تحسین بن محمد محسن انصاری
۲۳	محمد اقبال بن ضیاء الرحمن	۴۲	حیدر حسین بن ضیاء الحق خان
۲۴	محمد ماجد حسین بن عبد السلام	۴۳	محمد پرویز بن شیخ بن محمد زبیر

۴۴	حذیفہ نوری بن مولانا فیروز احمد خان		جماعت : ثانیہ
۴۵	آزاد علی بن مناف علی	۱	فخر الدین بن شہاب الدین
۴۶	محمد مہتاب بن محمد سمیر	۲	محمد سرفراز بن اختر علی
۴۷	شمیم اختر بن محمد جمال	۳	محمد انیس بن ساجد علی
۴۸	فاروق انصاری بن خواجہ حسین میاں	۴	سمیر بن سلیم شیخ
۴۹	محمد کلیم اللہ بن محمد مصطفیٰ	۵	محمد لئیق احمد بن محمد اسلام حسین
۵۰	حسین بن مجیب اللہ انصاری	۶	سہیل اعظمی بن عبدل اعظمی
۵۱	محمد فیروز بن محمد حسیب	۷	محمد ابوبکر بن ساجد حسین
۵۲	محمد قمر رضا بن محمد رضا شیخ	۸	عتیق الاسلام بن کبیر علی
۵۳	عبد الرحیم بن ضبط الحق	۹	محمد افضل بن محمد تقی احمد
۵۴	فردین بن مناف	۱۰	سرفراز احمد بن انوار احمد
۵۵	علاء الدین خان بن معراج خان	۱۱	محمد شکیل احمد بن شبیر احمد
۵۶	محمد عفران بن اسحاق خان	۱۲	محمد راحت راعین بن محمد مقصود عالم
۵۷	محمد دانش بن مکرم علی صدیقی	۱۳	محمد انفاس بن محمد انیس الرحمن
۵۸	غلام نورانی بن محمد سمیع	۱۴	غلام مذکر بن محمد زاہد حسین
۵۹	محمد مشرف رضا بن محمد انور عالم	۱۵	محمد اویس بن ملک علی احمد
۶۰	محمد حسن یزدانی بن شمس الدین	۱۶	محمد سفیان رضا بن صلاح الدین
		۱۷	حسن رضا بن فیروز انصاری

۱۸	ارکان بن اسماعیل شیخ	۸	عبدالرحمٰن بن جنتّن خان
۱۹	محمدارشاد بن محمدمنصور	۹	بدرالدین بن سعیدالرحمٰن
۲۰	محمدشاکررضابن محمدنسیم	۱۰	محمدشہزادعلی بن نورمحمد
۲۱	عبیدرضابن سعیدالرحمٰن	۱۱	ارشادعلی بن فاروق علی
۲۲	گلفرازبن محمدشبراتی	۱۲	محمدعرفان بن محمدحسین
۲۳	محمدحسیب بن آجمانی خان	۱۳	ارمان رضابن قطب علی
۲۴	محمدعامرخان بن محمدصغیرخان	۱۴	محمدشکیل رضوی بن محمدمبین
۲۵	معراج الدین بن شمس الدین ادریسی	۱۵	نورعالم بن عبدالمبارک
۲۶	الفاظ عالم بن وہاب عالم	۱۶	ثناءالمصطفیٰ بن صابرمنصوری
۲۷	شمس تبریزبن ماہ عالم	۱۷	محمدبلال بن سعیداحمد
۲۸	**جماعت : ثالثہ**	۱۸	محمدفیضان بن محمداسلم
۱	محمدآفاق احمدبن محمدفاروق	۱۹	محمدعادل رضابن محمدرفیق عالم
۲	غلام مصطفیٰ بن ایازاحمدصدیقی	۲۰	ممتازاحمدبن نسیم احمدشیخ
۳	محمدحسین بن محمدمسلم	۲۱	محمدحسان بن منصورخان
۴	محمدعامربن مجاہدعالم شیخ	۲۲	محمدسلیم بن مظہرالحق
۵	شہبازعلی شبیرعلی	۲۳	محمدفیروزعالم بن محمدذاکرعالم
۶	محمدفیضان بن محمدعرفان		
۷	محمدرضاءالحق بن محمدشریف		

	جماعت : رابعہ	۱۸	محمد جواد بن محمد حسین
۱	محمود احمد بن نور احمد خان	۱۹	مکارم رضا اکرم بن محامد رضا مزمل
۲	محمد حامد رضا بن علاء الدین	۲۰	محمد احمد نورانی بن شمس الدین
۳	محمد آصف بن محمد سجاد	۲۱	محمد محسن بن محمد حنیف
۴	محمد حسن رضا بن حشمت حسین		جماعت : خامسہ
۵	غوث الحماد بن ممتاز احمد	۱	محمد ارشاد بن محمد ممتاز انصاری
۶	محمد ریحان رضا بن اظہار احمد	۲	محمد شاہد بن محمد یعقوب
۷	محمد امتیاز خان بن اسرار خان	۳	عبد الستار بن شربت علی
۸	محمد فجر علی بن اظہر علی	۴	محمد صداقت حسین بن محمد اشرف الحق
۹	محمد اختر رضا بن غلام نبی	۵	اویس رضا بن نوشاد عالم
۱۰	محمد پرویز عالم بن جمیل اختر	۶	محمد رضا بن محب الحسن
۱۱	محمد محفوظ رضا بن عبد الخالق خان	۷	محمد سرور رضا بن محمد مسعود عالم
۱۲	محمد جنید بن محمد تسلیم	۸	شیخ مشرف بن محمد مظاہر الحق
۱۳	احمد رضا بن رئیس	۹	شیخ فاضل بن نیاز الدین
۱۴	محمد شہنواز رضوی بن محمد مستقیم انصاری		جماعت : سادسہ
۱۵	محمد سمیر بن محمد شریف	۱	محمد راشد بن احمد علی شیخ
۱۶	اشرف علی بن علی احمد	۲	غلام مصطفی بن مجیب الحق انصاری
۱۷	عظمت علی بن سرور علی	۳	عظیم بن فضل الرحمن شیخ

۴	محمد شمس تبریز بن شاہ محمد	۹	محمد آفتاب بن محمد ستار
۵	محمد امان پٹھان بن پرویز	۱۰	محمد احمد رضا بن محمد منظور
۶	جمال حسین بن عبد الباری		**جماعت : فضیلت**
۷	محمد سہراب علی بن فیض الرحمن	۱	شعبان علی بن معین الدین
۸	محمد نور نواز بن اسحاق قادری	۲	محمد خلیل اللہ بن محمد مصطفیٰ
۹	قربان علی بن عبد السلام	۳	شفیق الاسلام بن امین علی
۱۰	شہباز بن محمد اقتیا	۴	محمد یاسر بن محمد آصف شیخ
۱۱	محمد کمال بن محمد اسرائیل		
۱۲	محمد عمران مغل بن صلاح الدین مغل		
	جماعت : سابعہ		
۱	خالد رضا بن عبد اللطیف		
۲	محمد افضل خان بن نظام احمد خان		
۳	محمد شمشیر رضا بن رقیب عالم		
۴	محمد حسن رضا بن تعلیم حسین		
۵	محمد رمضان رضا بن زین اللہ		
۶	عبد المصطفیٰ بن وجہ القمر		
۷	عبد المطلب بن جمیل		
۸	محمد سنجر رضا بن اسلم عالم		

طلبہ شعبۂ حفظ دار العلوم محبوب سبحانی

کرلا ویسٹ، ممبئی ۷۰۔ ۲۰۲۳ء

شمار نمبر	نام مع ولدیت	شمار نمبر	نام مع ولدیت
۱	محمد عبید رضا بن محمد جاوید احمد	۱۵	تصور بن نظرل ملا
۲	محمد احمد رضا ابن محمد ذاکر حسین	۱۶	محمد فرحان
۳	محمد حسنین شیخ ابن محمد وسیم شیخ	۱۷	محمد توقیر بن طارق رنگریز
۴	محمد فیاض ابن جبار	۱۸	محمد علی بن تعلیم
۵	محمد اول ابن غلام محمد صدیقی	۱۹	محمد ابو سعد ابن شرافت علی
۶	محمد اعجاز احمد بن اشفاق شیخ	۲۰	ابو طالب ابن سبیل احمد صدیقی
۷	محمد سراج بن محمد شفیق الرحمن	۲۱	محمد دلنواز ابن محمد مستقیم انصاری
۸	محمد اسد بن مزمل حسین	۲۲	محمد ایاز ابن محمد منیر خان
۹	نور محمد ابن موسیٰ خان	۲۳	عبید بن عبد الحق
۱۰	محمد قیس بن عبد الکلام	۲۴	نیر عالم ابن سیف العالم
۱۱	معراج احمد بن فیض احمد	۲۵	ذبیح اللہ ابن شفیع اللہ
۱۲	اشفاق عالم بن محمد مجیم	۲۶	محمد اصغر علی ابن نور عین
۱۳	محمد حذیف بن محمد ابراہیم	۲۷	محمد احسان الحق ابن محمد صغیر
۱۴	شعیب اختر بن حسن	۲۸	محمد سیف بن محمد اکرم

۲۹	محمد دانش بن محمد ابوبکر خان	۴۷	سلمان بن کرامت علی
۳۰	محمد عیان خان بن راشد خان	۴۸	محمد توقیر انصاری بن مسیح الزماں
۳۱	محمد فیضان اللہ بن امان اللہ	۴۹	محمد شہباز عالم بن محمد سلمان
۳۲	محمد احسان بن محمد صدیق الرحمن	۵۰	امیر الدین بن نور محمد
۳۳	سیف اللہ خان بن ذوالفقار خان	۵۱	خان محمد عمیر بن خان محمد وزیر
۳۴	محمد فیصل رضا بن مرحوم خورشید عالم	۵۲	رضوان بن انصار خان
۳۵	سلامت حسین بن کلیم اللہ	۵۳	محب رضا بن عین الحق
۳۶	محمد تابش بن فخر الدین	۵۴	محمد محسن رضا بن یونس احمد
۳۷	محمد عالم ابن عالم	۵۵	محمد احسان بن محمد شفیق احمد
۳۸	شاداب عالم بن سیف الدین	۵۶	محمد حکیم اجمل بن محمد حارث انجم
۳۹	ریحان محمد مشتاق	۵۷	سفیان خان بن مشیر احمد
۴۰	محمد اکبر علی ابن محمد صغیر احمد	۵۸	محمد علی حسن بن برکت علی انصاری
۴۱	محمد کیف بن مبارک علی	۵۹	رضوان احمد بن ظہیر الحق
۴۲	عبد القدوس بن سکندر مولدنی	۶۰	راحم بن شفیق احمد انصاری
۴۳	زاہد میر ابن محمد جاوید میر	۶۱	محمد مجاہد بن محمد ممتاز عالم
۴۴	محمد ساحل رضا بن محمد حسیب الرضا	۶۲	عمر فاروق بن ارشد صدیقی
۴۵	محمد طالب ابن محمد احسان علی	۶۳	محمد یوسف بن عبد القدوس
۴۶	محمد فرمان بن عتیق احمد خان	۶۴	محمد خالد رضا بن مولانا صادق انصاری

۶۵	محمد شاہد رضا ابن محمد نبی عالم	۸۳	مصطفیٰ رضا بن نوشاد علی خان
۶۶	محمد ریاض ابن معین الدین	۸۴	محمد ارشاد بن چاند علی
۶۷	محمد فیصل بن نوشاد علی شیخ	۸۵	غلام حسین خان غلام رسول خان
۶۸	محمد ریاض ابن محمد اشفاق	۸۶	شعبان خان شبیر خان
۶۹	محمد عامر بن شہاب الدین خان	۸۷	مختار بن احمد حسن
۷۰	محمد صابر علی صدیقی ابن انوار الحسن	۸۸	محمد زبیر بن مرحوم عبد الرحیم خان
۷۱	محمد اسحاق ابن دلاور حسین	۸۹	محمد سلمان خان بن جلیل خان
۷۲	سجاد احمد بن محمد بدر عالم	۹۰	محمد اشتیاق سلمانی بن محمد انصار
۷۳	محمد عبید اللہ بن شفیع اللہ	۹۱	محمد عادل علی ابن محمد دلارے
۷۴	محمد حسان بن رشید احمد	۹۲	محمد رضا ابن غلام جیلانی
۷۵	محمد افران بن محمد خورشید عالم	۹۳	صدام حسین بن محمد شفیع احمد
۷۶	محمد مجاہد بن انور علی	۹۴	کامران بن اجمل خان
۷۷	فہیم الدین بن مظفر	۹۵	محمد اشتیاق بن محمد ایوب انصاری
۷۸	محمد وارث بن اکرم حسین	۹۶	مسیح الدین بن شہاب الدین
۷۹	عبد الکلام بن امتیاز احمد خان	۹۷	سرتاج خان بن محمد مشتاق
۸۰	عارف علی بن انور علی	۹۸	محمد فیضان ابن محمد شہروز خان
۸۱	محمد سمیر بن محمد رفیق	۹۹	محمد سبحان ابن رفاعت علی خان
۸۲	محمد کیف بن محمد احمد	۱۰۰	محمد ارمان ابن محمد نثار احمد

۱۰۱	عرفان علی ابن کمال الدین	۱۱۹	محمد حسن ابن عبد المجید القادری
۱۰۲	اشتیاق احمد بن غلام رسول انصاری	۱۲۰	محمد صابر ابن محمد رئیس
۱۰۳	معصوم رضا بن مختار عالم	۱۲۱	انصاری انصار الحق ابن عبد الحق
۱۰۴	رفاقت حسین بن رفعت اللہ خان	۱۲۲	محمد شاہد ابن عبد الستار
۱۰۵	صادق خانا بن صابر خان	۱۲۳	محمد سہراب رضا ابن محمد کلام الدین
۱۰۶	نیاز احمد ابن معراج	۱۲۴	اسحاق علی ابن اسلام علی
۱۰۷	غلام نبی ابن صدر عالم شیخ	۱۲۵	محمود رضا ملک ابن عبد المجید
۱۰۸	شان الرحمن ابن ریاض احمد صدیقی	۱۲۶	محمد معین الدین بن مبارک علی
۱۰۹	عیان رضان ابن عابد علی	۱۲۷	محمد التمش خان ابن محمد ہاشم خان
۱۱۰	محمد ارباز ابن محمد دلارے	۱۲۸	سرفراز بن ریاست علی شیخ
۱۱۱	سید عامر ابن سید شکیل احمد	۱۲۹	محمد عفان بن محمد انس
۱۱۲	محمد نہال ابن محمد بدر الحسن	۱۳۰	محمد جاوید ابن محمد رحمت علی
۱۱۳	محمد شہادت حسین بن محمد سہابل	۱۳۱	محمد تسلیم بن محمد محسن انصاری
۱۱۴	عبد الکلام شاہ بن عبد الوہاب	۱۳۲	شاہد بن شکیل
۱۱۵	اشرف عالم بن سراج الدین	۱۳۳	محمد سعد بن محمد شہاب الدین
۱۱۶	واحد انصاری ابن انوار انصاری	۱۳۴	محمد قاسم بن نظر الحسن
۱۱۷	ریحان خان ابن عامر حسین	۱۳۵	انصار خان بن اقرار خان
۱۱۸	احمد کونین ابن علیم خان	۱۳۶	محمد اشرف بن محمد کلیم

۱۳۷	احتشام خان بن زین العابدین		
۱۳۸	محمد غلام غوث بن محمد مصطفیٰ		
۱۳۹	محمد حماد بن محمد شبیب شیخ صدیقی		
۱۴۰	محمد طفیل ابن محمد حسین		
۱۴۱	محمد عبد اللہ بن محمد صغیر		
۱۴۲	محمد عفان بن مطیع الرحمٰن		
۱۴۳	محمد فرید خان بن محمد رئیس		
۱۴۴	محمد تنویر بن محمد مبارک علی		

مصنف کی دیگر تصنیفات

Printed by: SUNNI PUBLICATIONS Mob. 9867934085 Designed by: ADNAN GRAPHICS Mob. 7011750144

Publisher
NOOR-E-IMAAN ISLAMIC ORGANIZATION
Kurla West Mumbai-70